بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمـــٰنِ الرَّحِيم

Guiding For Muslim's

BY
Rev. Malawi Dr. Imad ud-Din Lahiz D.D

ہدایت المسلمین

جس میں اہلِ اسلام کے سب اعتراضوں کے جواب مفصل یا مجمل شامل ہیں خصوصاً مولوی رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر وزیر خان صاحب کی اعجاز عیسوی کا جواب ہے اور دہلی کے امام صاحب کی عقوبت الضالین کا جواب اور آگرہ کے مولوی سید محمد صاحب کی تنزیہ الفرقان کا جواب بھی شامل کیا گیا ہے یہ کتاب 1868 میں چھپی تھی اس میں کچھ اسقام رہے گئے تھے۔ اب سہ بارہ اس کو بعد کچھ مرمت کے بندہ عاجز عمادالدین لاہز نے تیار کی اور فائدہ عام کے لئے رلجیس بک سوسائٹی پنجاب کے واسطے 1899ء میں

میتھوڈسٹ پبلکشنگ ہاؤس لکھنو زیر اہتمام پادری تھو برصاحب کے چھپی

فہرستِ کتاب ہدایت المسلمین

ہدایت المسلمین

دیباچہ

تمام حمدو ثنا اس خداوند خدا کو لائق ہیں جس نے اپنی پیشنگوئیاں اور وعدے پورا کرنے کو انجیل شریف کی تبلیغ زمین کی حدوں تک کرنیکا شوق اپنے برگزیدہ بندوں کے دلوں میں دیا۔اور جس نے اپنی قدرت کاملہ سے اس اٹھارہ سو اٹھانوے برس (۱۸۹۸ء) کے عرصہ میں اپنے کلام صدق کی تبلیغ زمین کی دو ثلث سے زیادہ پر کرائی اور اکثر ملکوں اور جزیروں میں ایسی برکت بخشی کہ وہاں کے رہنے والوں نے اپنی بُت پرستی اور باطل مذاہب سے توبہ کرکے اس کے پاک کلام کی اطاعت قبول کی اے خداوند ہمارے خدا تیرے بزرگ نام کا لاکھ لاکھ شکر ہو کہ تونے اپنی نجات کی برکت سے ہمیں بھی محروم نہ رکھا تونے اپنے کلام کی صداقت اور حقیقت ہم پر بھی روشن فرمائی اور تونے ان ٹھوکروں کو جو تیرے برگزیدوں کے لئے سدراہ تھیں اپنے عاجز اور کمزور بندوں کے ہاتھ سے اٹھوا کے پھنکوائیں تونے اپنے فضل سے اپنے لوگوں کو دھوکوں اور مغالطوں میں سے نکال لیا۔ اے رب العالمین ہم تیری منت کرتے ہیں کہ سارے جہان پر خصوصاً ہمارے ہندوستانی بھائیوں پر فضل کر کہ اگرچہ ان میں سے بعض تیرے ہی لئے غیر تمند ہیں اور تیری ہی محبت کے خیال سے تیرے مقدسوں اور تیرے فرزندوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور تیرے پاک کلام سے سرکش ہیں پر اے خداوند نادانی سے وہ یہ کرتے ہیں تو ان کی عقل کو درست فرما اور ان کے دلوں سے تعصب اور طرفداری اور غرور کو نکال حق پسندی اور راستبازی اور نیکوکاری فروتنی کا خیال ان کے دلوں میں ڈال انکی باطنی آنکھیں کھول دے تاکہ وہ بھی معلوم کریں کہ توہی اکیلا سچا خدا ہے۔ جس کی ذات میں جو واحد

ہے تین اقنوم ہیں اور تیرا اکلوتا بیٹا جس کا لقب خدا کا برہ ہے جو نجات دہندہ ہے یعنی ہمارا خداوند یسوع مسیح سچا اور برحق کامل خدا اور کامل انسان بھی ہے اور تیری پاک روح کو بھی جانیں کہ وہ الوہیت کی ایک اقنوم ہے اور وہ خدا ہے جو مومنین کو اطمینان قلبی اور ہدایت کرنے والا ہے۔اے خداوند ہم لوگ صرف کلام کے سنانے والے ہیں پر برکت بخشنا تیرا ہی کام ہے کیونکہ تو مقلب القلوب ہے اور تو مردوں کو جلاسکتا ہے سب روحانی مردوں کو زندگی بخش سکتا ہے۔اس لئے ہم اس وقت عاجزی اور خستہ دلی کے ساتھ تیرے عرش فضل کے حضور اس کتاب کی بابت عرض کرتے ہیں کہ تو اب اس پر اور بھی زیادہ برکت نازل کر۔ اب دوبارہ اس کی مرمت کے لئے طاقت دے اور سمجھنے کے لئے ناظرین کا بھی مددگار ہو۔ اے خداوند جہاں تک اس کے مضامین تیری پاک مرضی کے موافق ہیں ان کی تاثیر طالبان حق کے دلوں پر ظاہر ہوجائے اور جو کوئی بات تیری مرضی کے خلاف اس کتاب میں ہے تو ہماری نادانی اور اپنے رحم کے سبب سے ہمیں معاف کردے کیونکہ تو خوب جانتا ہے کہ ہم صرف تیری مرضی کے موافق چلنا اور چلانا چاہتے ہیں پس تو آقا ومولا سیدنا عیسیٰ مسیح کے نام سے ہماری یہ دعا سن لے آمین۔

بندہ عاجز عماد الدین لاہز ناظرین کی خدمت میں یوں عرض کرتا ہے کہ اگرچہ قرآن میں تحریف کا الزام کتب مقدسہ کی نسبت مرقوم ہے پر محمد صاحب نے اوراگلے زمانہ کے محمدیوں نے بھی تحریف لفظی عمدیکا الزام ہر گز نہیں لگایا ہے بلکہ تحریف معنوی کا الزام انہوں نے اہل کتاب پر لگایا تھا چنانچہ یہی بات ان کی کتابوں سے ثابت ہے مگر اس وقت ہندوستان کے مسلمان خدا کے پاک کلام پر تحریف لفظی اور عمدی کی تہمت لگاتے ہیں۔

سبب اس کا یہ ہے کہ تعلیم محمدی جو خلاف کتب مقدسہ کے ہے اور نبوت محمدی جو کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوسکتی ایسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ کتب مقدسہ غیر معتبر ہوجائیں مگر خدا کے فضل سے ان کا یہ دعویٰ آج تک ثبوت کو نہ پہنچا۔

اگلے زمانہ کے محمدی عالموں نے چونکہ ایسا دعویٰ ہی قرآن سے نہ سنا تھا اور نہ خود کیا تھا اس لئے تصنیفات میں کچھ دلائل ثبوت اس تحریف کے لئے مذکور نہیں ہیں مگر اب مولوی صاحبوں نے جب دیکھا کہ گھر گراجاتاہے تو ثبوت تحریف کے لئے قسم قسم کی باتیں لکھنی شروع کیں تو بھی جو جو باتیں انہوں نے آج تک اپنے مطلب کے ثبوت میں لکھا بے فائدہ ہیں ان باتوں سے انکا دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا یہی سبب ہے کہ بعض محمدی عالم جو بے تعصب اور حق پسند ہیں اپنے مذہب سے بے اعتقاد ہوگئے ہیں اورجان چکے ہیں کہ ہم باطل پر ہیں مگر شرم دنیاوی اور ضعیف الایمانی کے سبب اوراس لئے بھی کہ قومی آرام ہاتھ سے جاتا رہیگا علانیہ اقرار نہیں کرتے پر اکثر خلوت میں نہ صرف میرے ہی پاس مگر اکثر پادری صاحبوں اورہمارے معزز مسیحی بھائیوں کے پاس آکر یہ سب باتیں بولتے ہیں۔ اوران میں سے بعض بعض کبھی کبھی نکل بھی آتے ہیں کیونکہ اپنی قدیمی مذہب کو بے بنیاد پاتے ہیں نہ کوئی معجزہ محمد صاحب کا ثابت ہوتا ہے نہ کسی پیغمبر سابق کی گواہی ان کے حق میں ملتی ہے نہ انکی تعلیم عمدہ ہے نہ ان کا چلن ہی اچھا ہے اور یہ مسلمانوں کا دعویٰ کہ کتب مقدسہ تحریف ہوگئی ثبوت کو نہیں پہنچتا اور نہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ یہ ایک انہوت بات ہے۔

ہاں 1853 میں آگرہ کے اندر ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے (جواب انتقال کرگئے) اور مولوی رحمت اللہ صاحب نے (جواب تک مکہ میں ہیں) ایک کتاب اعجاز عیسوی بڑی درد سری سے لکھی تھی اور بندہ بھی ان دنوں آگرہ ہی میں رہتا تھا اور ہر روز شام کے وقت دو تین گھنٹہ تک ان بزرگوں کے پاس بیٹھنے کا اتفاق بھی ہوتا تھا۔

اگرچہ اس وقت اس کتاب کی تصنیف کو پینتالیس (45) برس کا عرصہ گذر گیا تو بھی کئی معتبر شخص اہلِ اسلام میں سے جنہوں نے اس کی تصنیف کا حال دیکھا ہے زندہ موجود ہیں مثلاً مولوی محمد مظہر صاحب اور مولوی ابوالحسن صاحب اور حافظ عبداللہ صاحب اور مولوی کریم الدین صاحب وغیرہ یہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے اس کتاب کو

کہاں کہاں سے اور کیسے اعتراض جمع کرکے لکھا تھا یعنی اس تالیف کا ماخذ اورطور ہر گز اچھا اور نیک نیتی سے نہ تھا۔

باعث اس کتاب کے لکھنے کا یہ ہوا تھا کہ جب جناب پادری فنڈر صاحب کی اس تبلیغ کا پرچہ آگرہ میں پھیلا کہ محمدی دین خدا کی طرف سے نہیں ہے اور وہ ہر گز خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے نہ تھے اس وقت ان لوگوں کو فکر ہوئی کہ اب اسلام چلا کیونکہ فنڈر صاحب نے میزاالحق میں اسلام کی بے بنیادی خوب ظاہر کی تھی۔

اگرچہ مولوی آل حسن صاحب نے استفسار لکھی اور مولوی رحمت اللہ صاحب نے ازالتہ الاوہام تصنیف کی تو بھی ان کی تمیز کہتی تھی کہ پادری صاحب کی کتاب پر فتحیاب نہیں ہوئے ہیں کچھ اور لکھنا چاہیے پس ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے ارادہ کیا کہ اگرچہ میں رسالت محمدی کو تو ثابت نہیں کرسکتا ہوں پرایک کتاب انگریزی فقری جمع کرکے ضرور ایسی لکھونگا جس سے خدا کی پاک کتابوں کا اعتبار دنیا سے اٹھ جائے اور عوام الناس کے دلوں میں کلام الہیٰ کی طرف شک قائم ہوجائے تب قرآن رونق پائے گا اور بازاروں میں عوام مسلمان عیسائی منادوں کو تکلیف دینگے۔

اس نیت سے انہوں نے انجیل توریت کی انگریزی تفسریں اوربنگالی برہم سماج والوں کی ماہواری مباحثہ کے رسالے اور ملحدوں اورلامذہب لوگوں کی کتابیں جمع کیں اور بعض بددین انگریزوں سے بھی مدد پائی اور فرقہ رومن کیتھولک کے بشپ صاحب سے بھی بہت سی کتابیں لائے اور وہ اسلئے مدد کرتے تھے کہ کسی طرح فرقہ پروٹسنٹ کو ایذا پہنچے تب یہ کتاب اعجاز عیسوی تیار ہوئی موٹی نظر کے آدمی کے سامنے تووہ کتاب گویا لاجواب چیز ہے پر حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں ناظرین اگر چاہیں تو اسے آپ ہی دیکھ لیں۔یہی سبب ہوا کہ آج تک عیسائیوں نے اسکا مفصل جواب نہ لکھا انہوں نے اپنا وقت لغویات میں خرچ کرنا مناسب نہ جانا صرف کلام کی تبلیغ جس پر سیدنا عیسیٰ مسیح کی طرف سے مامور ہیں کرتے رہے اور سمجھتے تھے کہ اعجاز عیسوی کا طرز تحریر اور متعصبانہ کلام اوربیہودہ مضامین اس میں درج کرنا صاف صاف مصنفوں کی بے انصافی کا گواہ ہے اوریہی بات کتاب کے پوچ ہونے کی دلیل کافی ہے پس ہمیں کیا ضرور ہے کہ اس کا جواب لکھیں۔

لیکن اب میں نے دیکھا کہ وہ کتاب بعض لوگوں کی نظروں میں بڑی عمدہ چیز ہے اور وہ اس کو پڑھ کر آپ گمراہ ہوتے ہیں اوردوسروں کو بھی بہکاتے ہیں اور ہم عیسائیوں کو اس کے جواب سے عاجز جان کر بہ نظر حقارت دیکھتے ہیں اس لئے اس کا جواب لکھنا مناسب جانا۔ اوراپنے خدا سے مدد مانگ کر اسکے جواب میں یہ التزام کیا کہ ساری کتاب کا جواب بھی ہوجائے اور طوالت بھی نہ اگرچہ میں نے اس کی عبارت کا بعینہ نقل کرنا اوپھر اپنا جواب بھی لکھنا موجب طوالت سمجھا تو بھی بعض جگہ اس کی عبارت بعینہ نقل کرلایا اور بعض جگہ جہاں اس نے بے فائدہ طول دیا تھا خلاصہ کرلایا تاکہ جلدی سمجھ میں آجائے اور مضمون میں بھی خیانت نہ مصنف ہدا الضالین لکھتے ہیں کہ عماد الدین نے اعجاز عیسوی کی عبارت کو اپنے مطلب کے موافق خلاصہ کیا ہے۔ یہ ان کا فرمانا بے دلیل ہے کیونکہ کوئی نظیر انہوں نے نہیں دی پس چاہیے کہ ناظرین بوقت مطالعہ اعجاز عیسوی کو پیش رکھیں۔تاکہ انصاف کے لئے مفید ہو۔

اور چونکہ اس کتاب میں سواء جواب اعجازعیسوی کی یہ بھی کہ غرض ہے کہ بعض بعض جگہ لے اور اور لوگ جو اور اور طرح کے مہلک خیالات میں مبتلا ہیں ان کو بعض امورپر مشتبہ کیا جائے اس لئے اس کتاب میں چند اور مضامین بھی لکھے جاتے ہیں اور ۸ باب اور ۳۲ فصلی آئین مقرر ہوئی ہیں اور نام اس کا **ہدایت المسلمین** اس لئے رکھاہے کہ وہ مسلمان لوگ جو اعجاز اعجاز عیسوی اور تعلیم قرآنی کے سبب بھول میں ہیں اس کتاب سے کچھ ہدایت پائیں یہ کچھ تعلی کی بات نہیں ہیں میں نے نیک نیتی سے جس مطلب پر یہ کتاب لکھی ہے اسی مطلب پر نام بھی دیا ہے پر مولوی رحمت اللہ صاحب نے جو اعجاز عیسوی اپنی کتاب کا نام رکھا ہے یہ ٹھٹھ بازی ہے کیونکہ اس کتاب میں حضرت عیسیٰ کے اعجاز کا کچھ ذکر نہیں ہے بلکہ

توہین ہے اسی طرح دہلی کے امام صاحب نے عقوبت الضالین اپنی کتاب کا نام رکھا ہے اور یہ
بہت درست ہے کیونکہ ان کی نیت میں گمراہوں کو دکھ اور تکلیف اور عذاب دینا منظور تھا اور
کتاب میں ایسی ہی باتیں مرقوم بھی ہیں اس لئے وہ نام بھی مطابق واقع کے ہے پر ہدایت
الضالین جو ایک کتاب کا نام ہے اس کا ماخذ والا الضالین سورہ فاتحہ کا آخر معلوم ہوتا ہے جس
سے قرآن کے مصنف صاحب کا تعصب ظاہر ہوتا ہے پر میں نے مسلمانوں کو کسی بُری لفظ
سے یاد نہیں کرتا جو نام ان کا ہے وہی نام لے کر ان باتوں کو ان کے سامنے رکھتا ہوں جن کو
میں ہدایت جانتا ہوں پس مجھے اس نام سے معاف فرمادیں۔ وما علی الرسول الا
البلاغ

پہلا باب الہام کے بیان میں

کہ الہام کیا ہے اور اس کی کیسی ضرورت ہے اور وہ کیونکر اللہ دے یا جاتا ہے اور اس
کا ثبوت کیونکر ہوتا ہے کہ وہ الہام ہے۔

پہلی فصل الہام کی ضرورت کے بیان میں

واضح ہو کہ الہام کے معنی ہیں خدا کی طرف سے کسی بات کا معلوم ہونا۔ ہم تمام
عیسائی اور سب یہودی اور سارے مسلمان بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کی طرف سے اس
کے نبیوں اور رسولوں کو ضرور الہام دیا گیا ہے پر بعض لوگ دنیا میں ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ
الہام کی کچھ ضرورت ہی نہیں ہے کہ خدا دیوے آدمی اپنی عقل سے سب کام کرسکتے ہیں کیونکہ
آثار ارادہ جہاں میں موجود ہیں یعنی دنیاوی چیزوں کے دیکھنے سے اور اپنے اعضاء پر بھی فکر
کرنے سے ہم معلوم کرلیتے ہیں کہ فلاں شے اور فلاں عضو خداوند خدا نے فلاں مطلب یا فلاں ارادہ
سے موجود کیا ہے اور چونکہ انسان کے اندر خدا نے عقل کی ایسی روشنی رکھی ہے کہ جس سے وہ
نیک وبد میں تمیز کرسکتی ہیں پس کچھ ضرورت نہیں ہے کہ خدا کی طرف سے الہام بھی دیا
جائے کیونکہ اس کی کچھ حاجت نہیں ہے بغیر الہام کے بھی آدمی اپنا بندوبست مناسب آپ
کرسکتے ہیں صرف عقل کی مدد سے ان صاحبوں کو ہم عیسائیوں کی طرف سے یہ جواب ہے کہ
البتہ خداوند تعالیٰ نے خلقت میں آثار ارادہ ضرور نمایاں فرمائے ہیں اور عقل کا نفیس جوہر بھی
انسان کو عطا کیا ہے جس کے سبب (اگر عقل صحیح ہو) تو انسان نیک وبد میں تمیز کرسکتا
ہے تو اس پر بھی سارے بنی آدم محتاج ہیں اس بات کی کہ خدا کی طرف سے انہیں الہام دیا
جائے دلیل اس دعویٰ کی ہے کہ ہم سب آدمی جو اس جہان میں ہیں ضرور کسی مطلب کے لئے
پیدا کئے گئے ہیں ورنہ حکیم علے الاطلاق کا کام بے حکمت ٹھہریگا اور چونکہ اس کا کام ضرور ہے
کہ بے حکمت اور لغو نہ ہو پس کوئی نہ کوئی حکمت ہماری پیدائش میں ضرور ہی ہوگی۔ پر وہ
مطلب اور حکمت جس کے واسطے ہم پیدا ہوئے آپ کہتے ہو کہ عقل سے دریافت کرلو کیونکہ
جہاں میں آثار ارادہ اور انسان میں عقل موجود ہے گویا آپ نے فرض کیا ہے کہ آثار ارادہ ایک
ایسی کتاب ہے جس کے پڑھنے سے ہم اپنی پیدائش کی غرض کو دریافت کرسکتے ہیں لیکن
صاحب یہ آثار ارادہ ایسی کتاب ہے جس کے حروف کئی طور پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کے
کلمات طرح طرح کے معنی دیتے ہیں۔ اور جب سے یہ زمین آدمیوں سے آباد ہوئی ہے اور جہاں
تک جہان کا احوال دریافت ہوا ہے یوں معلوم ہوا ہے کہ اس آثار ارادہ سے تمام اہل عقل کبھی
اکثر امور ضروری میں بھی متفق نہیں ہوئی ہیں بلکہ ایک اہل عقل نے ایک وقت میں آثار
ارادہ کو ایک طرح پر سمجھا ہے دوسرے وقت میں اپنی پہلی عقل سمجھ سے توبہ کرکے ایک اور
ہی نئی سمجھ نکال لایا ہے اور ابتک یقین نہ ہوا کہ اصل مراد پر پہونچا یا نہیں۔ اگرچہ آثار ارادہ
بجائے خود خالق نے درست طور پر ظاہر کئے ہیں مگر آدمی کی عقل ہمیشہ بڑھتی گھٹتی ہے تو پھر
کس طرح ہوسکتا ہے کہ صرف عقل انسان اپنی رہبری سے ہماری امور عقبیٰ میں بھی کامل تسلی
کردے اور دلوں میں یقین پیدا کرکے ہم ٹھیک سچائی اور اصل مراد پر پہنچ گئے۔

سواء اس کی یہ بات ہے کہ چند امور جس کا دریافت کرنا ضرور ہے ایسے ہیں کہ صرف عقل سے ہر گز دریافت نہیں ہوسکتی اگرچہ عقل بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں کو اور بعض بڑی بڑی باتوں بتلاتی ہوئی ہمارے ساتھ پیدائش کے دن سے آج تک چلی آتی ہے مگر ان اصلی باتوں پر جن کا دریافت کرنا فرض عین ہے اور جن کے دریافت کے بغیر کسی طرح انسان تسلی پا نہیں سکتا جب ہم پہنچتے ہیں اس وقت یہ مجرد عقل ہمیں اکیلا چھوڑ کر الگ جا کھڑی ہوتی ہے اور بیقرار ہوجاتی ہے اور خود الہام مانگتی ہے اور وہ امور جو الہام طلب ہیں یہ ہیں۔

پہلا امر الہام طلب

ہم سب آدمی محتاج ہیں اس بات کے کہ اپنی ابتدا کو معلوم کریں کہ ہم کون ہیں اور کہاں تھے کس حالت میں تھے کہاں سے اس جہان میں آگئے ہیں تا کہ اپنی حالت سابقہ کو حالت موجودہ سے مقابلہ کرکے فکر یا شکر کریں۔

پس اب کوئی عقلمند اپنی عقل سے دریافت کرکے بتلادے کہ تم کہاں سے اور کس حالت سے اس جہان میں آئے ہو آج تک کسی عقلمند نے اپنی عقل سے ہماری ابتدا کا ٹھیک پتہ لگا کر نہیں بتلایا بلکہ سب حیرانی کی حالت میں رہے اور اگرچہ کسی نے کچھ اور کسی نے کچھ کہا اور طرح طرح کے امکان دکھلائے مگر یقین کے لائق بات کوئی نہ بتلاسکا اور نہ کسی کی مجال ہے کہ بتلاسکے اس معاملہ میں ہماری پہلی حاجت خدا کے سامنے پیش ہے کہ وہ ہماری ابتدا سے ہم کو آگاہی بخشے اور ہمیں حیران نہ چھوڑے کیونکہ عقل مجرد نے تو اس مقام پر صاف جواب دیدیا ہے اور عقلمندوں نے بہت خیالات جواز کے طور پر نکال کے دکھلائے اور بجائے یقین کے نا امیدی ہمارے دلوں میں پیدا کی ہے کہ ہم اپنے ابتدا کا حال دریافت ہی نہیں کرسکتے انکی عقلیں کئی ایک راہ سے دکھلاکے خود ہمارا منہ تکتی ہیں کہ کونسی بات پسند کرتے ہو یہ رہبر خود ہدایت کا محتاج ہے پس ضرور ہے کہ خدا بتادے چنانچہ اس نے بتلایا کہ میں نے ایک جوڑا آدمی کا خلاف عادت دنیاوی کے محض قدرت سے پیدا کرکے اس سے انسان کا تناسل جاری کیا ہے۔

دوسرا الہام طلب

ہمیں ضرور ہے کہ اپنے انجام کو معلوم کریں اس طرح کہ جب ہم یہ خاکی خیمہ چھوڑیں گے تو یہ ہماری روح باقی رہیگی یا فنا ہوجائیگی۔ بشرط بقائے روح ہم کس حالت میں پہنچیں گے آیا آرام میں ہونگے یا دکھ میں اور یہ آرام ودکھ ہمیں کس حساب سے ملیگا آیا ہمارے اعمال اور اعتقادات کا اثر ہوگا یا محض مرضی خالق سے ملیگا غرض سب احوال اس جہان کا جہان سب اگلے لوگ گئے اور ہم بھی جانیوالے ہیں ہمیں دریافت کرنا ضرور ہے اور ہماری روح میں یہ خواہش مرکوز ہے تا کہ انتظام کریں اگر ممکن ہے ورنہ بیفکر ہوجائیں اگر کچھ نہیں ہوسکتا اب کسی عقلمند کی عقل اس بات میں اگر ہوسکتا ہے تو تسلی کردے پس عقل سے یہ باتیں ہر گز ہر گز معلوم نہیں ہوسکتیں ضرور ہے کہ ہمارا خالق ومالک ہمارا انجام بھی بتلادے اور ہماری مدد کرے اگر نہ کرے تو ہم یا تو مثل جانوروں کے کھاپی کے مرجائیں گے یا محض اضطراب میں ہماری زندگی بسر ہوگی پس ضرور ہے کہ خدا بتلائے اور اس خواہش مرکوز فی الروح کی تکمیل کرے جو عقل سے ہر گز نہیں ہوسکتی سو اسے تبلایا ہے کہ بعد موت بدن کے روح فنا نہیں ہوتی ہے اور باقی رہتی ہے بلکہ تمہارے بدن بھی پھر تم کو ملیں گے اور جس قدرت سے سب کچھ موجود ہوا ہے وہی قدرت پھر تم کو زندہ کریگی تمہارے اعمال کا حساب ہوگا اور اپنے اپنے اعمال کے موافق جزا یا سزا پاؤ گے ایک شخص کے وسیلہ سے جو آنے والا ہے اور انسان اور خدا بھی ہے سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے۔

تیسرا امر الہام طلب

ہم محتاج ہیں اس ہدایت کے کہ ہمیں کوئی بتلائے کہ اپنے خالق کی عبادت کیونکر کریں اور کس طرح اس کی رضامندی حاصل ہو دنیا کے عقلمندوں کی عقل نے قسم قسم کی طور عبادت دکھلائی ہیں اور ہم دنیا کی قوموں کو مختلف طور پر عبادت کرتے دیکھتے ہیں اور یہ سب اطوار عقلوں نے ایجاد کئے ہیں پر عقل سے ہر گز دریافت نہیں ہوسکتا کہ خالق کس طرح کی عبادت سے خوش ہے یہ سب اطوار عبادت آدمیوں کے عسدیات ہیں پر اطمینان اور یقین کے لئے ضرور ہے کہ خود ہمارا خالق اپنی پرستش کا طور ہمیں بتلائے چنانچہ اس نے بذریعہ الہام کے یہ مشکل بھی ہماری آسان کی ہے ہمیں بتلایا ہے کہ خدا روح ہے اس کے پرستاروں کو چاہیے کہ روح وراستی سے سیدنا عیسیٰ مسیح میں ہوکے خدا کی عبادت کریں صرف یہی طور عبادت ہے جو خدا کو پسند ہے اور سب انسان کی بناوٹیں ہیں ان کا حاصل حرمان ہوگا پر خالق کی رضا مندی صرف ایک شخص کے وسیلہ سے حاصل ہوسکتی ہے جس کا نام پاک سیدنا عیسیٰ مسیح ہے۔

چوتھا امر الہام طلب

اور یہ سب سے بڑی بات ہے اور کوئی اہل عقل صرف اپنی عقلی حکمت سے ہر گز نہیں بتلاسکتا اور ہمارے سب کے لئے نہایت ضرور ہے کہ ہم اسے دریافت کریں وہ یہ ہے کہ ہم خدا کو کیا سمجھیں وہ ایک ہے یا کئی ایک ہیں اسکی قدرت مطلق ہے یا مقید ہے اس کی ذات کیسی ہے اور اس کے صفات کیا کیا ہیں آثار ارادہ اور موجودات کے دیکھنے سے اگرچہ اس کی ہستی پر عقل گواہی دیتی ہے مگر اس کی ذات اور صفات کی ضروری کیفیت نہیں دکھلاتی پس ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ خود مہربانی فرما کر بولے کہ میں تمہارا مالک ایسا ایسا ہوں میری نسبت ایسا اعتقاد رکھنا تمہیں مناسب اور واجب ہے پس یہ مشکل بھی آج تک اہل عقل سے حل نہ ہوئی تھی جو اس نے الہام میں حل کردی ہے اور یہ مشکل بھی اس طرح سے حل ہوئی کہ جس میں کسی ہوشیار اور منصف آدمی کی عقل کچھ تکرار نہیں کرسکتی ہے الہام سے جو پروردگار کی نسبت دریافت ہوا ہے اس کا حاصل ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو بالکنہ کماہو ہو دریافت کرنا تمام موجودات کے احاطہ قدرت سے عقلاً محال ہے اگر اس کے بالکنہ کماہو ہو کوئی انسان یا کوئی فرشتہ یا کوئی پیغمبر وغیرہ دریافت کرکے اپنے ذہن میں لا سکے تو وہ خدا ،خدا نہ رہیگا کیونکہ ہو ازلی وابدی اور غیر متناہی اور قیاس سے اور خیال اور گمان سے اور وہم سے نہایت بلند وبالا ہے پس محال ہے کہ وہ کسی کے ذہن میں بالکنہ سما سکے اور اس کا پورا علم اور اس کی ذات پاک کی پوری کیفیت محال ہے کہ ابد تک کسی مخلوق کی عقل کی ظرف میں آسکے اس لئے الہام نے یہ سکھلایا کہ تم امر محال کا خیال چھوڑدو پر چونکہ جس کو تم جانتے نہیں اسکی عبادت کرنا مشکل ہے اس لئے تم اپنے ظرف کے موافق اسے معلوم یہی کرو اور چونکہ تمہاری اور کل بنی آدم اور ملائکہ کی عقل بھی اس میں لاچار ہے اس لئے جو اعتقاد اس کے نسبت تمہیں وہ خود بتلاتا ہے اپنی روحوں میں تھام لو کہ اسی میں تمہاری زندگی ہے بعد اس اعتقاد کے صحیح نسبت اس سے جو خالق ہے حاصل ہو نہیں سکتی پس ہم اب الہام سے خدا کو پہچانتے اور جانتے ہیں جس قدر جاننا ہمیں واجب ہے پر جو ہمارا واجب نہیں ہے اور محال ہوا ہے اس میں ہم ہاتھ نہیں ڈالتے اہل عقل یا تو امر محال میں ہاتھ ڈال کے صرف حیرانی میں رہتے ہیں یا صرف عقل کی ہدایت سے جس قدر ان کے ذہن میں آتا ہے اسے پوجتے ہیں اور وہ بُت ہے پر ہم اسے ویسا جانتے ہیں جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ میں ایسا ایسا ہوں اور یہی عقل کی بھی صحیح ہدایت ہے کہ خدا ایسی طرح جانا جائے اور ایسا ہی جاننا خدا کو جاننا ہے۔

اگر کوئی کہے کہ پھر کیوں یہ الہام کے ماننے والے آپس میں خدا کی ذات اور صفات کی نسبت اختلاف رکھتے ہیں جواب یہ ہے اسی عقل مجرد کی پیروی کے سبب سے جس کو ہم خاص اس مقدمہ میں اپنا پیشوا بنانا جائز نہیں جانتے یہ اختلاف لوگوں میں پڑے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی عقل کو اس میں بھی دخل دیا ہو جہاں نہ دینا چاہیے تھا اسے لئے اختلاف پیدا ہوئے ہیں پر

جیسا کہ وہ اپنے الہام میں کہتا ہے کہ میں ایسا ہو ویسا مانتے تو کچھ اختلاف نہ تھا پر وہ تو اپنے ذہن میں اس کو لانا چاہتے ہیں جو کبھی نہیں آسکتا۔

پس معلوم ہوا ہے کہ یہ چار باتیں یعنی ہماری ابتدا اور انتہا یا انجام اور عبادت صحیح کا طور اور خدا کی نسبت صحیح اعتقاد ہو نہیں سکتا کہ کسی کی عقل بتلاسکے اور یہ نہایت ضروری باتیں ہیں اس ضرورت کے لئے واجب ہے کہ آدمیوں کو الہام دے اور یہ باتیں بتلادے۔

پانچواں امر الہام طلب

یہ بات بھی ہے کہ جو امور عقل سے متعلق ہیں اور جن کو عقل انسانی دریافت بھی کرسکتی ہے یا کرچکی ہے اور جس پر برائی یا بھلائی کا حکم بھی دے چکا ہے اس حکم کی تصدیق کے لئے یہی الہامی مہر کی ضرورت ہے اس لئے ضرور ہے کہ الہام دنیا میں کہیں دکھیں ہو پر ہم نے بہت سی دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ وہ پروردگار کا دیا ہوا الہام صرف کتب مقدسہ بائبل میں پایا جاتا ہے اور دنیا میں کہیں نہیں ہے۔

تنبیہ

کوئی نہ سمجھے کہ ہم لوگ عقل کو بالکل ناچیز جانتے ہیں مطلق اس پر بھروسہ نہیں رکھتے اور اسے ایک ناکارہ شے جانتے ہیں جیسا کہ ہمارے مخالف دشمنی سے ہمیں تہمت لگاتے ہیں) یہ بات غلط ہے ہم جانتے ہیں کہ عقل ایک ایسا عمدہ جوہر ہے کہ اسی کے سبب سے انسان کو حیوانات پر شرافت ہے اور اگر عقل نہ ہو تو الہام کی اطاعت بھی سر پر سے اٹھ جاتی ہے بلکہ یہ بھی تمیز نہیں رہتی کہ الہام اور غیر الہام کیا چیز ہیں پر ہماری غرض یہ ہے کہ عقل سلیم کی اطاعت بیشک ضرور ہے لیکن جن باتوں میں وہ لاچار ہے وہاں الہام کی حاجت ہے اور جہاں وہ دخل دے سکتی ہے وہاں بھی بہ سبب اس کے کہ عقول بنی آدم مدارج مختلفہ رکھتی ہیں اور ہمیشہ قسم قسم کے خیالات اور تجویزات پیش کرتے ہیں اور اس سبب سے وہاں بھی تذبذب رہتا ہے تو وہاں بھی الہام کی تصدیق یا عدم تصدیق سے عقل کی اصابت یا خطا ثابت ہوسکتی ہے پس عقل بجائے خود اور الہام بجائے خود مفید اور کارآمد چیزیں ہیں۔

الہام اور عقل کی مثال

توضیح اس مطلب کی یوں ہے کہ انسان کے لئے عقل بمنزلہ آنکھ کے ہے اور الہام بمنزلہ آفتاب کے ہے اگر آنکھیں ہوں اور سورج بھی نکلے تو اس جہان کی چیزوں کو اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں پر عقل مجرد بدوں الہام کے ایسی ہے کہ جیسے آنکھوں والا اندھیری رات میں ٹٹولتا ہے کیونکہ ہماری جسمانی آنکھیں بدوں آسمانی سورج کے صاف نہیں دیکھ سکتی ہیں اور ان چیزوں کو جو دور ہیں کچھ بھی دیکھ نہیں سکتیں اسی طرح ہماری باطنی آنکھیں یعنی عقلیں بدوں ربانی روشنی کے یعنی الہام کے ہرگز خیالات عقبیٰ کی طرف بلکہ اپنی حالت کی طرف بھی صاف نہیں دیکھ سکتیں اور جس طرح اندھا آدمی سورج کی روشنی سے کچھ نہیں دیکھ سکتا اسی طرح بدوں عقل کے الہام سے بھی مستفید نہیں ہوسکتے پس عقل اور الہام ہر دو کی ضرورت ہے نہ صرف عقل سے کام چلتا ہے اور نہ صرف الہام سے بلکہ اپنے اپنے مرتبہ پر اور دونوں کے اجتماع سے استفادہ کرنا ضرور ہے۔

بھلا میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی لاثانی عقلمند کاریگر کسی بیابان میں ایک شہر بسانے کے لئے عمارتیں تیار کرے اور ہر ایک گھر میں قسم قسم کی چیزیں اور طرح طرح کے اسباب تیار کرکے مع اپنے ساتھیوں کے وہاں سے چلا جائے اور اس ویران وسنسان شہر میں دس بیس لاکھ جنگلی آدمی جو اس کے برابر کی عقل نہیں رکھتے اور جنہوں نے ایسے سامان کبھی نہیں دیکھے وہاں پر بھیجدے تو وہ جنگلی جب اس شہر میں آئینگے تو کیا اس شہر کو اور ان سامان کو دیکھ کر حیران نہ ہونگے اور کیا خیال ہے کہ وہ سب چیزوں کا ویسا ہی استعمال کرینگے جس غرض سے وہ بنائی گئی ہیں جب تک انہیں بتلایا نہ جائیگا کہ فلاں چیز فلاں مطلب کے لئے ہے اگرچہ بہت

سی چیزوں کا استعمال مناسب بھی کرسکتے ہیں تو بھی بہت سے تماشے دکھلادینگی پر جب وہ کاریگر خود آکر یا اپنے بعض خدمتگزاروں کو بھیج کر یا ان جنگلیوں میں سے کسی کو ان چیزوں کے استعمال بتلاکے نہ سمجھادے تب تک ان اشیا کا استعمال مناسب نہ ہوگا پس ہم بھی اس دنیا کی چیزوں کا استعمال وخیالات کی درستی بغیر ہدایت الہیٰ کے نہیں کرسکتے ہیں۔

دیکھو ہم اپنے دنیاوی بادشاہ کے گھر کا احوال اور اسکے دل کا ارادہ صرف اسکے ٹھاٹھ کو دیکھ کر صرف عقل سے دریافت نہیں کرسکتے ہیں تو بادشاہوں کے بادشاہ کا بھید اور اس کا ارادہ صرف اس کی مخلوقات کو دیکھ کر کماحقہ کیونکر دریافت کرسکتے ہیں۔ یہ لوگ جو الہام کے منکر ہیں کیا یہ بھی نہیں سوچتے ہیں کہ ہماری مجرد عقل نے ہمیں کیسا سرکش اور مغرور بنایا ہے کہ ہم اپنے خالق کی رہبری کی پرواہ نہیں رکھتے گویا ہم یوں کہتے ہیں کہ اے خدا کچھ ضرورت نہیں ہے کہ تو ہم سے کچھ بولے یا ہمیں کچھ سکھلائے کیونکہ ہم ایسے عقلمند ہیں کہ تیری ہدایت کی حاجت نہیں ہو تیری مرضی اور تیرے دل کا ارادہ ہم صرف تیرے مخلوقات دنیاوی کو دیکھ کر معلوم کرسکتے ہیں کیونکہ ہمارے پانی کا ایک قطرہ تیرے سمندر کی کیفیت بتلاسکتا ہے۔

ہم لوگ جو عیسائی ہیں ایسی باتیں نہیں کرسکتے بلکہ ہمیشہ آسمانی ہدایت کے محتاج ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے خالق اور مالک نے جس جس چیز کی ہمیں ضرورت تھی سب کچھ عنایت کیا ہے اور الہام جس کی از بس ضرورت ہے اور جس کے بغیر راہ راست پر ہر گز نہ آسکتے تھے اس نے اپنے سچے رسولوں اور نبیوں کی معرفت ہم سب کے لئے بخش دیا ہے اور بائبل میں ہے اس لئے ہم اپنے خداوند کا شکر کرتے ہیں۔

دوسری فصل صحیح الہام کی شناخت وشرائط کے بیان میں

جن لوگوں کو خدا تعالیٰ الہام بخشتا ہے ہم انہیں الہامی شخص یا رسول اللہ یا نبی لوگ کہتے ہیں پر وہ سب آپس میں برابر نہیں ہیں بعض کے منصب چھوٹے ہیں اور بعض کے مراتب بلند ہیں بعض کو خدا نے بہت سا الہام دیکر بڑی قدرت اور جلال سے ممتاز کیا ہے اور بعض کو ان کا معاون اور مددگار بنایا ہے اور بعض کو کسی خاص امر میں الہام دیا ہے اور بعض کو تمام جہان کے لئے بہت سے الہام عطا کیا ہے اس لئے الہامی شخصوں کے علامات اور شرائط عموماً بیان کرنا مشکل ہے تاہم ضرور ہے کہ شخص الہامی شرائط وعلامات مندرجہ ذیل میں سے تمام شرطیں یا کچھ نہ کچھ رکھتا ہوا گر کچھ بھی اس میں نہ ہو تو وہ شخص الہامی ثابت ہونا مشکل ہوگا بلکہ ہر گز الہامی نہ ہوگا۔

پہلی شرط

یہ ہے کہ وہ شخص صاحب معجزات ہو یا دوسرا شخص معجزہ والا اس پر گواہی دے یا معجزوں والا شخص اس الہامی شخص پر جس نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا رضامندی کے سکوت فرمائے تو وہ شخص بغیر معجزہ کا بھی ضرور الہامی ہے بموجب اپنے دعویٰ کے یوحنا (حضرت یحییٰ) بپتسمہ دینے والے نے کوئی معجزہ نہیں دکھلایا پر سیدنا عیسیٰ مسیح نے جو بڑے معجزوں والا تھا اس پر گواہی دی ہے اس کے سوا تین شرطیں آئندہ اس میں ضرور موجود ہیں۔

معجزہ کے معنی ہیں وہ امر خلاف عادت جو محض خدا کی طاقت سے ہوسکے انسان اور حیوان اور فرشتے اور شیاطین وغیرہ سے وہ کام نہ ہوسکے مثلاً مردے کا زندہ کرنا، اندھے کو قدرت سے آنکھیں دینا گونگے کو زبان عنایت کرنا ہوا اور دریا کو تھامنا وغیرہ۔

بعض وقت شعبدہ باز لوگ اور جادو گر بھی کچھ قدرت ظاہر کرکے معجزوں کا دعویٰ کیا کرتے ہیں پر چونکہ ان کے کام طاقت بشری اور شیطانی سے خارج نہیں ہوتے ہیں اس لئے معجزہ کی حد سے خارج ہیں ہاں عوام الناس کو ان امور میں اور معجزوں میں تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے تاہم سلیم العقل لوگ فوراً یا بعد تامل تمیز کرسکتے ہیں کہ یہ امر الہیٰ طاقت سے ہے یا غیر کی قدرت سے ہے مثلاً ایک لنگڑے کی ٹانگ لگادینا کہ وہ باقی عمر دو ٹانگ کا آدمی ہوکے جئے یا ایک مُردے کو قبر سے نکال کر پھر دنیا میں چھوڑ دینا سوا خدا کے اور کسی سے ہو نہیں سکتا۔

دیکھو شروع میں حضرت موسیٰ نے مصر میں عجیب وغریب معجزے دکھلائے اور جادو گروں نے بھی ایسی ایسی بہت سی باتیں دکھلائیں مگر چونکہ موسیٰ کے کئی ایک معجزے اس قسم کے تھے کہ جادو گر لاچار ہوگئے اس لئے حضرت موسیٰ کے سب معجزے قدرت الہیٰ کے ثابت ہوئے کوئی کہتا ہے کہ جہان میں کبھی معجزات ہوئے ہی نہیں ورنہ اب کیوں وقوع میں نہیں ہوتے اگلا زمانہ جہالت کا تھا یہ اس وقت کی باتیں ہیں اس لئے قابل یقین کے نہیں ہیں پس یہ اس کا کہنا کہ اب کیوں وقوع میں نہیں آتے اور وہ زمانہ جہالت کا تھا بے غور بات ہے سو جاننا چاہیے کہ معجزہ اس کام کو کہتے ہیں جو خلاف عادت قدرت الہیٰ سے وقوع میں آئے پس اگر ہر زمانہ میں وہ ہوا کرتا یا کچھ کچھ مدت کے بعد ہوتا رہتا وہ وہ کام خلاف عادت نہ ہوتا۔ بلکہ عادت میں داخل ہوجاتا جیسے دمدار ستارہ کبھی کبھی نکلا کرتا ہے اور اسے کوئی معجزہ نہیں جانتا اسی طرح اس عادی بات کو معجزہ نہ جانتے اور اس سے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

وہ ایسی بات ہوجاتی جیسے رات دن یا سورج وچاند گہن وغیرہ امور عادی ہیں ضرور ہے کہ معجزہ ہر زمانہ میں ظاہر نہ ہوا کرے اور یہ بھی ضرور ہے کہ ایک دفعہ ظاہر ہوکے بند بھی ہوجائے ورنہ ایسا ہوجائیگا جیسے آسمان اور زمین کا پیدا ہونا جو ایک دفعہ پیدا ہوکے اب تک قائم ہیں اور اہل عقل کو ان کی قدامت وحداثت میں تردد پڑگیا ہے پس ضرور ہے کہ معجزہ کئی بار اور کئی صورتوں میں ایسے طور سے ظاہر ہو کہ نہ عادت ٹھہر سکے اور نہ مثل پیدائش جہان کے ہوئے بلکہ یہ ثابت کرے کہ قادر مطلق کی قدرت جو عادت کے توڑنے پر بھی قادر ہے جہان میں متصرف ہے۔

حضرت موسیٰ کے عہد میں یہ قدرت کئی بار وقوع میں آئی اور اس کے بعد بھی کبھی کبھی اس کا ظہور ہوا آخر کو بڑے زور وشور سے یہ قدرت سیدنا مسیح میں اور ان کے شاگردوں میں ظاہر ہوئی پر اب یہ قدرت اس طرح سے بند ہے ہاں ایک دوسری طرح سے آج تک کلیسیا (جماعت) دیکھی جاتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ معجزات نہ تو عادت ہیں اور نہ ایک ہی دفعہ ان کا وقوع ہے پر جب خدا چاہتا ہے تب اس کا ظہور ہوتا ہے۔

اور اب اس لئے ظاہر نہیں ہوتی ہے کہ ضرورت نہیں ہے پرانے عہد نامہ کی بنیاد کے وقت ضرورت تھی اور نئے عہد نامہ کی بنیاد کے وقت بھی ضرورت تھی جب کلیسیا (جماعت) قائم ہوگئی اور الہیٰ مرضی آدمیوں تک پہنچ گئی اور کلیسیا نے خدا کو جان لیا اور اس کے کلام کو تھام لیا تو اب اس کی ضرورت نہ رہی ضرورت وہ نہیں ہے کہ آدمی ضرورت سمجھے پر ضرورت وہ ہے جو خدا ضرورت سمجھے۔

اور یہ کہنا کہ وہ زمانہ جہالت کا تھا یہ بھی بیفکری کی بات ہے مصر میں اس زمانہ کے اندر اس قدر علم اور ہنر کا چرچا تھا کہ آج تک اس دانائی کے نشانات مصر میں ظاہر ہوتے ہیں اور اہل تواریخ مصر کو تمام علموں کا مخزن بتلاتے ہیں اور آج تک مصر کے پرانے نوشتوں سے حضرت موسیٰ کے عمدہ حالات کی گواہی ملتی ہے۔

آخر میں جب ہمارے آقا ومولا سیدنا عیسیٰ مسیح نے معجزے دکھلائے تو ملک یونان میں علم کی ایسی ترقی تھی کہ ظاہر ہے کہ خاص یروشلم میں صدہا آدمی یونانی پڑھے ہوئے موجود تھے اور رومیوں میں بھی بڑی دانائی تھی بار بار انجیل شریف میں یونانیوں کی حکمت کا ذکر آتا ہے پس ہر گز نہیں کہہ سکتے کہ جہالت کے دن تھے ہاں بعض ملکوں میں ایسا بھی ہوا ہے مثلاً عرب میں یا لنکا کے مقام پر یا اور جگہ بھی باطل مذاہب کے مرشدوں کی کہانیاں عوام نے بنائی ہیں

اور معجزہ کوجو ایک بڑی سنجیدہ قدرت کا ظہور ہے بات بات میں بیان کیا ہے جس کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ بناوٹ ہے پر وہ باتیں ان واقعات سے کچھ نسبت نہیں رکھتی ان پر ان کو بھی قیاس کرنا خطا ہے۔

پس ابتدا معجزات کی علم کی روشنی کے وقت میں ہوئی ہے اور انتہا معجزات کی بھی علم کی ترقی کے عہد میں ہوئی ہے اور کچھ چھپ چھپ کر بھی یہ نہیں ہوا بلکہ بڑے ممتاز شہر مصر میں اور یروشلم میں اور اور جگہ صدہا مردم کے سامنے یہ قدرت ظاہر ہوئی ہے۔ پس یہ قدرت ضرور ظہور میں آئی ہے اور یہ علامت ہے شخص الہامی کی اور یہ قدرت ظاہر کرتی ہے اس بات کو کہ یہ مدعی الہام جو اس قدرت کے ساتھ ہے ضرور مطلق خدا سے ایک خاص علاقہ رکھتا ہے اس لئے کچھ وہ کہتا ہے ضرور خدا سے سن کر کہتا ہے۔

دوسری شرط

الہامی شخص کے لئے پیشینگوئی ہے یعنی وہ شخص کوئی غیب کی بات الہام سے دریافت کرکے ایسی کہے جو فراست وقیافہ اور موقع بینی سے نہ ہو اور اس کے بیان کے مطابق ظہور پائے تو وہ بات ضرور اس کو خدا نے بتلائی ہوگی چنانچہ عہد عتیق وجدید میں ایسی پیشین گوئیاں نبیوں کی بہت سی مذکور ہیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری بھی ہوئی ہیں اور بعض باقی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوتی جاتی ہیں پس یہ باتیں ان نبیوں کی صداقت پر تسلی بخش گواہ ہیں۔

تیسری شرط

شخص الہامی کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنی باتوں سے اور اپنی تعلیم سے اور اپنے چال چلن سے خود غرضہ ثابت نہ ہو بلکہ نیک بندہ خوش چلن آدمی ہو بری چال کا آدمی ضرور مکار ہے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ پہلے بریُ چال تھی پر جب پروردگار کا فضل اس پر ہوا وہ سدھر گیا اور اپنی نیت اور ارادہ اور افعال سے خاص شخص ہوگیا حاصل یہ ہے کہ بھلا آدمی ہو اور اس کی نیت لچر نہ ہو۔

چوتھی شرط

الہامی شخص کے لئے یہ ہے کہ اس کی تعلیم کے مضامین محکمات عقل سے بعید نہ ہوں ہاں وہ باتیں جو عقل سے دریافت ہو ہی نہیں سکتی اگر وہ ان کی بابت امکان عقلی دکھلائے اور ساری تعلیم اس کی جو محکمات سے ہے تو وہ سب عقل بھی قبول کرتی ہے کیونکہ وہ اچھی باتیں سکھلاتا ہے اور اس کی تعلیم لوگوں کے دلوں پر پاک اثر پیدا کرتی ہے عضہ عضب کینہ بخل حسد ودغا ریاکاری دلوں سے نکلتی ہے رحم محبت صبر خوش اخلاقی خدا پرستی توکل نیکی دلوں میں اس کی تعلیم سے پیدا ہوتی ہے الہیٰ وعدوں کو دل قبول کرتا ہے جسمانیت روحانیت کی مغلوب ہوتی ہے عقلوں پر سے تاریکی ہٹتی ہے روشنی آتی ہے مردہ دلوں میں زندگی آجاتی ہے ایسی ایسی تاثیریں اس کی تعلیم سے ہونی چاہئیں تب ضرور وہ شخص الہامی ہے اور خدا کا کلام اس کی زبان سے نکلتا ہے کیونکہ بدوں خدا کے کلام کے ہو نہیں سکتا کہ ایسی تاثیریں کسی شاعر یا نشان یا فصیح آدمی سے ظاہر ہوں پس بائبل اسی طرح کی تاثیرات اپنے مومنین کے دلوں میں دکھلاتی ہے اور اس کے نہ صرف ہم مگر مخالف بھی گواہ ہیں اس لئے بائبل ضرور خدا کا کلام ہے اور جن لوگوں کے وسیلہ سے یہ ملا ہے وہ الہامی تھے انہوں نے ان باتوں کو خدا سے پایا اور ہماری بہتری کے لئے قلم بند کیا یہ کچھ بات نہیں ہے کہ سب الہامی شخص معصوم اور پاک ہوں جیسے عیسیٰ مسیح پاک تھے۔ کیونکہ سوا سیدنا عیسیٰ مسیح کے دنیا میں کوئی آدمی پاک ظاہر نہیں ہوا پیغمبروں سے بھی گناہ ہوگئے لیکن صرف ابن اللہ گناہ سے الگ رہے کیونکہ وہی اکیلے قدوس ہیں اور سب کی نجات انہیں کی ذات پاک پر موقوف ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ مدعی الہام گناہوں میں پھنسا نہ رہتا ہوا اگر احیاناً ناطاقی کے یا بمقتضائے بشریت کے

گناہ میں پھنس بھی جائے توفوراً توبہ کرکے پروردگار کے سامنے نادم ہوئے اوراپنے گناہ کا اقرار کرکے خدا سے معافی طلب کرے۔

تو یہ امر اسکے الہامی ہونے میں مخل نہیں ہے ہا اگروہ گناہ میں رہنا پسند کرے اوران باتوں میں جن کو عقل سلیم بدوں الہام بھی گناہ جانتی ہے دہساری اور کہے کہ یو نہیں خدا کا حکم ہے تووہ ہر گز ہر گز الہامی نہیں ہے بلکہ فریبی ہے یا خود فریب خوردہ ہے اور فریب سے اپنی نفسانی غرضیںن پوری کیا چاہتاہے ان چار علامتوں سے الہامی اشخاص اورالہامی کتاب معلوم ہوسکتی ہے اس لئے کہ خدا قادر مطلق اور قدوس اور عالم الغیب ہے پس اس کا کلام بھی قدرت اور پاکیز گی اورہمہ دانی اور تاثیر کے ساتھ ہوگا نہ یہ باتیں سوائے بائبل کے اورکہیں نہیں ہیں۔

تیسری فصل الہام کی صورتوں اور فائدوں کے بیان میں

جب اپنے بندوں کو خدا تعالیٰ الہام دیتا ہے تواس کے لئے کوئی خاص صورت مقرر نہیں ہے۔ پر کئی صورتوں سے الہام دیا گیاہے۔

(۱) کبھی خدا تعالیٰ اپنے کسی فرشتہ کو بھیجتاہے اور وہ فرشتہ خدا کا پیغام اس بندہ کو پہنچاتا ہے۔

(۲) کبھی صرف ایک غیبی آوازآتی ہے جسے وہ الہامی شخص مستفید ہوتاہے اور دوسروں کو بھی مستفید کرتاہے۔

(۳) کبھی خود خداوند تعالیٰ اس شخص الہامی سے باتیں کرتاہے بدوں کسی کے وسیلہ کے۔

(۴) کبھی سوتے وقت اس الہامی شخص کو کسی بات کی آگاہی خدا بخشتاہے جسے خواب کہتے ہیں۔

(۵) کبھی بیداری کی حالت میں ایک ایسا انکشاف ہوتاہے کہ کچھ دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں اورجواب سوال بھی ہوجاتےہیں یہ رویاہے پس یہ صورتیں الہام کے وقوع کی ہیں اورایک اور بھی صورت ہے کہ خدا کی روح آدمی کے دل میں سکونت کرکے اس سے الہامی باتوں کو ظاہر کراتی ہے خواہ وہ خدا کی روح سے لکھتاہے یا مجالس میں بولتاہے یا کسی خاص شخص کوالہیٰ پیغام پہنچاتاہے۔

اور چونکہ الہام خدا کی طرف سے انبیاء کو عقول اورقلوب پر ایک نہایت جلیل فیضان ہے اس لئے اس سے فوائد ذیل حاصل ہوتےہیں۔

(۱) وہ بعض باتیں جن کی نسبت صحیح اعتقاد رکھنا واجب ہے اورانسان کی عقل سے کبھی دریافت نہیں ہوسکتیں الہام ان سب باتوں کو بیان کرتاہے۔

(۲) جو باتیں عقل سے دریافت ہوتی ہیں ان کی نسبت الہام سے عقل کی اصابیت یا خطا ظاہر ہوتی ہے۔

(۳) جب امور معلوملہ اورحکایات دیدہ وشنید کو بھی صاحب الہام شخص بذریعہ اس الہام وہند روح کی جو ان میں بستی ہے بیان کرتےہیں تو اسکے بیان میں خطا وغلطی سے بچائی جاتی ہیں اور وہ مورافراط تفریط سے بچ کر معرض بیان میں آتےہیں اور انسانی بھول چوک سے بچ جاتےہیں ۔

(۴) زمانہ گذشتہ کے واقعات بھی صفائی اور درستی کے ساتھ بذریعہ الہام کے یاد دلائے جاتے ہیں۔

(۵)دقیق مسائل اور باریک وعمدہ نکتے اور باطنی مرادیں بطور تفسیر کے بذریعہ الہام سمجھائے جاتےہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ الہام کے واسطے یہ بات کچھ ضروری نہیں ہے کہ الہام کا لفظ لفظ خدا کاہو بلکہ مضمون خدا کی طرف سے القا ہوتےہیں یا کسی اور طرف سے بتلائے جاتےہیں اور رسول لوگ اپنے محاورات اور اپنی اپنی عبادت میں ان مضامین کو ادا کرکے سنادیتےہیں یالکھ

دیتے ہیں پس عبارتیں رسولوں کی اور مضامین خدا کے ہوتے ہیں اگرچہ کہیں کہیں لفظ بھی خدا کے ہوں پر وہ سب کلام الہیٰ ہے۔

چوتھی فصل اس بیان میں کہ مذہب الہامی دنیا میں کونسا ہے جو خدا سے ہے

واضح ہو کہ دنیا میں کئی مذہب آگے بھی ہو چکے ہیں اور اب بھی ہیں اور آئندہ بھی شاید اورمذاہب نکلیں اس لئے تمام دنیا کے مذاہب کا ذکر مشکل ہے اور یہ بھی کچھ مفید بات نہیں ہے کہ دنیا کے سب چھوٹے بڑے مذہب بیان کئے جائیں کیونکہ بہت سے مذہب صریح البطلان ہیں پر یوں کہنا بس ہے کہ دنیا کے سب مذاہب تین قسم کے ہیں یا تو ان کی بنیاد عقل پر ہے جہل پر ہے یا عقل والہام پر جن کی بنیاد محض عقل پر ہے وہ توجہ کے لائق نہیں ہیں چنانچہ فصل اول میں بیان ہوچکا کہ اکیلی عقل اس معاملہ میں کافی نہیں ہے۔ جن مذہبوں کی بنیاد صرف نادانی پر ہے جیسے بت پرستی وغیرہ ان کے نسبت بھی یہاں تقریر کرنا عبث ہے پر جنکی بنیاد عقل والہام پر سمجھی جاتی ہے وہ لائق فکر کے ہیں کیونکہ وہ تین مذہب ہیں جن میں بڑی جدائی ہے۔

یہودی الہام کے مدعی ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نے الہام سے یہ دین ہمیں بخشا ہے اور ہماری کتابیں خدا کی طرف سے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ یہ ان کا دعویٰ برحق ہے کیونکہ جو کتابیں ان کے پاس ہیں جن کو وہ کلام اللہ جانتے ہیں انکے مصنف صاحب الہام شخص تھے اور فصل دوم میں جو علامات اور شرائط الہامی شخصوں کی مذکور ہیں اور ان میں بخوبی پائے جاتے ہیں جس کا دل چاہے ٹٹول کے دیکھ لو اس لئے ہم ایمان لاتے ہیں کہ یہودیوں کی پاک کتابیں خدا سے ہیں پر انکی حدیثوں کا چنداں اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہی آدمیوں کی باتیں ہیں (البتہ یہودیوں کی پاک کتابوں سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ وہ تکمیل طلب ہیں جب تک خدا تعالیٰ کچھ اور مضامین ان کے ساتھ شامل نہ کرے تب تک پوری مرضی الہیٰ ان سے ظاہر نہیں ہوسکتی کیونکہ کئی ایک آیتیں ان کتابوں میں ایسی ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتاہے کہ وہ سب کسی تعلیم آئندہ کی اور کسی شخص آئندہ کے منتظر ہیں وہ کتابیں ابھارتی ہیں کہ ان کی مومنین کسی آنے والے نجات دہندہ کی انتظاری کریں اسی واسطے یہودی لوگ ہمیشہ مسیح کے منتظر رہے اور اب تک کسی وہمی مسیح کے منتظر ہیں۔

اور یہ جو ایک مسلمان مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ داؤد نے کہا ہے کہ خداوند کی توریت کامل ہے اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ کسی آنیوالے کی منتظر نہیں ہے اور وہ تکمیل طلب نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس کی مضامنین برحق اور مفید اور سچے ہیں اور داؤد بہت ہی زیادہ مسیح کا منتظر تھا۔

عیسایئوں کے پاس جو عہد جدید کی کتابیں ہیں ان کے مصنف بھی الہامی تھے اگرچہ لوقا ومرقس الہامی شخص نہ تھے پر الہامیوں کے ساتھی اور ہم خدمت تھے اور یہ بھی نہیں کہتے کہ ہمیں الہام ہوا ہے نہ کوئی عیسائی کہتاہے کہ ان کو الہام ہواہے پر سب یہ کہتے ہیں کہ اہل الہام سے بلاواسطہ انہوں نے خود دریافت کرکے اپنی انجیلوں کو لکھاہے باقی سب صاحب الہام تھے متی و یوحنا پطرس ویہوداہ اور پولوس مشرکین کا رسول مقبول اور یعقوب اگرچہ حواری نہ تھا مگر صاحب الہام شخص تھا پنتیکوست کے دن اس نے خدا کی روح پائی تھی۔

ان مصنفوں میں فصل دوم کی شرطیں بخوبی پائی جاتی ہیں کوئی اس میں دم نہیں مارسکتا (اور ان مصنفوں کی کتابیں یہودیوں کی کتابوں کی بخوبی تکمیل کرتی ہیں مغزااور پوست کی نسبت ان میں ہے اس لئے ہم اس سارے مجموعہ کو خدا کا کلام جانتے ہیں اوراس مجموعہ سے بہتر کتاب کوئی دنیا میں موجود نہیں ہے خدا کی عجیب قدرت اور حکمت اور پاکیزگی اور ہدایت اسی کتاب سے ظاہر ہے یہی تعلیم ہے جو آدمی کو سدھارتی ہے اوراس کی روح کی

خواہشوں کو پورا کرتی ہے۔ اوریہی کتاب ہے جو نجات کی راہ صاف دکھلاتی ہے ساری دنیا میں
اسی کتاب سے روشنی اورزندگی ہے جہاں کہیں یہ کتاب ہے وہاں روشنی ہے جس گھر میں جس
ملک میں جس دل میں اس کتاب کی تاثیر ہے وہاں زندگی اور روشنی اور خوبی ہے اورجہاں اس
کی تاثیر نہیں ہے وہ وہاں اندھیرا اورموت ہے ناظرین آپ ہی انصاف سے غور کرکے دیکھ
لیں ان قوموں اورملکوں اور خاندانوں کو جو بائبل کے سایہ میں ہیں کہ وہاں کیا کیا خوبیاں بستی
ہیں اوران ملکوں اور قوموں اور خاندانوں پر بھی غور کریں جہاں بائبل نہیں ہے کہ کیسی حالت
میں وہ ہیں البتہ بدکاری اور نیکوکاری توہرملک میں ہے پرعیسائی ملک کی بدکاری اور نیکوکاری
کس طرح کی ہے اور غیر عیسائی ممالک کی نیکوکاری اور بدکاری کا کیا حال ہے بچشم غور یہ لطف
نظر آتا ہے۔

تیسرا فرقہ محمدیوں کا ہے جو تھوڑے دنوں سے دنیا میں نکلا جس کا بانی محمد صاحب
ہے یہ لوگ بھی الہام کے مدعی ہیں پر عقل کوالہام کا حاکم بتلاتے ہیں اورالہام کو عقل کا محکوم
خیال کرتے ہیں اسلئے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب تک سب کچھ عقل میں نہ آئے قبول نہ کرینگے حالانکہ
بہت سی باتیں مثلاًوحدت الہیٰ اور خدا کی صفات کا نہ عین ذات ہونا نہ غیر ذات وغیرہ ثبوت
کومانتے ہیں اس فرقے کے بانی مبانی جو محمد صاحب ہیں ان میں شخص الہامی کی شرطیں مطلقاً
پائی نہیں جاتی بلکہ اس کا خلاف زیادہ ترثابت ہے اور ان کی تعلیم کی تاثیرات اچھی نہیں ہیں
اگرچہ وہ اوران کا قرآن اس بات کا قائل ہے کہ کتب مقدسہ یہود و نصاریٰ خدا سے تھے اورانہیں
الہام ہواہے اوران کی کتابیں ہدایت اور نور ہیں پر جیسے عیسائیوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ
خدا کے کلام سابق کو شامل کرکے ایمان کا ایک مجموعہ بنالیا ہے محمدی لوگ اپنے قرآن کو اس
مجموعہ کے ساتھ ملاکے قبول نہیں کرسکتے کیونکہ اس مجموعہ کی تعلیم اوراس قرآن کی تعلیم میں
زمین آسمان کا فرق ہے اس کے اور اسکے حاصل میں بتائیں ہیں۔

پس واجب ولازم تویوں تھا کہ اس بتاین کے سبب اور محمد صاحب کی حالت اور
تعلیم کے دیکھنے کے سبب انصاف کی راہ سے اپنی جان بچانے کے لئے اہل اسلام قرآن کو اور
محمد صاحب کو چھوڑدیتے اوراس پاک سلسلہ انبیاء کے ساتھ ہولیتے ۔(چنانچہ جو کوئی ان باتوں پر
فکر کرتاہے وہ توضرور توبہ کرکے ان میں سے نکل آتا ہے) پر وہ لوگ جنہیں اسلام میں پیدا
ہونے کے سبب اپنے مذہب کی پاسداری منظور ہے یا طبعیت میں حق پسندی نہیں ہے یا
لڑکپن سے اس تعلیم کی خوگرہوکے اس کے بند میں بیڈھب پھنسے ہیں ہر گز نکلنا نہیں چاہتے
بلکہ پروردگار سے لڑائی کرنے کے مستعد ہیں اور جب ان سے کہا جائے کہ بھائیو خدا کے کلام کو
کیوں تم قبول نہیں کرتے توکچھ نہ کچھ عذر کرنا تو واجب ہے پس وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ کلام
محرف ہے۔ بدل گیا ہے یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں کو بگاڑ ڈالا ہے اسلئے وہ اعتبار کے لائق
نہیں رہا یہ تحریف کا عذر اس قوم میں شروع ہی سے محمد صاحب کا سکھلایا ہواہے تو بھی ہم
محمد صاحب کو اس بارہ میں زیادہ الزام نہیں دیتے کیونکہ ان کی عبارت میں یہ دعویٰ اس طرح
سے بیان میں ہوا ہے جس طرح سے اب اہل اسلام اس کا ذکر کرتے ہیں محمد صاحب کا یہ بیان
ہے کہ یہود نصاریٰ اپنی کتابوں کی بعض عبارتوں کے معنی بیان کرتے ہیں دیدہ دانستہ تحریف
کرتے ہیں یعنی مطلب اور کچھ ہوتاہے اور وہ کچھ اور بات کہتے ہیں یعنی تحریف معنوی ہوتی ہے
نہ یہ کہ عبارت میں کلام الہیٰ کے بدل ڈالتے ہیں اس مطلب پر قرآن کے مفسر بھی گواہ ہیں کہ
حضرت کا یہی منشا تھا چنانچہ ہمارے بھائی مولوی صفدر علی صاحب کے " نیاز نامہ" میں اس
بات کا ذکر خوب ہو گیا ہے مگر یہ بات اس وقت مسلمانوں کو مجبور کرتی ہے کہ وہ خدا کے کلام
پر ایمان لائیں اوراسے صحیح سلامت مانکر اس کی ٹھیک تفسیر دریافت کریں۔

اور اگر وہ یہ کریں تو محمد صاحب اور قرآن ہاتھ سے جاتاہے اس لئے انہوں نے شور
مچایا ہے کہ خدا کا کلام صحیح سلامت نہیں ہے اس میں لفظی تحریف ہوئی ہے اگرچہ وہ لفظی

تحریف کا دعویٰ محمد صاحب کے بیان میں سے نہیں نکال سکتے کیونکہ وہاں تحریف معنوی کا ذکر ہے جو عیسائیوں کے حق میں ہر گز مضر نہیں ہے۔

اس لئے کہنا چاہیے کہ یہ ان مسلمانوں کا بیان ہے کہ کلام خدا میں تحریف لفظی ہوئی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ لفظ تحریف عام ہے معنوی اور لفظی کو بھی شامل ہے اگرچہ یہ ان کا تحکم قبول بھی کیا جائے تو ایک اور بحث درپیش ہے کہ آیا تحریف لفظی جو ہوئی ہے وہ عمداً ہوئی یا کسی کسی لفظ میں کتابتوں کے وقت کاتبوں سے سہو ہوئی ہیں تب وہ کہتے ہیں کہ یہ بات بھی عام ہے عمدی ہو یا سہوی مگر قرآن میں عمداً کی قید ہے کہ وہم یعلمون یہ بھی ان مسلمانوں کی ہٹ دھرمی ہے کہ صریح عمداً کی قید میں سہو کا تب کو بھی داخل کرتے ہیں جب سب پرانی کتابوں میں ہوتی ہیں۔

پس دعویٰ ہے کہ کسی قدر فیصلہ ہونا چاہیے پہلی بات ہم کہتے ہیں کہ محمد صاحب کا الزام اس قوت کو تحریف معنوی پر تھا نہ تحریف لفظی پر اور یہ الزام اگر صحیح بھی ہو تو کلام خدا پر کچھ عجیب عاید نہیں ہے مگر ان مفسروں پر جنہوں نے غلط معنی حضرت کو سنائے۔

مسلمان یہ کہتے ہیں کہ نہیں تحریف لفظی پر بھی الزام تھا اور کلام الہیٰ میں تحریف لفظی ہوئی ہے ہمارا بیان ہے کہ اچھا اگر ایسا ہے تو اسکا ثبوت لاؤ۔

پر ہم پوچھتے ہیں کہ لفظی عمدی ہوئی ہے یا لفظی سہوی وہ کہتے ہیں کہ دونوں قسم کی ہوئی ہے قسم دوم پر ہماری کچھ پروا نہیں ہے چاہیں وہ دس بیس جگہ دکھلادیں وہ بات نقصان کی نہیں ہے۔

اور یہ وہی بات ہے جس کا ذکر مولوی سید محمد صاحب نے کیا ہے کہ عماد الدین بعض مقام کو تسلیم کرتا چلا جاتا ہے اور سہو کا تب پر ڈال دیتا ہے یہ بات سچ ہے پر یہ تحریف نہیں ہے ہمیں عمدی لفظی تحریف کا ثبوت اہل اسلام سے مطلب ہے یا تو دئیں یا اس باطل دعویٰ سے توبہ کریں آج تک انہوں نے اس کا ثبوت نہیں دیا اور نہ قیامت تک دے سکتے ہیں کیونکہ جو بات نہیں ہے اسے ثابت کیونکر کرسکتے ہیں۔

اس دعوے کے ثبوت میں سب سے بڑی کتاب ان کے پاس اعجاز عیسوی ہے جو خدا کی پاک کتابوں پر دھوکھے بازی کے ساتھ عیب لگاتی ہے اس لئے اب خدا سے مدد مانگ کر اسکی طرف توجہ کرتا ہوں اور اس میں تحریف لفظی عمدہ ٹٹولتا ہوں اور قسم کی باتوں پر میرا خیال بہت ہی کم ہے۔

دوسرا باب اعجاز عیسوی کے دیباچہ اور اس کے مقدمہ کے جواب میں

فصل اول

اس کے دیباچہ کے جواب میں جس میں مولوی صاحب نے پانچ امر بیان کئے ہیں۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر پادری صاحب صرف کتب مقدسہ کے ترجمہ تقسیم کرنے اور ان کے سنانے پر اکتفا کرتے تو مسلمانوں کو ان سے کچھ تعرض نہ ہوتا لیکن وہ تو اصول ملت اسلامیہ پر اپنی تحریر و تقریر میں اعتراض کرتے ہیں اور ان کے زبان و قلم پر داہی تباہی اعتراض نسبت محمد صاحب کے گذرتے ہیں اور ان کے چند مسائل میں تحریف کا بڑا مسئلہ ہے اور حق بھی یہ ہے کہ باقی ان کے سب مسئلے اس کے فروع ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ایک رسالہ مستقلہ لکھا جائے سو یہ اعجاز عیسوی لکھی گئی۔

میں کہتا ہوں کہ جو اعتراض عیسائی لوگ محمد صاحب کی نسبت بیان کرتے ہیں وہ سب درست ہیں کیونکہ قرآن و حدیث کے دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے ہم مجبوری سے بیان بھی کرتے ہیں تاکہ لوگ حضرت کی پیروی سے باز آئیں کہ صاف ہلاکت کی راہ ہے جو

سسلسلہ انبیاء سے جدا ہے بارہ سو برس سے اس قسم کے اعتراضات حضرت میں علامت نبوت ثابت کیں نہ تعلیم کی عمدیت دکھلائی نہ حضرت کا چلن پاک ثابت کیا نہ کتب مقدسہ میں تحریف لفظی عمدی دکھلائی اوراب جو یہ رسالہ اعجاز عیسوی لکھا گیا اس کو ثبوت تحریف لفظی عمدی سے کچھ علاقہ ہی نہیں ہے اور یہ مولوی صاحب کا فرمانا کہ تحریف کا مسئلہ عیسائیوں کا ہے بالکل غلط ہے یہ توآپ ہی لوگوں کو دعویٰ ہے ہم توآپ لوگوں سے اس تہمت کا ثبوت طلب کرتے ہیں سوآپ دے نہیں سکتے اور نہ آپ کے پاس ہے۔

(ف) یہ جو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ عیسایئوں کو صرف کلام کے ترجمے تقسیم کرنے چاہئیں تھے نہ محمدیوں پر مباحثوں میں اعتراض سوواضح رہے کہ شروع میں مباحثوں کی ضرورت تھی اب یہ مباحثہ انجام کو پہنچ گیا ہے اس لئے زیادہ توجہ اس وقت ہم لوگوں کے کلام کی تفسیر پر ہے اور یہ بات پروردگار کی بزرگی ظاہر کرنے کو اور دین عیسائی کی ترقی کے لئے زیادہ مفید ہے لیکن مولوی صاحب کا یہ صرف بہانہ ہے تاکہ ایک سبب اپنی کتاب کے لکھنے کا بنادیں۔ پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اب کئی امر واجب الاظہار ہیں۔

(اول) یہ کہ اس کتاب میں صرف تحریف لفظی سے گفتگو ہوگی اور تحریف لفظی کی سب قسموں سے مراد عام ہے کہ قصداً واقع ہو یا بغیر قصد کے۔

یہ بات مولوی صاحب کی کسی طرح سے قبول نہیں ہوسکتی یہ بغیر قصد کی قید دیکھو کس حکمت سے لگائی ہے یہ پہلے ہی سے ایک بند ش ہے کہ سہو کاتب کے الفاظ پیش کرکے اپنے دعویٰ کو ثابت کریں۔

مگر یہ بات دعویٰ قرآن کے خلاف ہے سورہ بقرہ کی ۴ رکوع میں ہے ثمہ یحرفونہ من بعدما عقلوہ وہم یعلمون اس کا ترجمہ مولوی عبدالقادر یوں کرتے ہیں کہ پھر اس کو بدل ڈالتے ہیں بوجہ ہی لیکر اورانکو معلوم ہوا۔

جلالین میں لکھاہے ۔ ثمہ یحرفونہ بغیر ونہ من بعد ما عقلو فھموہ وہم یعلمون انھمہ یتقوون یعنی ان کو معلوم تھا کہ یہ جھوٹی بات ہے جو ہم بولتے ہیں۔

پس مولوی صاحب بغیر قصد کی قید کہاں سے لگاتے ہیں دہلی کے امام صاحب کو اور مولوی سید محمد صاحب کو ایسی باتوں کا جواب دینا چاہیے تھا مگر وہ لفظی بحث اور طعن کرتے ہیں اور ایسی باتوں کو چھوڑدیتے ہیں جو مباحثہ کی جان ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ان کا جواب حقیقت میں جواب نہیں ہے۔

پھر مولوی صاحب نے کہا کہ جو اس رسالہ میں منقول ہوگا وہ کتابوں میں منقول فرقہ پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک سے لکھا جائے گا۔

جواب۔ یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ جو کچھ ان فرقوں کی کتابوں سے منقول ہوگا وہ باتیں مفتی بہ ہونگی جو بعد تنقیح کے مسلم ٹھہری ہیں نہ آنکہ جو کچھ وہاں سے نقل ہوگا خواہ سوال مقدر کا جواب ہو یا کسی معترض کا اعتراض ہو یا جھگڑے کے درمیان کی بات ہواسی کو مولوی صاحب دکھلاکے اپنا دعویٰ ثابت کرلینگے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ہے اوراسی لئے بندہ نے بھی انہیں ان کی کتابوں میں سے اس طرح کی باتیں بطور الزام نکال کے آئندہ کو دکھلادی ہیں جس پر مولوی سید احمد صاحب ہمیں الزام دیتے ہیں لیکن ہم مولوی صاحب کو الزام نہیں دیتے جوایسی باتوں کے گویا طالب تھے یہ کیا انصاف ہے بہر حال اگرمولوی صاحب صحیح طور پر نقل کرینگے توہم قبول کرینگے لیکن انہوں نے سب نقلیں صحیح طور پر نہیں کی اور کہیں کہیں کچھ مصلحتاً بھی بولا ہے کیونکہ یہ لوگ خدا کی راہ میں جھوٹ بولنا ثواب جانتے ہیں چنانچہ سورہ صافات کی آیت فنظر نظرۃ فی النجوم کے نیچے عبدالقادر کے ساتویں فائدہ میں لکھاہے کہ اللہ کی راہ میں جھوٹ بولنا عذاب نہیں ہے بلکہ ثواب ہے پھر سعدی بھی کہتاہے کہ

دروغ مصلحت آمیز بہ ازراسی فتنہ انگیز

دہلی کے امام صاحب اور مولوی سید محمد صاحب ایسی باتوں کا کچھ جواب نہیں دیتے اور بندہ کو جھوٹ بولنے والا آدمی بتلاتے ہیں حالانکہ ایک صاحب ان میں سے تقیہ کے قائل ہیں دوسرے توریہ کے قائل ہیں اور بندہ دونوں عقیدوں سے الگ ہے ہاں ہمارے بھول کا نام اگر وہ جھوٹ رکھیں تو انہیں اختیار ہے۔

پھر مولوی صاحب نے کہا سوم یہ کہ ترجمہ آیات کتب مقدسہ کا ان ترجموں سے نقل کرینگے جن کو پادریوں فرقہ پروٹسٹنٹ نے کیا ہے اور اردو فارسی عربی انگریزی سے بھی حوالہ دیا جائیگا تاکہ عیسائی لوگ ترجمہ کی غلطی نہ کہہ سکیں۔

میں کہتا ہوں کہ ترجموں میں خواہ مرادی ترجمے ہوں یا لفظی ہوں کہیں نہ کہیں سقم کا رہنا ممکن ہے کیونکہ ہر عبارت کا ترجمہ مترجم کی رائے اور اس کے الفاظ دانی کے موافق ہوا کرتا ہے دیکھو عبدالقادر کا ترجمہ اور شاہ ولی اللہ کا ترجمہ اور اسی طرح زمخشری کی کشاف اور امام راضی کی تفسیر کبیر اور ابن عباس کی تفسیری اقوال وغیرہ ہر کہیں متفق نہیں ہیں پس بہتر یوں ہے کہ جس ترجمہ پر جھگڑا ہوگا اصل عبرانی و یونانی میں تحقیق کرلیا جائے گا۔

پھر مولوی صاحب نے کہا امر چہارم آنکہ جن ترجموں سے اصل رسالہ میں نقل ہوگی ان کی طبع کا سن یہاں لکھ دیتے ہیں۔

میں کہتا ہوں اچھا جس طرح چاہیں آپ تسلی کریں مگر یاد رکھنا چاہیے کہ عبرانی و یونانی کے مدرسہ ہندوستان میں جاری ہوگئے ہیں اسی غرض سے کہ اہل ہند اپنے ایمان کا کلام اصل زبان میں پڑھیں اگرچہ ترجمے بھی اپنے پاس رکھیں گے پر ترجموں کے غلام نہ ہوں گے۔ پھر مولوی صاحب نے کہا پنجم بعض جا اس اعجاز عیسوی میں ملحدوں کی کتاب سے بھی نقل آئیگی اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم ان کے کلام کو سند سمجھتے ہیں بلکہ اس لئے کہ مسلمانوں کو معلوم ہوجائے کہ جیسے اعتراض ملحدوں نے موسیٰ وعیسیٰ یا اور نبیوں پر کئے ہیں ان عیسائیوں نے محمدیوں پر انہیں ملحدوں سے اعتراض کرنے سیکھ لئے ہیں۔

جواب ۔ ناظرین مولوی صاحب کی تقریر کو ذرا انصاف سے ملاحظہ کریں بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ کونسا ملحد دنیا میں امام کا یا نبوت کا یا معجزات کا قائل گذرا ہے اور کونسا ملحد قیامت اور عدالت اور عذاب و ثواب کا قائل گذرا ہے ہم لوگ ان کے برخلاف قیامت کی اور نبوت کی اور معجزات انبیاء کے اور الہام کے اور وعدے وعید کے قائل ہیں ملحدوں کے اعتراض جو انبیاء سلف پر ہیں وہ انہیں عقائد کی نسبت ہیں پر ہمارے اعتراض جو محمد صاحب پر ہیں وہ ان امور کے بارہ میں ہرگز نہیں ہیں بلکہ یہ اعتراض ہیں کہ اگر محمد صاحب نبی برحق اور شفیع یوم الجزا ہیں تو کوئی نشانی رسالت کی ان میں دکھلاؤ اور ان کے معجزات ثابت کرو کہ کیا کیا تھے اور کب ہوئے اور کہاں سے ثابت ہیں اور ان کی عصمت اور عفت کے دلائل پیش کرو اور وہ بُرے چلن جو قرآن حدیث میں مذکور ہیں ان کے معنی بتلاؤ اور ان کی تعلیم کی عمدیت دکھلاؤ اور ان کی نسبت انبیاء سابق کی کوئی پیشینگوئی پیش کرو اور خدا کی پاک کتابوں کو جو ترک کراتے ہیں ہو اسکی معقول وجہ پیش کرو اگر یہ ہمارے اعتراض ملحدانہ ہیں اور ہم نے فرانس اور انگلینڈ کے کافروں سے سیکھ لئے ہیں تو ناظرین آپ ہی انصاف کرلیں ملحدانہ ومحققانہ اور متعصبانہ اعتراضوں میں تمیز کرنا چاہیے۔

بعلاوہ اعتراض جو محمدیوں نے توریت، وانجیل پر کئے ہیں یعنی یہ کہ انجیل و توریت محرف ومنسوخ ہیں جس کا کچھ ثبوت نہیں ان پر ایمان لاؤ پر عمل نہ کرو عیسیٰ کو نجات دہندہ نہ جانو اور سب دلیلیں جو اس بات پر کلام میں ہیں ان کا اعتبار نہ کرو۔

سارے نبیوں کی پیشینگوئیاں اس کے حق میں نہ جانو بلکہ محمد صاحب کے حق میں یہ تکلف جماؤ پس ناظرین آپ ہی سوچ لیں کہ یہ اعتراض کس قسم کے ہیں۔

بہتر یوں تھا کہ ایسی تقریروں کے عوض میں ہمارے اعتراضوں کے جواب ہی مولوی صاحب دیتے پر یہ محال ہے۔

فصل دوئم اعجاز عیسوی کے مقدمہ کی فصل اول کے جواب میں جس میں کتب مقدسہ عہد عتیق کی شمار ہے

اس فصل میں مولوی صاحب نے عہد عتیق کی کتابوں کے نام بیان کئے ہیں اور انکے مصنفوں کے نام اور یہ کہ عہد عتیق کی کتابیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جن کو اگلے مسیحی بھی مانتے تھے اوراب بھی مانتے ہیں دوسرے وہ کہ جنکی تسلیم میں اختلاف تھا قسم اول کی انہوں نے ۳۸ کتابیں بتلائی ہیں۔

جواب۔ یہ وہی کتابیں ہیں جو عہد عتیق کے مجموعہ میں اس وقت موجود ہیں کیونکہ اس عہد کی ۳۹ کتابیں ہیں جن میں سے مولوی صاحب نے ۳۸ کی نسبت اقرار کیا کہ ان کو اگلے مسیحی بھی مانتے تھے اور اس وقت بھی مانتے ہیں اور سب یہودی بھی مانتے ہیں مگر پھر کہا کہ سامری لوگ اول کی صرف سات کتابیں مانتے ہیں یعنی پیدائش سے قضات تک یہ سارا بیان مولوی صاحب کادرست ہے البتہ سامری صرف ۷ کتابیں ہیں پر ان کا اور کتابوں کو نہ ماننا کچھ بات نہیں ہے وہ لوگ نہ یہودی ہیں نہ عیسائی وغیرہ قوم کے بت پرست لوگ تھے ان کا ذکر (۱ سلاطین ۶ باب، ۲ سلاطین ۱۷، ۱۸ باب اور عزرا ۴ باب سے ۱ سے ۱۰ تک) دیکھنا چاہیے اور یوسفیس کی کتاب کا ۲۱۸ و ۲۴۵ صفحہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہیں البتہ قدیم زمانہ سے یہودیوں اور عیسایئوں کا ان کتابوں کو بلا اختلاف ماننا ان کے اعتبار کا ایک گوہ ہے جس کا اقرار مولوی صاحب نے بھی کیا ہاں ان کتابوں کی فہرست میں سے ایک کتاب باقی رہی جسے مولوی صاحب نے کتب اخلاقی میں شمار کیا ہے پر یہ درست نہیں ہے کیونکہ ہارن صاحب (۴ جلد ۶۵ صفحہ) میں کھتے ہیں کہ کبھی کتاب آستر کی تسلیم میں یہودیوں نے اختلاف نہیں کیا۔

پھر مولوی صاحب نے ان کتب میں سے بعض کی نسبت کہا ہے کہ ان کی تصنیف کے وقت میں اور مصنفوں کے نام میں اختلاف ہے اور اس مطلب پر انہوں نے ہمارے بزرگوں کی تصانیف سے چند قول درست اور چند نادرست پیش بھی کئے ہیں۔ ان کی اس سب تقریر کا یہ جواب ہے کہ یہ بعض کتابیں جن کی نسبت وقت تصنیف اور نام مصنف میں علماء متاخرین کا اختلاف ہے یہ اختلاف کچھ مضر نہیں ہے کیونکہ یہ اختلاف ایسی صورت میں ہے کہ جس سے یہ کتابیں بے اعتبار نہیں ہوسکتیں نہ اس سے تحریف لفظی عمدی اور ان کی ثابت ہوتی ہے یہ کتابیں صدہا برس کی پرانی کتابیں ہیں جن کی ہمعصر تواریخات جہاں سے گم ہیں پرچونکہ دست بدست اگلوں سے الہامی خیال ہوتے چلے آئے ہیں اور عزرا کے زمانہ میں اس کے ہاتھ سے مجموعہ کلام الہیٰ میں شامل ہوئے ہیں اس لئے اس کی گواہی سے بھی یہ معتبر ہیں پس اسے تحقیقات بلا احتیاج کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور یہ متاخرین کے اختلافات جو پیش کرتے ہو یہ قابل توجہ کے نہیں ہیں کیونکہ یہ متاخرین کے اختلاف انہیں کتب کے بعض فقرات سے پیدا ہوئے ہیں نہ ان کتب کی ہمعصر کتابوں سے پس جس حالت میں کہ اختلاف کرنے والے متاخرین ہیں اور ماخذ اختلاف اس معاملہ میں معتبر نہیں اور جمہور کے اتفاق کے خلاف بھی ہے تو یہ اختلاف قابل توجہ کے نہیں ہے۔

قول معتبر اس امر میں وہ ہے جو متقدمین کی رائے کے موافق متفق علیہ ہے جس کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	وقت تصنیف متفق علیہ جمہور
۱	پیدائش	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۴۹۱ مسیح سے پہلے
۲	ایوب	ایضاً	۱۵۲۰
۳	خروج	ایضاً	۱۴۹۱
۴	احبار	حضرت موسیٰ علیہ السلام	۱۴۹۱
۵	گنتی	ایضاً	۱۴۵۱
۶	استثنا	ایضاً	ایضاً
۷	یشوع	بنّنون	۱۴۲۷
۸	قاضی	سموئیل	۱۱۰۰
۹	روت	ایضاً	۱۱۰۰ سے ۱۰۵۲ تک
۱۰، ۱۱	سموئیل اول ودوئم	سموئیل ناتن جاد وغیرہ	۱۰۰۰ سے ۱۰۵۶
۱۲	زبور کی کتاب	حضرت داؤداور، اور لوگ	حضرت داؤد کی ۱۰۶۰ سے ۱۰۱۴ تک دیگر مختلف وقت میں
۱۳	غزل الغزلیات	سلیمان علیہ السلام	۱۰۱۰ کے قریب

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	وقت تصنیف علیہ جمہور
۱۴	امثال	ایضاً	۱۰۰۰ کے قریب
۱۵	واعظ	ایضاً	۹۰۷۷ کے قریب
۱۶، ۱۷	سلاطین اول، دوئم	ناتن جاد اخیا عیدو وغیرہ	۱۰۰۴ سے ۴۰۵۷ تک
۱۸، ۱۹	تواریخ اول، دوئم	عزراوغیرہ	۲۰۵۷ سے ۴۰۰ تک
۲۰	آستر	ایضاً	۴۰۰ کے قریب
۲۱	نحمیاہ	نحمیاہ	ایضاً

یہ کچھ ضرور نہیں ہے خاص کر ان پرانی کتابوں کی نسبت کہ ٹھیک ٹھیک تصنیف کا سن معلوم ہو۔ بلکہ قریب قریب کا وقت بھی جس کا ذکر ہوا معلوم ہونا کافی ہے اور مصنفوں کے نام جو میں نے اس فہرست میں لکھے ہیں ان پراکثر علماء کا اتفاق ہے پر بعض نام میں کسی ایک دو آدمی کا اختلاف معتبر نہیں ہے اگر معتبر ہو تو قرآن کے ذکر آئندہ میں معتبر ماننا ہوگا اوراگر اس قسم کے اختلاف موجب نقصان یا تحریف لفظی عمدی کے ثبوت کی دلیل ہیں تو صدہا قسم کے اختلاف محمد صاحب کی نسبت اور ان کی شریعت اور قرآن کی نسبت جو ہیں وہ بھی موجب نقصان ہونگے مثلاً قرآن کی تصنیف کی مدت بعض بیس برس، بعض تئیس برس، بعض ۲۵ برس بتلاتے ہیں یہ بھی نقصان خیال کیا جائیگا حالانکہ وہ ایک چھوٹی سی کتاب تھوڑے عرصہ کی ہے چہ جائیکہ ہزارہا برس کی کتابیں اس کے سواء بہت سی آیتیں قرآن میں

ہیں کہ جن کی نسبت اختلاف ہے شان نزول میں اور وقت نزول میں بس یہ کچھ بات نہیں ہے ہاں اگر یہ کچھ بات ہے تو قرآن کے حق میں بھی مضر ہے دوسرے قسم کی پرانی کتابیں مولوی صاحب نے وہ بتلائیں جن کی تسلیم میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہیں ۔ آستر کی کتاب باروق کی کتاب اور ایک حصہ دانیال کا اور توبیاہ کی کتاب اور یہودت کی کتاب اور وزوم کی کتاب اور ایکلیز کی کتاب اور مقابیس کی دو کتابیں۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہودی ان کتب کو معتبر نہیں جانتے اور عیسائی بھی اس کی تسلیم اور عدم تسلیم میں اختلاف رکھتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ کتاب آستر اس قسم کی کتابوں میں سے نہیں ہے بارن صاحب کے قول سے اس کا ثبوت اوپر دیا گیا باقی کتابیں بیشک ایسے قسم کی ہیں کہ ان کی نسبت اختلاف رہا ہے اور کبھی کلام الہیٰ میں بالاتفاق یہ کتابیں شامل نہیں ہوئی ہیں اور مقابیس کی کتابیں جو رومن کیتھولک کے پاس ہیں اسی قول کے موافق ہیں جو مولوی صاحب نے کہا کہ عیسائی بھی ان کی تسلیم میں اختلاف رکھتے ہیں۔

یہ کتابیں الہامی نہیں ہیں وعظ و نصیحت کے طور پر مثل حدیث کے ہیں الہام سے نہیں ہیں اگرچہ کلیسیا میں بعض لوگ ان کو اب بھی پڑھتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ ان اختلافی کتابوں نہ مانو اور کلام اللہ جانو بلکہ کہتے ہیں کہ انہیں قبول نہ کرو اور اگلوں نے بھی بالاتفاق قبول نہیں کیا ہے انہیں کتابوں کی تسلیم کے لئے ہم عرض کرتے ہیں جو شروع سے مسلم ہیں اور انبیا سے دست بدست جماعت الہیٰ میں مروج ہیں جو بائبل کی فہرست میں ہیں پس ایسے اختلاف دکھلانے سے کیا مطلب ہے مسلمانوں میں بھی ایسی بہت کتابیں حدیث کی ہیں جن کو ایک فرقہ کے لوگ مانتے ہیں اور دوسرے فرقہ کے لوگ نہیں مانتے ایسا ہی حال ان کتابوں کا بھی ہے پس اس فصل میں جو کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اس کو ثبوت تحریف لفظی یا معنوی یا عمدی یا سہوی سے کچھ علاقہ نہیں ہے یہ تو کچھ اور ہی بات ہے اگر میں اعجاز عیسوی کے سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا تو دہلی کے امام صاحب ہی بتلاتے کہ اس فصل کا کیا حاصل ہے اور کونسا علاقہ اس کو تحریف کی ثبوت سے ہے ایسی باتوں کے جواب میں مطلوب تھے سو مولوی سید صاحب نے جو صاحب علم آدمی ہیں ہدایت المسلمین کے حصہ اول پر تو دم بھی نہیں مارا اسکی بابت تو کچھ نہیں بولے پر حصہ آخر پر جو حصہ اول کے ساتھ بطور الزام کے مخالف کے دکھلانے کو چسپاں ہے جانفشانی کی ہے اور امام صاحب نے چاندنی چوکے چنبولوں ہی کو جواب سمجھا ہے اور مولوی رحمت اللہ صاحب کے پاس عرصہ نو برس سے ہدایت المسلمین مکہ میں پہنچ گئی ہے پر کچھ نہیں کہا۔

فصل سوم اعجاز عیسوی کے مقدمہ کی فصل دوم کے جواب میں جس میں عہد جدید کا ذکر ہے

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ عہد جدید میں بھی دو قسم کی کتابیں ہیں اول وہ جن کو جمہور علماعیسائیہ نے قدیم الایام سے قبول کیا ہے دوسرے وہ کہ جن کے قبول کرنے میں اختلاف رہا پہلی قسم کی یہ کتابیں ہیں انجیل، متی، مرقس، لوقا، یوحنا، حواریوں کے اعمال اور پولوس کے سب نامی سوائے نامہ عبرانیوں کے پطرس کا پہلا خط، یوحنا کا پہلا خط ۔ یہ ایسی کتابیں ہیں کہ ان کو سب عیسائی ہمیشہ مانتے رہے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ عہد جدید میں ۲۷ حصے ہیں ان میں سے ۲۰ کی نسبت مولوی صاحب اقرار کرتے ہیں قدیم سے بلا اختلاف سب عیسایئوں میں مسلم ہیں یہ شکر کی بات ہے کہ مولوی صاحب جو ان کتابوں پر شک ڈلوانے کی فکر میں ازبس کوشش کرتے ہیں انہوں نے بعد تحقیقات کے لاچار ہو کر اقرار تو کیاہے یہ بیس رسالے قدیم سے مسلم ہیں اور قدماء نے اور متاخرین نے کبھی ان کی نسبت اختلاف نہیں کیا پس درحقیقت بحث تو یہاں ہی تمام ہوچکی لیکن پھر مولوی صاحب نے اپنے اس قول سے چشم پوشی کرکے انہیں کتابوں کو غیر معتبر

ٹھہرانے کے لئے بہت کوشش بھی کی ہے مگر جب اقرار کرچکے کہ جمہور علماء ان کی تسلیم میں کچھ اختلاف نہیں رکھتے تھے توپھر ان لاحاصل اعتراضوں کو جوپچھلے زمانہ کے بعض لوگوں نے کئے ہیں کون مانتاہے۔

پھر مولوی صاحب متی کی انجیل کے نسبت یوں فرماتے ہیں کہ وہ پہلے عبرانی میں تھی اب یونانی میں اس کا ترجمہ ہے اوراس کے مترجم میں اختلاف ہے کہ خود متی یا اور کوئی شخص یا یعقوب سید ناعیسیٰ کا بھائی تھے۔

اور مولوی صاحب نے کئی ایک قول جگہ جگہ سے لاکے پیش کئے ہیں کہ وہ عبرانی میں تھی لیکن وہ دنیامیں نہ رہے اور اس کا ترجمہ جو یونانی میں ہے جہان میں جاری ہوگیا اور وہی اب عیسایئوں کے پاس ہے۔

جواب۔ ناحق مولوی صاحب نے اس قدر دردسری کی کیونکہ علماء سلف کے اقوال اس معاملہ میں زیادہ اس پر ہیں کہ متی نے خود ابتداًیا عبرانی نسخہ لکھنے کے بعد اپنی انجیل یونانی میں لکھی ہے یا خود اپنے عبرانی کا ترجمہ آپ کیا ہے اور صرف ایک قول پایا اس محدث کا اس بارہ میں ہے اوروں نے اس کے قول سے بولا ہے اور وہ قول یوں ہے کہ متی نے اپنی انجیل عبرانی میں لکھی تھی بالفرض اگر گر ترجمہ ہے اور ترجمہ بھی ایسے زمانہ کا ہے کہ متی موجود تھا اور بعض لوگ اس کو مترجم بتلاتے ہیں تو بھی وہ ترجمہ اصل ٹھہرا کہ مصنف سے ہوا اورا گر یعقوب سید ناعیسیٰ مسیح کا بھائی مترجم ہے تو بھی کتاب اصل ٹھہری کیونکہ وہ مثل متی کے ہے اور اگر کوئی اور شخص ہے تواسی عہد کا اور راویہنن میں کا ہے کیونکہ ابتدا سے کلیسیا کے ہاتھ میں یویونانی انجیل ہے۔

پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ فاسٹس کے نزدیک یہ انجیل متی کی تصنیف سے نہیں ہے جواب اگرچہ فاسٹس چوتھی صدی کا آدمی ہے پر وہ غیر معتبر آدمی ہے اور غیر مشہور بے دین آدمی تھا جبکہ پہلی دوسری تیسری چوتھی صدی کے سب دیندار عالموں نے اس انجیل کو متی کی انجیل مان لیا ہے چنانچہ آپ بھی اقرار کرچکے ہو کہ قدیم الایام سے یہ رسالے مسلم ہیں اور سب عیسائی محقق بھی اس کے قائل ہیں توپھر فاسٹس مطعون شخص کا قول ناکارہ ہے اگرچہ وہ چوتھی صدی کا ہے پر بے اعتبار آدمی ہے۔پھر مولوی صاحب جب کہتے ہیں کہ پروفیسر یایر جرمنی اور شیوزو شلٹس بھی اس انجیل کو نہ مانتے تھے یہ دھوکے کی بات ہے کیونکہ پروفیسر یایر جرمنی تو اسی عہد کا آدمی ہے یعنی ۱۹ صدی کا شخص تھا اور اسی طرح وہ دونوں بھی پچھلے ہیں اور تینوں آدمی دیندار نہ تھے دنیادار آدمی ہیں۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ اگر عماد الدین انہیں دیندار بتلادے تو انجیل متی سے انکار کرنا پڑیگا گویا بندہ نے انہیں ناحق دینداری سے خارج سمجھا ہے پر یہ بات امام صاحب کو اس وقت لکھنا لازم تھا کہ ان کی دینداری ثابت کردیتے یوں تو صرف نہ یہ تین شخص مگر میں بیس آدمی اور بھی بتلاسکتا ہوں جو عالم بھی ہیں اور بڑے معزز یورپین بھی ہیں اور نہ صرف انجیل متی کا بلکہ سارے بائبل کا ہی انکار کرتے ہیں۔

یہ تو ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی ہندوستانی یا فارسی شخص جو عالم بھی ہو اور عیاشی اور دہریت کی چال رکھتا ہو اور تیرہویں ہجری صدی میں کہے کہ سورہ بقرہ محمد صاحب کی تصنیف نہیں ہے کسی غیر نے لکھ کے قرآن میں شامل کی ہے توجو جواب اس شخص کو دوگے وہی ان تینوں کو بھی دینا چاہیے پھر مولوی صاحب نے کہا کہ فرقہ بیونی ٹیز اور یونی ٹیرین نے متی کی انجیل کے اول ودوم باب کو الحاق بتلایا ہے۔جواب مولوی صاحب بلاسند کتاب یہ دعویٰ کرتے ہیں اور امام صاحب نے بھی کوئی سند جواب میں نہیں دی بالفرض اگر انہوں نے ایسا کہا بھی ہو تو جواب حقیقی اس کا یہ ہے کہ یہ فرقہ مسیح کی الوہیت کا منکر ہے جہاں کہیں کوئی آیت اس کی الوہیت کی بابت ان کی ملی ہے انہوں نے بیجاتاویل کرکے معنی بتانے میں کوتاہی نہیں کی مگر ان دو بابوں میں جو مریم کا روح القدس سے حاملہ ہونا اور مسیح کا بے باپ صرف روح القدس کے سایہ سے پیدا ہونا لکھنا ہے اس میں ان کی کوئی تاویل چل نہ سکی تب انہوں نے ان دو بابوں کو

الحاق بکنا شروع کیا لیکن آج تک کوئی ایسا پرانا نسخہ پیدا کرکے نہ دکھلایا کہ جس میں یہ دو باب نہ ہوں۔

یہ ایسی بات ہے جیسے فرقہ میمونیہ کے مسلمان سورہ یوسف کو قرآن میں سے نہیں سمجھتے پس یا وہ الحاقی ہوگی یا خود محمد صاحب نے تصنیف کی ہوگی نہ خدا نے۔

مگر امام صاحب کہتے ہیں کہ پادری نولس صاحب بے کتاب آئینہ اسلام میں اس فرقہ میمونیہ کے بارے میں سورہ یوسف کی نسبت شک کا ذکر نہیں کیا اس لئے عماد الدین غلط کہتا ہے تعجب کی بات ہے کہ جب میں نے غنیتہ الطالبین ایک معتبر عربی کی کتاب کا احوالہ بھی دیا ہے تو امام صاحب کو لازم تھا کہ وہاں نکال کے دیکھتے نہ آئینہ اسلام میں کیونکہ آئینہ اسلام کسی فارسی یا اردو سے لکھی گئی ہے اور وہ ذمہ دار ہر فرقہ کے کل بیان کی بھی نہیں ہے پس اب میں غنیتہ الطالبین کی عبارت لکھ دیتا ہوں واضح ہو کہ فصل خوارج میں جو فرقہ میمونیہ کا ذکر ہے وہاں لکھا ہے ۔ ومنهم الميونية جمعياً يحزمون نكلح البناء يا لنبين وبنات البنات ونبات الاخرة ونبات الاخوات ويعقولون ان سورة يوسف ليست من القران۔پس ایسی بدعتی فرقہ کی بات سے مسلمان قرآن پر شک نہیں کرسکتے اسی طرح عیسائی بھی اس گمراہ بے دین فرقہ کی بات پر پرواہ نہیں کرسکتے۔

اس لئے کہ (۱) اس یونانی انجیل کو ابتدا سے آج تک سب خاص وعام نے مانا ہے اور کلیسیا نے قبول کیا ہے کہ یہ پاک انجیل حضرت رسول مقبول متی کی ہے۔(۲) اس انجیل کی بابت حضرت برنباس نے دس جگہ اور حضرت کلی نیز نے دو دفعہ اور حضرت ہرماس نے دس دفعہ اور حضرت اگناتھوس نے نو دفعہ اور حضرت پولی کاٹ نے پانچ دفعہ اپنے اپنے نامجات میں گواہی دی ہے۔اور وہ جو ایسے بزرگوں کی ایسی گواہی پر تعلقات میں کچھ قدح کی گئی ہے جہاں سے دیکھ کر امام صاحب نے بھی اپنی کتاب عقوبت میں لکھا ہے اس کا جواب بندہ کی تعلیقات والتعلیقات میں دیکھ لینا چاہیے (۳) اس انجیل کے مضامین دوسرے رسولوں کے انجیلوں سے پوری واقفیت رکھتی ہیں گویا ایک ہی بات ہے۔

(۴) یونانی خواں لوگ گواہی دیتے ہیں کہ اس انجیل کے محاورات ایسے عبرانی آمیز ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ انجیل اسی عہد کی ہے جس عہد میں حواری لوگ جہاں موجود تھے (۵) وہ پاک اور عمدہ مضامین اور نہایت گہری بھید جو اللہ جل شانہ کو زیبا اور لائق ہیں اس کتاب میں مذکور ہیں کوئی دغاباز یا فریبی آدمی ممکن نہیں ہے کہ ایسی باتیں لکھ سکے بغیر مدد الہیٰ کے ناظرین اگر چاہیں تو کتاب خزانتہ الاسرار کو جو متی کی انجیل کی تفسیر ہے غور سے دیکھ لیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں دلیلیں عماد الدین کی لچر ہیں۔

پس اتنا ہی بے دلیل فقرہ لکھ کر امام صاحب نے فرصت پائی دیکھو یہ ان امام لوگوں کا انصاف ہے پھر مقتدیوں کا انصاف کس درجہ کا ہوگا چاہیے تھا کہ لچر ہونے کے وجوہات بیان کرتے پر کچھ نہیں کہا لچر کہدیا یہی جواب ہوگیا۔

پھر مولوی صاحب نے مرقس کی انجیل کا ذکر یوں کیا ہے کہ کارونل برونیس اور بلرماین کہتے ہیں کہ یہ انجیل لاطینی زبان میں مرقس نے لکھی تھی یونانی میں ترجمہ ہوا ہے اور کچھ اس میں سے شہر وینس کے کتب خانہ میں موجود بھی ہے۔

ایک نسخہ پرانا سریانی زبان کا تھا اس کے حاشیہ پر یوں لکھا ہوا تھا کہ مرقس نے اپنی انجیل لاطینی زبان میں لکھی تھی مگر جمہور علماء عیسا یہ کہتے ہیں کہ یہ انجیل مرقس نے یونانی میں لکھی تھی جو اب موجود ہے۔

جیروم اپنے نسب نامہ میں ذکر کرتا ہے کہ بعض متقدمین کو اس کے آخر باب پر شبہ تھا۔

جواب۔ کارونل برونیس اور بلرمین ۱۶ صدی کے آدمی ہیں اور وہ دونوں لاٹن زبان کو بہت پیار کرتے تھے اور اس کی ترقی چاہتے تھے انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا پر اس دعویٰ کا ثبوت نہیں

دیا اس کا زور آور ثبوت چاہیے تھا کیونکہ ۱۶ برس کے اتفاق کے خلاف دعویٰ کرنا اور مضبوط دلیل نہ دینا واہیات بات ہے۔

امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سولہ برس کے بعد کے ہیں تو عماد الدین ۱۹ صدی کا ہے اسکا کیا اعتبار ہوگا اس کا جواب یہ ہے کہ عماد الدین کسی نئی بات کا مدعی نہیں ہے آج میں نہیں کہتا کہ یہ انجیل یونانی میں لکھی گئی تھی بلکہ انیس سو برس سے جمہور کا اتفاق دکھلاتا ہوں۔ اس لئے عماد الدین کا اس معاملہ میں ضرور اعتبار ہے کیونکہ وہ ناقل اور منصف با دلیل ہے پر یہ لوگ مدعی بے دلیل ہیں اور مولوی صاحب اور امام صاحب جو ان کے حمایتی ہیں چاہیے کہ ان کا دعویٰ ثابت کریں دلیلوں سے اور یہ کہ مرقس کا نام رومی ہے اور اس نے روم میں جا کے انجیل لکھی تھی اس لئے لاطینی میں لکھی ہوگی یہ کچھ بات نہیں ہے دیکھو لوقا نے روم میں جا کے اعمال کی کتاب یونانی میں لکھی ہے۔

ایسی وہمی باتوں سے اگر جمہور کا اتفاق ٹوٹ سکتا ہے تو یہ نئے قسم کا انصاف ہے اور یہ جو مولوی صاحب نے کہا کہ کسی سریانی نسخہ کی حاشیہ پر لکھا تھا کہ مرقس نے لاطینی میں انجیل لکھی تھی اس کی بابت ہماری بہت بڑی معتبر تفسیر ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ کوئی دانا آدمی اس بات کو قبول نہ کریگا کہ یہ انجیل مرقس نے لاطینی میں لکھی ہو اور وہ جو حاشیہ کا ذکر کرتے ہیں اس کا کیا اعتبار ہے کیونکہ اس کا راقم گمنام مجہول ہے کیا ایسے حاشیہ کی بات جمہور کا اتفاق توڑ سکتی ہے۔جنہوں نے بعد تحقیقات کے اتفاق کیا ہے۔

اور یہ کہنا مولوی صاحب کا کہ جیروم آخر باب پر بعض متقدمین کا شبہ بتلاتا ہے۔

یہ غلط بات ہے ہارن صاحب کی جلد چہارم صفحہ ۲۸ میں ہے کہ جیروم کہتا ہے کہ مرقس کا آخری باب تمام یونانی نسخوں میں پایا جاتا ہے ہر گز اس پر کچھ شبہ نہیں ہے۔

پھر مولوی صاحب نے لوقا کی انجیل کی نسبت یوں لکھا ہے کہ ضرور وہ انجیل لوقا کی تصنیف ہے مگر بموجب تشریح وارڈ صاحب کے بعض متقدمین کو ۲۲ باب کی کسی آیت پر شبہ تھا اور فرقہ مارسیون کی کتاب میں پہلا اور دوسرا باب نہ تھا اور لوتھر صاحب ان تینوں انجیلوں پر شبہ رکھتے تھے چنانچہ کتاب والسنگھام یعنی تدارک فی الدین میں لکھا ہے۔

جواب وارڈ صاحب کی کتاب کا صفحہ بتلانا چاہیے تب فکر ہو سکتی ہے۔

سو مولوی صاحب نے نہیں بتلایا امام صاحب نے بھی جواب میں اگرچہ طعن کئی مگر صفحہ نہ بتلا سکے عماد الدین اگرچہ والسنگھام کو نہیں پڑھ سکتا تھا پھر امام صاحب پڑھ کر بتلادیتے تو بھی مولوی صاحب کی بات معلوم ہو سکتی تھی۔

دیکھو ہارن صاحب کی تفسیر کے ۴ باب صفحہ ۹۴ میں صاف لکھا ہے کہ قدیمی ترجموں میں اور سب پرانے نسخوں میں لوقا کا ۲۲ باب موجود ہے ہر گز اس پر شبہ نہیں ہے۔ اور یہ کہنا کہ فرقہ مارسیونی کی کتاب میں یہ دونوں باب نہ تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ وہ فرقہ مسیح کی بابت کہتا ہے کہ وہ مریم سے پیدا نہیں ہوا بلکہ پچاس برس کا ہو کے غیب سے اس جہان میں آگیا تھا اور چونکہ اول دوم باب میں اس کی پیدائش کا ذکر ہے اس لئے ان لوگوں نے جہالت میں پڑ کر اور کسی احمق آدمی کی حدیث پر عمل کر کے ان باتوں پر شبہ کر لیا اور شاید اپنی کتاب خاص میں سے کسی آدمی نے یہ دو باب نکال بھی دئیے ہوں مگر تمام کلیسیا کی انجیلوں میں اس کو نکال ڈالنے کی طاقت نہ ہوئی۔

یہ فرقہ ایسا بدعتی و گمراہ تھا کہ عہد عتیق کی کتابوں میں سے ایک کو بھی نہ مانتے تھے اور عہد جدید کی کتابوں میں صرف لوقا ہی کی انجیل کو مانتے تھے اب یہ لوگ جہان سے نیست و نابود ہیں۔

اور وہ جو لوتھر صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ وہ تینوں انجیلوں کو نہ جانتے تھے اور حوالہ والسنگھام کا دیا ہے۔

یہ غلط بات ہے اور اسی لئے انہوں نے صفحہ کا نشان نہیں بتلایا نہ دہلی کے امام صاحب نے بتلایا پس جاننا چاہیے کہ یہ بہتان ہے اس نیک مرد پر جس نے ان انجیلوں کے لئے دنیا میں سخت

مصیبت اٹھائی اور تمام عمر ان کی تبلیغ کی اور جس نے اپنا چال چلن ان کتابوں کی موافق بنانے میں نہایت نفس کشی بھی کی ہے۔

انجیل یوحنا کی نسبت مولوی صاحب نے یوں لکھاہے کہ یہ انجیل یقیناً کسی طالب علم مدرسہ سکندریہ نے لکھی ہے چنانچہ اسٹاولن اپنی کتاب میں لکھتاہے جس کا ذکر تلک ہرلڈ کی ساتویں جلد مطبوعہ ۱۸۴۴ء کے صفحہ ۲۰۵ میں ہے۔

اور ہارن صاحب کہتے ہیں کہ فرقہ الوجین جو دوسری صدی میں تھا اس انجیل اور سب تصنیفات یوحنا سے انکاری تھا۔

اور برشینڈر جو عیسائیوں میں بڑا عالم ہے لکھتاہے کہ یہ انجیل اور یوحنا کے سب نامجات اس کی تصنیف سے نہیں ہیں بلکہ شروع دوسری صدی میں کسی عیسائی نے لکھ دی ہیں اور باب ۷، ۸ کی کئی آیتوں پر جمہور علماء عیسائی نے انکار کیاہے۔

اور گروٹس کہتاہے کہ ۲۱ باب یوحنا کی انجیل کا کلیسیا افسس نے ملادیاہے۔

جواب۔ یہ کہنا کہ مدرسہ اسکندریہ کے کسی طالب علم نے لکھی ہے عجیب بات ہے اسکندریہ کا مدرسہ سوال جواب تعلیم کے لئے مرقس انجیل نویس نے جاری کیا تھا اور تیسری صدی کی آخر میں وہاں علم کی ترقی ہوئی تھی پر ۲۰۲ء میں آرنیوس کا انتقال ہواہے جس نے اپنی زیست میں یوحنا کی انجیل پر گواہی دی ہے کہ یوحنارسول کی ہے اوراوریجن جو تیسری صدی میں وہاں مدرس اول تھا جس کی تصنیفات سے چھ ہزار کتابیں مشہور ہیں اس نے کلام کی صحت اور ترجمہ میں بڑی کوشش کی ہے کیا اسے یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ میرے مدرسہ کے کسی شاگرد نے یہ کتاب لکھی ہے۔

پرکاتلک ہرلڈ کا اخبار ۱۸۴۴ء تک جاری تھا اس کے اخبار کا کیا اعتبار ہے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اسٹاولن کون ہے آیا کوئی فرضی نام ہے یا کیا بات ہے وہ پرچہ اخبار کا اگرہاتھ آئے تو دیکھیں کہ کیا بات ہے چاہیے کہ مخالف اس پرچہ کو پیش کرکے دکھلائیں کہ کیا لکھتاہے اور کیا دلیل دیتاہے۔

یہ تو ایسی بات ہے جیسی کوئی کہے کہ فرانس کے فلاں اخبار میں لکھاہے کہ اللہ داد خان یوں کہتاہے کہ قرآن محمد صاحب کی تصنیف نہیں ہے یزید کے باپ معاویہ نے عراق میں لکھا تھا یہ کیسی واہیات بات ہے انیسویں صدی کے کسی اخبار کے بھروسہ پر جس کو دیکھا بھی نہیں ور نہ مدعی لاکے دکھلاسکتے ہیں۔

کیونکہ ہم جمہور علماء کی تحقیقات کو رد کرکے مولوی صاحب کی بات مان لیں ہاں وہ آدمی اس بات کو مان لیگا جو خدا سے نہیں ڈرتا اور حق جوئی سے اس کا کچھ مطلب نہیں بلکہ وہ چاہتاہے کہ کسی نہ کسی طرح سے خدا کے دین کو عیب لگائیں اور اپنے مطلب کو ثابت کریں۔

اور یہ جو کہا کہ فرقہ ابوجین بقول ہارن صاحب یوحنا کی تصنیفات کا انکاری تھا اس کا ہم کیا جواب دیں مولوی صاحب کی عادت ہے۔

کہ جہاں غلط حوالہ دیا کرتے وہاں کتاب کا صفحہ نہیں بتلاتے ہارن صاحب کی چوتھی جلد صفحہ ۳۰۸ میں لکھاہے۔

کہ گمان غالب ہے کہ الوجین فرقہ کبھی دنیا میں موجود بھی نہ تھا پھر بتلاؤ کہ اس فرقہ نے بحالت بعد و نیت کیونکر انکار کیا ہو گیا۔

ہاں ان کا یہ کہنا کہ برشیندر نے یوحنا کی سب تصنیفات سے انکار کیا ہے درست ہے مگر اسی ہارن صاحب کی ۴ جلد صفحہ ۳۰۸ وجلد دوم کے حصہ دوم وصفحہ ۳۱۲ میں لکھاہے کہ برسیندر نے جب دوسری دفعہ اپنی کتاب چھپوائی تو اس اپنی غلطی کا اقرار کیا اور کتاب کی ترمیم کی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ جب اعجاز عیسوی تصنیف ہوئی تو ڈاکٹر وزیر خان صاحب اکثر ہارن صاحب کی تفسیر میں سے قول رطب یا بس تلاش کیا کرتے تھے وہاں برشیندر کا حال انہیں ملا اس کا نصف بیان وہاں سے لیا اور نصف چھوڑدیا۔

اور اسی سبب سے صفحہ کا نشان نہیں بتلایا پس اب مولوی سید صاحب کو چاہیے کہ اگر ہمارا کوئی ایسا بیان اپنے قرآن کی نسبت پائیں تو یاد رکھیں کہ ایسے مقاموں کا جواب الزامی ہے یہ جو کہا کہ ۷، ۸ باب کی کئی آیتوں پر علما نے اختلاف کیا ہے اس کا یہی جواب ہے کہ وہ آیتیں اور وہ اختلاف اور ان کے دلائل کسی کتاب کا پتہ نشان دے کے بتلادیں ورنہ دعویٰ بے دلیل ہے اور یہ جو کہا کہ گروٹس ۲۱ باب کو کلیسیا افسس کی تصنیف بتلاتا ہے جواب یہ ہے کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یوحنا کی انجیل ۲۰ باب کی آخری آیت پر ختم ہوئے معلوم ہوئی ہے مگر کوئی اس معاملہ میں زیادہ نہیں کہہ سکتا کیونکہ اگر ۲۱ باب بعض نسخوں میں ہوتا اور بعض میں نہ ہوتا تو کچھ کہہ سکتے تھے کہ پیچھے لکھا گیا ہے پر وہ سب نسخوں میں ہے اور گروٹیس بزرگ جو سولہ صدی کا ہے فرماتا ہے کہ کلیسیا افسس نے اسی عہد میں لکھا ہے جبکہ یوحنا رسول ان میں رہتا تھا اور انہوں نے اپنے اسقف کے وسیلہ سے ملایا ہے اگر ایسا ہے تو کیا مضائقہ ہے یوحنا ان میں جب تھا انہوں نے ۲۱ باب کا مضمون اس سے پایا ہے اور کتاب کا تتمہ لکھا ہے پس رسول کے ساتھیوں کا لکھا ہوا رسول کے نوشتہ کی مانند ہے یہ تقریر اس صورت میں ہے جبکہ گروٹیس صاحب کا خیال درست ہو ورنہ بات شروع سے سب نسخوں میں ہے اس لئے کلام اللہ ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب کہتے ہیں کہ انجیلوں کی تالیف کے وقت میں راویوں کا اختلاف ہے اس لئے ان کا سلسلہ متصل نہیں۔

جواب۔ سلسلہ متصل کسی روایت کے معن عن ہونے کا نام ہے یا اسکے موجودگی کا تاریخ یاد رکھنے کا نام سلسلہ متصل ہے۔

فرض کرو کہ ایک شخص ۸۰ یا ۹۰ یا ۱۰۰ برس کا ہو کے مرا اور ۲۰ برس کی عمر سے لے کر آج تک اس نے کسی سن میں ایک کتاب لکھی اور اپنے شاگردوں کو دی اور اپنی زیست میں اپنی کتاب کو مروج دیکھا۔

پھر اس کے انتقال کے بعد وہ کتاب ہزار برس تک شاگردوں میں دست بدست چلی آئی پر دوسری صدی کے لوگوں کو اس کا سن تصنیف ٹھیک معلوم نہیں ہوا تھا تو اب یا کہیں گے کہ یہ کتاب سلسلہ اتصال سے خارج ہے صاحب مصنف کی زیست میں جماعت کے ہاتھ میں آنا اور وہاں سے دست بدست ہم تک آنا سلسلہ متصل ہے عقل کے نزدیک پر تصنیف کا سن معلوم کرنا اور بات ہے وہ ہو یا نہ ہو اس سے کیا ہرج ہے۔

امام صاحب کہتے ہیں کہ غالباً ان میں سے کوئی بھی سال تصنیف نہ ہو میں کہتا ہوں کہ اچھا نہ ہو پھر کیا ہرج ہے کوئی اور سن ہوگا جس میں تصنیف ہوئی مگر اتنا معلوم ہوجاتا کہ یہ کتابیں فلاں فلاں سنہ کے درمیان جاری ہوچکی تھیں اور وہ ایسا وقت ہے کہ مسیح کے دیکھنے والے اور حواری بھی موجود تھے تو بس یہی بات سند متصل کے لئے کافی ہے۔

اگرچہ اناجیل وغیرہ شروع سے کلیسیا میں چلی آتی ہیں پر سن تالیف کی تحقیقات کئی صدیوں کے بعد ہوئی تھی پس بعد زمانہ کے سبب اور مختلف مقامات پر جدی جدی انجیلیں جاری ہونے کے باعث اور راتدن کی جفاکشی اور بیچینی کے سبب محققین کو متفق علیہ روایت نہ ملی۔

اور کوئی ایسی روایت بھی نہ ملی کہ جس سے معلوم ہو کہ یہ انجیلیں حواریوں کی موت کے بہت دنوں بعد تصنیف ہوئی ہیں اگر کوئی ایسی روایت بھی ملتی تو بھی جائے شک تھی پر اب تو سب روائتیں اسی عہد کو دکھلاتی ہیں ہاں ان میں اختلاف ہے پر مابنی کے وقت ظاہر ہوتا ہے جو مفید اور کافی ہے۔ جبکہ پہلی صدی کے لوگ انہیں مان چکے اور پہلی دوسری تیسری صدی کے مصنف انہیں کتابوں کے مومنین اپنی تصنیفات میں ان سے اقتباس کرچکے تو پھر ایسے اختلاف سے کیا قباحت ہے دیکھو خدا کے کلام پر شک ڈلوانے کے لئے مولوی کہاں تک زور لگاتے ہیں پر الہیٰ بنیاد ہل نہیں سکتی۔

قرآن تھوڑے دنوں کی کتاب ہے تو بھی مسلمان نہیں بتلاسکتے کہ کتنی مدت میں نازل ہو گیا تھا کوئی بیس یا تئیس یا پچیس برس بتلاتا ہے اور امام صاحب کے خیال کے موافق ممکن ہے کہ ان

میں سے کوئی بھی سال نہ ہو اور بھی کوئی سال ہو پر ضرور مسلمانوں نے محمد صاحب کی زندگی میں محمد صاحب سے پایا اور آج تک دست بدست لائے اور یہی اس کا سلسلہ متصل ہے سو یہی اناجیل کے لئے یہی قرآن میں محمد صاحب کی ازدواج کا ذکر ہے پر تعداد میں درمیان روایتوں کے کوئی ۱۲ کوئی ۱۸، کوئی ۹ بتلاتا ہے تو کیا اس اختلاف سے ثابت ہو گا کہ کوئی بھی بی بی نہ تھی امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ کلام اوباشانہ ہے مگر صاحب اگر یہ ذکر ہے اوباشانہ ہے جو کہ اختلافی روایت کا نمونہ ہے تو اس کا فعل کونسا مہذبانہ ہو گا جب حق بات سے نمبر کٹ جاتے ہے تب بے انصاف آدمی بہت خفا ہوتا ہے۔

پھر مولوی صاحب نے دوسرے قسم کی کتابیں جن کی تسلیم میں اختلاف تھا بیان فرمائیں وہ یہ ہیں۔

عبرانیوں کا خط۔ پطرس کا خط، یوحنا کا دوسرا و تیسرا خط، یعقوب کا خط، یہوداہ کا خط نامہ اول یوحنا کی بعض آیتیں۔ یوحنا کے مشاہدات۔

پھر بہت سے اقوال متفرقہ اور عیسائی مجلسوں پر طرح طرح کے طنز بیان کئے ہیں تاکہ عہد جدید کو غیر معتبر ٹھہرائیں جواب انکا لفظ بہ لفظ دینا بڑی طوالت ہے۔

پر ساری باتوں کا حقیقی جواب میں دیتا ہوں کہ بیشک ان نامجات کی مقبولیت میں بڑا اختلاف ہوا تھا اور فرض تھا کہ اختلاف ہو کیونکہ متفرق نامجات متفرق شہروں میں رسولوں کی طرف سے ارسال ہوئے تھے پر جب تمام خطوط ہر ہر جگہ سے جمع کئے گئے تو، تو ضرور ہوا اور اقتضائے ایمان بھی یہی تھا کہ انکی تسلیم میں اختلاف پڑتا۔

مثلاً اگر ایک بزرگ شخص لاہور سے ایک خط آگرہ کو لکھے اور ایک پشاور کو پھر دہلی میں جا کر ایک خط لاہور کو بھیجدے اور پھر آگرہ میں جاکے ایک خط دہلی کو روانہ کرے اور ایک ملتان کو اور ان سب خطوں پر جہاں جہاں وہ گئے ہیں وہاں کے لوگ علمدرآمد کرنے لگیں پس جب وہ بزرگ مرجائے اور سو دو سو برس اس پر گذر جائیں تب کوئی شخص اس کے خطوں کو ہر جگہ سے لاکر ایک کتاب میں جمع کرے اور سارے جہاں کو کہے کہ اس پر عمل کرو تو اب تبلاؤ کہ آگرہ والوں کا خط لاہور والے بغیر خوب بحث کے کیونکر مانیں گے اور دہلی والے پشاور والو کا خط کس طرح بلاحجت تسلیم کرینگے علی ہذا القیاس۔

پس جس وقت مجموعہ عہد جدید کا مرتب ہوا اور اس میں متفرق ملکوں کے نامجات بھی درج کئے گئے تو تحقیقات کے لئے عالموں نے بڑا جھگڑا ڈالا اور کونسلیں جن کو اجماع امت کہتے ہیں اور جن کی گواہی سے مجموعہ قرآن کو وہی محمدی قرآن مانا جاتا ہے جمع ہوئیں اور عالم فاضل محق مدقق متقی پرہیزگار دیندار لوگ جو رسولوں اور نبیوں کے وارث اور جانشین ہیں اور کلام حق کے محافظ ہیں جو رات دن علوم دینیہ میں غرق رہتے ہیں اور جو سچائی کی تلاش میں روحانی ودماغی محنتیں کیا کرتے ہیں ضرور تھا کہ جمع ہو کر بحث کریں۔اور جو واجب اور حق ہے اسے رواج دیں۔

پس انہوں نے ایسا کیا اور انکی بحثوں کے دفتر لکھے ہوئے موجود ہیں اور بعد تنقیح کے یہ نامجات بھی قبول ہوئے۔

پس یہ اختلاف ان نامجات کی بابت ہم قبول کرتے ہیں اور چونکہ اجماع امت کے قائل ہیں پس بموجب مثل ید اللہ فوق الجماعہ کی ان کونسلوں کی تجویز اور فتویٰ کو ماننا واجب جانتے ہیں بلکہ اس اختلاف کے نہایت ہی شکر گزار ہیں۔

چاروں انجیلوں کی نسبت تو مولوی صاحب کہہ چکے کہ قدیم الایام سے جمہور کے مسلم ہیں بلکہ ان بیس کتابوں کی نسبت ایسا لکھ چکے پھر ان سات خطوں کی نسبت جو اختلاف کا ذکر کرتے ہیں یہ بھی سچ ہے لیکن چونکہ یہ مختلف فیہ خطوط انجیلوں سے نہ مخالف بلکہ موافقت رکھتے ہیں اور انہیں اجماع امت نے قبول بھی کیا ہے اور انہیں مصنفوں کی تصنیف ہونے پر اختلاف ڈالنے والوں کے جوابوں میں نہایت عمدہ دلائل بھی پیش ہوئی ہیں اس لئے ہم ان کی طرف کسی طرح شک نہیں کرسکتے کلام اللہ جانتے اور مانتے ہیں۔

اگر کسی کو ان کی نسبت گواہیاں اور ثبوت درکار ہوں توہماری تفسیروں سے خصوصاً ہارن صاحب کی تفسیر سے دفتر کے دفتر لکھے ہوئے دیکھ کے تسلی کرے پر یہ مختصر اس بیان کی گنجائش نہیں رکھتے تو بھی اتنا کہتاہوں کہ سب نامجات کی نسبت یوسیبوس کہتاہے کہ ان انجیلوں کو سب نے مانا اوران نامجات کو اکثروں نے قبول کیا۔

آگسٹین اور جیروم اوراتھاناسیس وغیرہ بزرگوں نے ان نامجات کو قبول کیا ہے یہ لوگ اکابردین ہیں ان کا قبول کرناان کے حق ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

اب یہ فصل بھی تمام ہوئی اور جوکچھ اسمیں مذکور ہوا ناظرین نے سنا اور پڑھا پر اب تک کوئی دلیل بموجب اپنے دعویٰ کے مولوی صاحب نے ثبوت تحریف لفظی عمدی پر پیش نہیں کی ہے نہ تحریف معنوی اور سہوی کا کچھ ذکر آیا پس اس فصل کو بھی کچھ علاقہ ان کے دعویٰ سے نہیں ہے دہلی کے امام صاحب کہتے ہیں کہ کیا ان کو نسلوں کو الہام ہوتا تھا جواب یہ ہے کہ الہامی بات کے دریافت کرنے کی عقل تھی جیسے اب بھی بہت لوگوں میں ایسی تمیز ہے کہ الہامی کتابوں کو اور غیر الہامی کو معلوم کرلیتے ہیں اور یہ لوگ فاضل تھے اور ان زبانوں اور تواریخوں سے ماہر تھے اس لئے انہوں نے تسلیم کیا اور خدا کی روح ان میں تھی جو حقیقی ہادی ہے اورلوگ اپنا کوئی نیا الہام پیش نہیں کرتے پر انبیاء کی الہام پر گواہی دیتے ہیں کہ حق ہے۔

فصل چہارم اعجاز عیسوی کے مقدمہ کی فصل سوم کے جواب میں جس میں نوآفتیں مذکور ہیں

اس فصل میں مولوی صاحب نے ایک عجیب بات سنائی ہے اوراس سے ایک عجیب نتیجہ بھی نکالا ہے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں عیسایئوں پر نوآفتیں آئیں تھیں اس وقت کلام الہیٰ میں تحریف ہوجانا بہت ہی آسان تھا اور ان نوآفتوں کانام مولوی صاحب نے نوخرابیاں رکھاہے۔

میں کہتاہوں کہ ان نوخرابیوں کے سبب ہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ تحریف ہوئی ہے۔ لیکن آپ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اہل کتاب نے عمداً تحریف لفظی کی ہے اور پھر یہ کیا بات ہے کہ تحریف ہو گئی ہو وہمی بات سے تحریف عمدی ثابت کرتے ہیں پر دہلی کے امام صاحب کہتے ہیں کہ تحریف بیسیوں طرح سے ہوئی ہے۔ یہ عضہ کا مبالغہ ہے کیونکہ بیسیوں اپنے دعویٰ کے موافق ظاہر کرکے ثابت نہیں کی اوراپنے علماء کی چند طرح کہی ہوئی بھی ثابت نہیں کیں۔

پہلی خرابی مولوی صاحب نے بتلائی

اگلے زمانہ میں لکھنے کا طور اچھا نہ تھا لوہے یا پیتل یاہڈی کی سلائی سے سیسہ یا موم یالکڑی وغیرہ کے تختیوں پر لفظوں کے نقش کھودا کرتے تھے کاغذ وقلم بہت دنوں کے بعد دنیامیں نکلاہے۔

جواب۔ قلم سے کاغذ پر لکھنے کی نسبت لوہے یالکڑی یا سیسہ کے تختے پر عبارت کھودنا بہت ہی پائدار اورعدم تحریف کی معقول صورت ہے برخلاف خیال مدعی کے اس سے نتیجہ نکلتاہے۔

دوسری خرابی

بخت نصر کی عہدمیں یہود پر تباہی پڑی تھی اورپرانے عہد کے سب نسخے برباد ہوگئے تھے اگر حضرت عزرا پیدا نہ ہوتے اور توریت کو پھر کر نہ لکھتے تو اس وقت میں صحیح کتاب نہ رہتی۔

جواب۔ بالفرض اگرآپ کی یہ تقریر قبول بھی کی جائے توآپ ہی کے کہنے کے موافق اب تو عزرا بھی پیدا ہوگئے اور کتاب بھی صحیح لکھ دی اور پھر اس صحیح نسخہ کی نقلیں بھی جاری ہو گئیں پھر اس تقریر کا کیاحاصل ہے۔

تیسری خرابی

حضرت عیسیٰ سے ۱۶۸ برس پہلے انیٹوکس بادشاہ کے عہد میں ساڑھے تین برس یہودیوں پر تباہی رہی ان کی کتابیں یہ بادشاہ جلایا کرتے تھے اور دینداروں کو تلاش کرکے مارتا تھا اس لئے توریت بگڑ گئی ہو گی۔

جواب۔ عزرا مسیح سے ۵۳۶ برس پہلے پیدا ہوا ہے اور انٹیوکس ۱۵۰ یعنی ڈیڑھ سو برس پہلے مسیح سے پیدا ہوا پس انٹیوکس اور عزرا میں چار سو برس کا تخمیناً عرصہ ہے اور اس بڑے عرصہ میں کسی قدر کتابیں جاری ہوچکی ہونگی قیاس تو چاہتا ہے کہ بہت سی کتابیں جاری ہوگئیں ہوں۔

پھر انٹیوکس سارے جہان کے یہودیوں پر مسلط بھی نہ تھا صرف یروشلم اوراس کے گردو نواح میں اسکا زور تھا پر سب جہان کی کتابیں اس نے کیونکر جلادیں اگر ترکستان کا بادشاہ روم اور عرب کے قرآن جلادے تو فارس وکابل وہندوستان کے کیونکر جلادیگا اور یہ بھی عقل باور نہیں کرتی کہ اپنے ہی علاقہ کی سب کتابیں اس نے جلائی ہوں اور سب اسے مل بھی گئی ہوں اور دیندار وں نے اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہ رکھی ہوں دیکھو ہندوستان کی رعیت سے ہتھیار سرکار نے لے لئے ہیں پھر بھی کیا ان کے پاس مطلق ہتھیار نہیں ہیں۔

چوتھی خرابی

طیطس رومی نے عیسیٰ مسیح کے عروج سے ۳۷ برس بعد گیارہ لاکھ اور نوے ہزار یہودی قید کرکے فروخت کردئے تھے۔

جواب۔ سچ ہے یہی حال ہوا تھا پھر کتابیں کیونکر تحریف ہوئیں آدمیوں کو مارا انہیں پکڑا اور کتابوں کے ساتھ کچھ دشمنی نہیں کی جو گھروں میں تھیں اس بات کو تحریف سے کیا علاقہ ہے۔

امام صاحب جو بڑی فہم اور تواریخ دانی کے مدعی ہیں فرماتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت اور اس کی آفت کو رومی بت پرست بادشاہوں کے ظلم سے نسبت دینا عماد الدین کی ناواقفی ہے ناظرین انصاف کریں کہ میں نے عیسائیوں کی نو آفتوں کو ۱۸۵۷ کی بغاوت سے نسبت نہیں دی ہے بلکہ میں نے صرف یروشلم کے یہودیوں کی بغاوت کو دہلی کے مسلمانوں کی بغاوت سے نسبت دی ہے جو نہایت درست ہے پر امام صاحب نو کی نو آفتوں کو اپنے دل سے میرے بیان میں شامل کرکے غلط ترکیب سے غلط نتیجہ نکالتے اور مجھے الزام دیتے ہیں اور دس آفتیں جو پانچویں خرابی میں ہیں چوتھی خرابی میں ملا کے ایک عقوبت بتاتے ہیں کیا خوب انصاف ہے۔

پانچویں خرابی

(۳۰ء)(۶۴ء)(۱۰۱ء)(۱۶۰ء)(۲۰۲ء)(۲۳۷ء)(۲۵۳ء)(۲۵۷ء)(۲۷۴ء)

(۳۰ء) میں دس دفعہ عیسایئوں پر قتل عام کا حکم ہوا اور بہت دکھ اور بے عزتی سے بیت المقدس کے عیسائی مارے گئے اس لئے ممکن ہے کہ ایسے افراط وتفریط کے وقت کتب مقدسہ میں تحریف ہوگئی ہو۔

جواب۔ مولوی صاحب نے ان قتل عاموں کا ذکر تو کیا مگر یہ نہ بتلایا کہ کس کس شہر میں قتل عام ہوا اور کس کس شہر کے لوگ اس قتل سے بچے اور جہاں جہاں قتل عام ہوا وہاں پر بھی کچھ عیسائی رہے یا نہ رہے۔

تواریخ کلیسیا اور ،اور تواریخوں سے ثابت ہے کہ ۳۰۰ء تک دنیا میں دین عیسائی کی کیسی ترقی ہوچکی تھی باوجود ان مصیبتوں کے مسیح پیشن گوئی کے موافق دین عیسائی رومی سلطنت کے سب مشرقی صوبوں میں اور اس کے سب ممالک میں بلکہ فارس اور عراق عجم میں اور آرمینیہ میں اور آذربیجان میں اور گرد ہندوستان اور گرجستان کے اطراف وجوانب میں ایسا پھیلا تھا کہ قسطنطین بادشاہ کے چند برس پہلے اس ملک کا بادشاہ تروانش عیسائی ہوگیا تھا مازندران اور خراستان اور بلنج وبخارا اور کارا سٹم وترکستان وغیرہ میں کچھ کچھ عیسائی جابسے تھے اورالیمان وفرانس وانگلستان ویشیا وتھراشیہ اور حبش میں بھی انجیل جا پہنچی تھی اور مصر وغیرہ میں بھی بہت لوگ عیسائی ہوگئے تھے دمشق وعربستان اور سمرقند وتاتار تک اور افریقہ میں اسکندریہ شہر سے رومی بحر کے کنارہ کنارہ بحر کلان اطلانطیک مسیحی مذاہب رواج پاچکا تھا اور یہ ترقی حواریوں کے عہد سے شروع ہوکر ۳۰۰ء تک کی ہے پھر کس طرح خیال میں آسکتا ہے کہ جب اس قدر

ترقی ان کی تھوڑی عرصہ میں ہوجائے باوجودیکہ لالچ دنیاوی کے جان پر کھیل کر عیسائی ہوتی تھی۔

پھر اگرچند مقاموں میں قتل عام بھی ہوا تو اس قتل عام سے ان سارے ملکوں کے عیسائیوں کی کتابیں جو ان کے گھروں میں ہیں کیونکر بدل جائیں کس کے خیال میں یہ بات آتی ہے تو قبول کرے۔ جب کسی قوم پر کسی خاص ملک میں کوئی آفت آئے تو وہ قوم بحالت مصیبت فوراً اپنے ایمان کی کتاب میں سے کوئی کوئی آیت خصوصاً محمد صاحب کی خبریں جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی نکال ڈالے کیا ایسی حرکت سے مصیبتیں کم ہوتی ہیں یا وبال الہیٰ زیادہ متصور تھا ممکن ہے کہ ایسے وقت میں کوئی خاص کتاب کسی خاص آدمی کے پاس سے گم ہوجائے پر یہ نہیں ہوسکتا کہ جب ہم پر مصیبت آئے تو اس وقت ہم اپنے ایمان کی کتاب میں سے کوئی فقرہ خارج کریں مسلمان بھی ایسا نہیں کرتے کہ مصیبتوں کے دنوں میں قرآن کے فقرے بدلیں یہ کیسا خیال ہے۔

چھٹی خرابی

لارڈنر اپنی تفسیر کی ۷ جلد صفحہ ۵۲۳ میں لکھتاہے کہ ۳۰۳ء کے درمیان شہنشاہ فرنگساں کا حکم جاری ہوا کہ گرجے گرآئے جائیں اور کتب مقدسہ جلائی جائیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جواب۔ سچ ہے پر اس نے اپنے علاقہ کے عیسائیوں پر یہ سختی کی تھی سارے جہان کے عیسائیوں پر اس کا کچھ اختیار نہ تھا۔

ساتویں خرابی

ان حوادث مذکورہ بالا کے سبب ملحدوں نے حواریوں کے عہد سے نویں دسویں صدی تک جعلسازی کا بازار گرم رکھا تھا۔

جواب۔ کیا مجموعہ حوادث مذکورہ کا قبل وقوع ہی کے سبب ملحدوں کی جعلسازی کا عہد حواریوں سے ہو گیا تھا اگر یہ کہو کہ شروع سے شریر بھی ساتھ ساتھ آتے ہیں تو سچ ہے دیکھو محمد صاحب کے عہد سے آج تک اہل اسلام کی کتابوں میں شریروں اور متعصبوں اورامام پرستوں اور قبرپرستوں پیرپرستوں اور وہابیوں نے تحریف معنوی اورجعلسازی کا کیسا بازار گرم کر رکھاہے۔

چنانچہ قرآن کے بعض مقاموں کا جو مطلب محمد صاحب کے وقت میں سمجھا جاتا تھا اب اس کو بعض لوگوں نے اور طرح پر بنایاہے چنانچہ (تحریف ہی کے ایک دعویٰ کو دیکھو) محمد صاحب تحریف معنوی کے مدعی تھے مولوی تحریف لفظی کے مدعی بنے اور اب دہلی کے امام صاحب بیسیوں قسم کی تحریف کے مدعی ہیں۔

اور صدہا جھوٹی حدیثیں اور بیسیوں قصے بنا کر جاری کردئے اور طرح طرح کی باتیں جو محمد صاحب کو معلوم نہ تھیں ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھ کر محمدی مذہب کی شکل کچھ کی کچھ بنادی ہے چنانچہ ایک معزز مولوی صاحب ہمارے ہی زمانہ میں اسلام کی مرمت کی فکر میں اسی سبب سے ہیں اور وہ ایک بڑا بھاری انقلاب دکھلاتے ہیں۔ تو اس پر بھی قرآن آج تک وہی قرآن ہے جو محمد صاحب کے عہد میں تھا۔

اسی طرح بے دین ملحدوں نے دین عیسائی کی نسبت الحاد کا بازار اور بدعت کا بازار بھی گرم کر رکھاہے اور چاہیئں وہ قیامت تک کرتے بھی رہیں مگر ان سب کی تصنیفات علیحدہ ہیں کتب مقدسہ میں دست اندازی کرنے کی انہیں کبھی مجال نہیں ہوئی اس کے کیا معنی کہ ملحد لوگ ایمانداروں کے گھروں میں آکے ان کے ایمان کی کتابیں لے کر تحریف کرجائیں۔

کیا کسی زمانے میں ساری زمین پر ملحد لوگ بھر گئے تھے اگرساری دنیا ملحد ہوجاتی تب بھی کتاب تحریف نہ ہوتی کیونکہ یہ کام ملحد بھی نہیں کیا کرتے یہ خیال خام ہے۔

(ف) دہلی کے امام صاحب بہت خوش ہوئے یہ لفظ سن کے جو میں نے کہی کہ قرآن آج تک وہی قرآن ہے جو محمد صاحب کے زمانہ میں تھا۔

وہ کہتے ہیں کہ مجھے اس خیال پر قائم رہنا چاہیے سو میں بھی کہتا ہوں کہ میرا خیال یہی ہے اور ہمیشہ رہے گا پھر آئندہ کو جو کچھ قرآن کی نسبت بولو نگا وہ جواب الزامی ہے ان تہمتوں کا جو کلام الہٰی پر اہل اسلام لگاتے ہیں میں صاف کہتا کہ قرآن وہی محمدی قرآن ہے اور بائبل وہی کتاب انبیاء کی ہے جو عیب آپ کتب الہٰی پر لگاتے ہیں وہی عیب آپ کی قرآن میں دکھلائے جاتے ہیں۔

پھر امام صاحب نے مجھے تہمت لگائی کہ میں مثل مسلمانوں کے کتب مقدسہ کی تحریف کا قائل ہوں اور سند کا اس کی میرے باپ چہارم کی فصل سوم سے دی اور یہ نہ کہا کہ اس معنی سے تو میں قرآن کے محرف ہونیکا بھی قائل ہوں اور سند اس کی میری باب ہشتم کی فصل چہارم میں ہے دیکھو امام فن مناظرہ اہل اسلام کی بیان کی ترتیب اور اس کے نتائج اور ناظرین خود ہی انصاف کریں۔

آٹھویں خرابی

حواریوں کے عہد سے ۱۵ سو برس تک عیسائی گرجوں میں توریت کا یونانی ترجمہ مستعمل تھا اور عبری کی طرف ان کے جمہور کو توجہ نہ تھی اس لئے عبری نسخے غالباً یہودہی میں تھے عیسائی گرجوں میں بھی بطور تبرک کہیں کہیں ہوں۔

اور یہودی شریر لوگ ہیں پس انہوں نے یہ بات غنیمت جانی کو جو چاہیں بناسکیں۔ باوجود اس کے انہوں نے ایک کونسل جمائی اور مقدس کتابوں کے نسخوں کو جو ان کے نسخہ سے مخالفت رکھتے تھے حکم بربادی کا دیا اسی سبب سے علماء مسیحیہ کو جو اٹھارویں صدی میں کتابوں کو تصحیح اور مقابلہ کرتے تھے کوئی پورا نسخہ ایسا نہ ملا جو دسویں صدی سے پہلے کا ہو چنانچہ ہارن صاحب اپنی جلد دوم میں ذکر کرتے ہیں۔

جواب۔ یہ سب بیان مولوی صاحب کا غلط اور نادرست مقدمات سے مرکب ہے جس کا وہ نتیجہ ایسا نکالتے ہیں۔

ہمارے بزرگ ہمیشہ عبرانی زبان سیکھتے اور پڑھتے رہے مگر خواص اس کے سوا حواریوں کے عہد میں دین عیسائی اول عبرانیوں ہی کے درمیان جاری ہوا اور ہزارہا عبرانی عیسائی ہر زمانہ میں تھے اور اب بھی ہیں اور کچھ بات بھی نہیں ہے بالفرض اگر ان کی توجہ یونانی پر بہت تھی اور عبرانی تورات ہمارے گرجوں میں کہیں کہیں بطور برکت رکھے تھے بھلا جس وقت ان تبرکی نسخوں سے یہودیوں کے نسخوں کا مقابلہ کیا گیا تھا تو کیا یہودیوں کے نسخوں میں کچھ اور، اور ہمارے نسخوں میں کچھ اور مطلب نکلے تھے ہرگز نہیں بلکہ یکساں مطالب تھے کیا یہودی لوگ راتوں کو سارے جہان کے گرجوں میں بھی جاگتے تھے اور چراغ جلا کے ان کی تبرکی نسخوں میں بھی وہ عبارت ملاجاتے تھے جو اپنے نسخوں میں وہ لاکھوں آدمی ملایا کرتے تھے اور بھید ظاہر نہ ہوتا تھا اور پندرہ سو برس تک وہ یہ کام کرتے رہے اور کبھی پکڑے نہ گئے۔ خیر اب میں پوچھتا ہوں کہ یونانی ترجمہ کی صحت تو رہی ہو گی کیونکہ وہ بقول آپ کے پندرسو برس تک عہد حواریوں سے گرجوں میں تھا ضرور وہ ترجمہ یہودیوں کی شرارت سے بچا ہو گا پس اب تو آپ ہی نے ترجمہ یونانی کو عبرات توریت سے جس کی طرف آپ کو شک ہے اعجاز عیسوی کے مقصد دوم کی فصل سوم میں مقابلہ کرکے خوب دیکھ لیا ہے اور اس قدر فرق نکالا ہے جس قدر فرق ترجموں کو لازم ہے جس کا ذکر میرے باب چہارم کی فصل دوم میں آئے گا پس آپ نے بھی اقرار کر دیا کہ عبرانی توریت صحیح ہے۔

کیونکہ اپنے قدیمی ترجمہ سے جو سب یہودیوں اور عیسائی گرجوں میں محفوظ رہا مخالف اور عیب جو کے ہاتھ سے مقابلہ کے وقت مطابقت کہا گئی ہے پس مولوی صاحب کی یہ دلیل ہمارے لئے مفید ہے نہ ان کی۔

اور یہ کہنا کہ عیسائیوں کے پاس دسویں صدی سے پہلے کا کوئی نسخہ نہیں ہے یہ بھی درست بات نہیں ہے ہارن صاحب اپنی جلد دوم میں لکھتے ہیں اور بہت نسخے بتلاتے ہیں جن میں سے چند کا یہاں ذکر کرتا ہوں۔

پہلا کوڈیکس الیکزنڈرینس یہ تورات کا پورا نسخہ چوتھی صدی کا ہے لندن کے کتب خانہ میں اب تک موجود ہے۔

دوسرا کوڈیکس ویٹا کانوس پوپ صاحب کے محل کا نسخہ پانچویں صدی کا ہے۔

تیسرا کوڈیکس اسکرتیس یعنی وہ نسخہ جو چمڑے پر لکھا ہوا ہے اور چھٹی یا ساتویں صدی کا ہے۔

چوتھا کوڈیکس بیزی یعنی بیزا کا نسخہ پانچویں یا چھٹی صدی کا ہے۔

پانچواں کوڈیکس یجاس یعنی بادشاہی نسخہ جو چھٹی صدی کا ہے۔

چھٹا کوڈیکس بھستی انس یہ نسخہ آٹھویں یا نویں صدی کا ہے اگر زیادہ تحقیق اس امر میں مطلوب ہو تو ہارن صاحب کی جلد دوم کا صفحہ ۱۱۲ دیکھنا چاہیے۔

(ف) بعض مسلمانوں کا یہ کہنا کہ ان کے سن قیاس سے بتلائے گئے ہیں پر ان کے اوپر تحریر نہیں ہیں سو انہیں معلوم کرنا چاہیے کہ قیاس کوئی امر ناکارہ نہیں ہے اسلام کے لئے تو اولہ ربعہ میں سے وہ آخری دلیل ہے پر عیسائیوں کے لئے ایسے امور میں بھی اس کو کچھ چیز نہ جاننا بے انصافی ہے پس جو کچھ ان نسخوں کی نسبت مشہور تھا اور قیاس سے کہا گیا کہ کس سن کے ہیں یہی کافی ہے۔

نویں خرابی

۵۳۳ء سے ۵۸۳ء تک بڑے زور شور سے پوپ کا تسلط رہا اور لوتھر صاحب پوپ کو دغا باز بتلاتے ہیں اور اس کے متعلقین کو شریروں کا سنڈاس کہتے ہیں پس انہوں نے تحریف کی ہوگی۔

جواب۔ پانچویں خرابی کے جواب میں تواریخ سے ظاہر کیا گیا کہ ۳۰۰ء تک عیسائیوں کی کس قدر ترقی ہوچکی تھی ۵۳۳ء میں تو اس سے بھی بہت زیادہ ترقی ہوچکی تھی چنانچہ آج تک ترقی چلی جاتی ہے۔

پوپ ساری زمین کا کبھی بادشاہ نہیں ہوا جو اس کو انجیل کی تحریف کرنے کی طاقت ملتی اگر وہ کرتا تو اپنے علاقہ میں کرتا پر اس کے علاقہ کی انجیلوں کو دوسرے علاقہ کی انجیلوں سے مقابلہ کرکے دیکھ لیا ہے ہرگز پوپ نے کچھ نہیں بدلا ہے۔

اور یہ جو کہا کہ لوتھر صاحب اس کو بُرا آدمی کہتے ہیں یہ سچ ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا اور اس کے عقائد میں بھی اور اس کے اطوار دینی میں بھی بدعت تھی۔

جیسے محمدی مذہب میں پیر فقیر اور اولیا ہوتے ہیں جو جھوٹ اور فریب سے دنیا کو ٹھگتے ہیں۔اور لوگوں کو معتقد بنا کر مزے اوڑاتے ہیں حقیقت میں قرآن پر ان کا عمل نہیں ہوتا ہے اپنے بزرگوں کے شجرے اور قبروں کے غلاف اور اپنے فقیروں کی مقبرے درست کرتے ہیں اور مال جمع کرکے عزت سے کھاتے ہیں اور چھپ چھپ کر دنیا کے مزے اوڑاتے ہیں اور اپنے پیر پوجاتے ہیں دیکھو مولوی اسماعیل صاحب نے ان لوگوں کی کیسی باتیں اپنی تصنیفات میں بیان کی ہیں ویسے ہی وہ پوپ صاحب اور ان کے ساتھی بھی تھے اور اب تک بھی ہیں سو لوتھر صاحب بھی پوپ کو کلام کے خلاف بُری حالت میں دیکھ کر ایسا بتلاتے ہیں۔

(ف) دہلی کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مذہب اولیاؤں کے جو عماد الدین نے یہاں بیان کے ہیں قرآن وحدیث میں کہاں لکھے ہیں۔ جیسا اس نے وعدہ کیا تھا (باب دوم) فصل اول کے شروع میں کہ ہمارے اعتراض قرآن اور حدیث سے ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض محمد صاحب پر نہیں ہے جو اس کی سند قرآن وحدیث سے دیئے جاتے بلکہ شریر بدعیتوں پر اعتراض ہے اور سند اس کی حالت موجود ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا

اور اگر آپ کو قرآن حدیث سے اس کی بھی سند مطلوب ہے تومولوی محمد اسماعیل کی کتاب تقویت الایمان کودیکھ لیں کہ قرآن حدیث سے ان بدعتوں کو کیسا الزام دیا ہے۔

باب سوم

فصل اول اعجاز عیسوی کے مقصد اول کی فصل اول کی جواب میں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعض اور کتابوں کا ذکر ہے

اس فصل میں مولوی صاحب نے یوں لکھاہے کہ سوائے ان پانچ کتابوں کے موسیٰ کی طرف اور کتابیں بھی منسوب تھیں اور وہ یہ ہیں۔ گیارہ زبور، ایواب کی دوسری کتاب مشاہدات پیدائش کی خورد کتاب، کتاب معراج، کتاب الاسرار، کتاب ٹسٹمنٹ ، کتاب الاقرار ۔مگر اب یہ کتابیں دنیا سے گم ہیں حالانکہ عیسائی بزرگوں نے ان کتابوں سے سند بھی پکڑی ہے چنانچہ اوریجن لکھتاہے کہ نامہ گلاتیوں میں (۵ باب آیت ٦)اور (٦ باب آیت ۱۵) کو پولوس نے کتاب پیدائش خورد سے نقل کیاہے۔

پھر لارڈنر اپنی تفسیر کی جلد دوم صفحہ ۵۱۲ میں اوریجن سے نقل کرتاہے کہ نامہ یہودہ کی آیت ۹ کتاب المعراج سے نقل ہوئی ہے مگر عیسائی کہتے ہیں کہ یہ کتابیں جھوٹی اور جعلی تھیں تھیں ہارن صاحب لکھتے ہیں کہ شاید جعلی کتابیں شروع ملت عیسوی میں ایجاد ہوئی ہوں اس گمان سے معلوم ہوا ہے کہ شروع ملت عیسوی میں بڑے جعلساز لوگ تھے اور بموجب قول اوریجن کے پولوس رسول نے ان جھوٹی کتابوں سے نقل بھی کی ہے۔

جواب۔ مولوی صاحب نےآٹھ کتابوں کے نام لئے کہ وہ بھی موسیٰ کے نام سے مشہور تھیں مگر یہ نہیں بتلایا کہ موسیٰ کی امت نے بالاتفاق قبول کیا تھا یا نہیں لیکن اس کا اقرار تووہ پہلے ہی کرچکے کہ عہد عتیق کی کتابوں کے سوا اور کوئی کتاب یہود کی متفق علیہ نہ تھی۔

پس اب میں کہتاہوں کہ یہ کتابیں بھی دنیا میں تھیں اور بعض ان میں سے اب بھی ہیں پر غیر الہامی تھیں مثل کتب حدیث کے اس لئے ان کو سب نے قبول نہیں کیا اوراب بھی وہ متردک اور اسی درجہ پر ہیں اگر اہل اسلام انہیں الہامی خیال کریں تو ثبوت دیں۔

اور یہ جوکہا کہ عیسائی بزرگوں نے ان سے سند بھی پکڑی ہے محض غلط بات ہے کوئی دلیل اس دعویٰ پر نہیں ہے مولوی صاحب کی چالا کی پر خیال کرنا چاہیے کہ آٹھ کتابوں مذکورہ بالا کی نسبت مولوی صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ ان سے ان کے بزرگوں نے سند پکڑی ہے مگر اپنے دعویٰ کے ثبوت میں صرف دو کتابوں کی نسبت یعنی پیدائش خورد وکتاب المعراج کی نسبت دو قول اوریجن کے جن میں کچھ بھی جان نہیں ہے کہیں سے ڈھونڈ کر پیش کئے اور چھ کتابوں کی نسبت بلا دلیل اس دعویٰ کو جانے دیا اور کچھ دلیل نہ دی کہ یہ چھ کس طرح مستند الیہ بزرگوں کی تھیں پس ان چھ کی نسبت تو مولوی صاحب کا دعویٰ باطل رہا ان دو کی نسبت جواوریجن کے دو قول پیش کئے ہیں ان کا جواب سن لینا چاہیے۔

جھوٹ اور باطل کتاب کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی بھی فقرہ ان میں صحیح نہیں ہے مثلاً قرآن کوجو باطل کتاب کہا جاتاہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اول سے آخر تک جواس میں ہے وہ جھوٹ اور بطلان ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ بعض مضامین اس میں باطل ہیں اور کل کتاب کی ترتیب اورتالیف الہام سے نہیں ہے بلکہ انسان کی تجویز سے ہے اس لئے وہ ساری کتاب خدا کی نہیں ہے۔

یا جیسے شیعہ لوگ سنیوں کی کتب حدیث کوخلاف سند بتلاتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان میں سب کچھ غلط لکھاہے غرض یہ ہے کہ ان میں کئی حدیثیں غلط ہیں۔

پس اس طرح یہ آٹھ کتابیں ہیں جو غیر الہامی ہیں جن کا رتبہ کلام الہیٰ کے برابر نہیں ہے اگرچہ کلام کے صدہا فقرے ان میں لکھے ہوئے کیوں نہ ہوں تو بھی وہ اس لائق نہیں ہیں کہ مجموعہ کلام میں شامل ہوں۔

اوریجن کے دو قول جو پیش کئے گئے ان کا جواب یہ ہے کہ اوریجن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پولوس نے ان آیتوں کو وہاں سے نقل کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پولوس کی ان آیتوں کا مضمون ان کتابوں کے فلاں فقرے کے مضمون سے موافقت رکھتا ہے اور برابر ہے یہ ایسی بات ہے کہ کوئی کہے کہ قرآن کی فلاں آیت کا مضمون فلاں کتاب تواریخ کے مضمون سے علاقہ رکھتا ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن اس تواریخ کا ہم وزن ہے۔

اور یہ جو کہا کہ بقول بارن صاحب شروع ملت عیسوی میں جعلساز لوگ بھی موجود تھے یہ بیجا طنز ہے کیونکہ وہ کونسی ملت اور وہ کونسا مذہب جہان میں ہے جس کے شروع سے آج تک اچھے لوگوں کے ساتھ شریر لوگ مقابلہ کرتے ہوئے ساتھ ساتھ نہ آئے ہوں دیکھو محمد صاحب جب اپنے مریدوں کو لے کر بیٹھے تھے تو ان کے ساتھ ہی شریر اور منافق بھی بیٹھے تھے اور صدہا باتیں جھوٹی بنا کر مشہور کرتے تھے جن کو اب اہل حدیث موضوعات کہتے ہیں ان باتوں کو ثبوت تحریف لفظی عمدی سے کیا علاقہ ہے یہ تو بحث ہی اور ہے۔

فصل دوم اعجاز عیسوی کے مقصد دوم کی فصل اول کے جواب میں جس میں عہد عتیق اور ۱۷ کتابیں بتلائی ہیں جو گم ہیں

اس فصل میں مولوی صاحب نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہودیوں کے پاس سوا ان کتابوں کے جواب عہد عتیق میں شامل ہیں اور جو ہمیشہ سے یہودیوں کی مانی ہوئی ہیں اور بھی الہامی اور سچی کتابیں تھیں جن کو اہل کتاب نے اب گم کر دیا ہے اور سب عیسائی ان کو واجب التسلیم اور الہامی نہیں جانتے اور وہ سب کتابیں مولوی صاحب نے ۱۷ بتلائی ہیں ان کی فہرست یہ ہے۔

(۱) جنگ نامہ (گنتی ۲۱-۱۴) یہ کوئی تواریخی تھی جیسے کتب سیر ہوتی ہیں (۲) کتاب السیر (یشوع ۱۰-۱۳) یہ بھی کوئی تواریخ تھی یہود میں مروج اس لئے عزرا نے اسکا حوالہ دیا ہے (۳) کتاب یاہو (اخبار الایام دوسرا ۲۰-۳۴) یہ بھی بادشاہوں کی تواریخ غیر الہامی مشہور کتاب تھی (۴) سمیا کی کتاب (۵) عیدو غیب بین کی کتاب (اخبار الایام دوسرا ۱۲-۱۵) اسی آیت میں لکھا ہے کہ وہ دونوں تواریخیں تھیں نہ الہامی کتابیں (۶) ناتھن نبی کی کتاب (۷) اخیا نبی کی کتاب (۸) کتاب مشاہدات عیدو غیب بین کی (دوسرا اخبار الایام ۹-۲۹) یہ تینوں بھی تواریخیں تھیں نہ الہامی کتابیں یا ایک تواریخ تھی اور دو حدیث کی کتابیں تھیں اسی آیت سے ثابت ہے (۹) کتاب اعمال سلیمان (۱ سلاطین ۱۱-۴۱) اس آیت سے ثابت ہے کہ وہ کتاب الہامی نہ تھی بلکہ سلیمان کا روزنامچہ تھا جو اس کے محرر لکھتے تھے (۱۰) وہ کتاب جس کا حوالہ (۲ تواریخ ۲۶-۲۲) میں ہے یہ ایک دنیاوی تواریخ تھی جو اشعیا نے لکھی تھی (۱۱) کتاب مشاہدات اشعیا (۲ تواریخ ۳۲-۳۲) یہ کتاب غیر الہامی تھی جس میں کسی الہامی خواب کا بھی ضمناً ذکر تھا اور قسم حدیث سے یہود میں مروج تھی (۱۲) کتاب تواریخ سموئیل (۲ تواریخ ۳۲-۳۲) یہ بھی علم سیر کی کتاب تھی (۱۳) سلیمان کے ایک ہزار پانچ گیت (۱۴) بیان خواص بناتات وحیوانات تصنیف سلیمان (۱۵) تین ہزار مثال سلیمان (۱ سلاطین ۴، ۳۲، ۳۳) اگر مولوی صاحب محمد صاحب کے سب ملفوظات کو قرآن میں شامل کرلیں تو انہیں اس وقت عیسائیوں کو بھی کہنا لازم ہوگا کہ سب نبیوں کی سب ملفوظات خواہ الہامی ہوں خواہ دنیاوی کلام الہیٰ سمجھو (۱۶) مرثیہ یرمیاہ کا جو اس نوحہ یرمیاہ کے سوا تھا (۲ تواریخ ۳۵-۲۵) یہ بھی الہام سے نہ تھا قدما نے اسے کلام الہی میں شامل نہ سمجھا کیونکہ یرمیاہ نے اپنی طرف سے گایا تھا نہ الہام سے پر جو نوحہ اس نے الہام سے لکھا تھا وہ کلام میں شامل ہے (۱۷) اور بہت سی کتابیں جو موافق اقرار رومن کیتھولک کے یہود نے جلادی تھیں۔

اس دعویٰ کی سند پر مولوی صاحب نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہاں دو تین عالموں کے نام تو لکھے مگر کسی کتاب کا پتہ نشان نہیں بتلایا کہ رومن کیتھولک کے عالم کہاں لکھتے ہیں اور دہلی کے امام صاحب جو حوالہ بتلاتے ہیں انہیں ناظرین خود نکال کر دیکھ لیں کہ وہاں کیا مطلب ہے ہر گز مولوی صاحب کا مطلب وہاں سے نہیں نکلتا۔

پس یہ فہرست بیان کرکے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اہل کتاب نے ان کتب مذکورہ کو محفوظ کیوں نہ رکھا۔

جواب۔ اس کا یہی ہے کہ کچھ ضرورت نہیں ہے کہ انبیاء کی سب ملفوظات اور جہاں کی سب کتابیں ہم محفوظ رکھیں صرف خدا کا کلام جو نجات کا وسیلہ ہے اور جس میں الہیٰ مرضی الہام سے بیان ہوئی ہے حفاظت سے رکھنا ضرور ہے سو یہ تو اہل کتاب نے اچھی طرح کیا ہے اور قرآن بھی مقرر ہے کہ (عندهم التورات والنجیل)اور ان کی پاس توریت وانجیل موجود ہیں یعنی محمد صاحب کے وقت میں بھی پس انجیل و توریت کی موجود گی کے تو آپ بھی قائل ہیں ہاں تحریف لفظی عمدی کے مدعی آپ لوگ ہیں جس کا دعویٰ نہ قرآن کرتا ہے اور نہ اسلام کے متقدمین پس وہ جو کلام خدا موجود ہے آپ لوگوں کو اپنا دعویٰ اس میں ثابت کرنا چاہیے اس کو چھوڑ کے آپ لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں کیوں بہلاتے ہیں جبکہ قدماء نے ان کتابوں کو الہامی نہ سمجھا اور قبول نہ کیا تو ہم ان کے گم ہونے کو کلام الہیٰ کا گم ہونا کیونکر خیال کرسکتے ہیں۔

اور اگر صرف ان کتابوں کا نام کتب مقدسہ میں آنے سے یہ لازم آگیا کہ جب تک وہ کتابیں دیکھی نہ جائیں تب تک کتب مقدسہ بمقبول نہ ہونگی تو اس قاعدہ کے موافق مسلمانوں کو بھی کئی ایک کتابیں جن کے نام ان کی قرآن میں آئے ہیں پیش کرنے پڑینگے اور جب تک وہ کتابیں اہل اسلام پیش نہ کریں ان کا قرآن قبول نہ کیا جائے گا۔

سورہ اعلےٰ میں لکھاہے (ان ہدانفی لحصف الاولی صحف ابراہیم وموسی)ضرور یہ بات لکھی ہوئی ہے پہلے کتابوں میں جو موسیٰ اور ابراہیم کی ہیں۔ جلالین میں لکھاہے کہ ابراہیم کی دس کتابیں ہیں اور موسیٰ کی ایک توریت تھی اب مسلمانوں کو لازم ہے کہ یہ گیارہ کتابیں حاضر کریں ورنہ قرآن نہ قبول کیا جائے گا۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ ان گیارہ کتابوں کی جوابدی بھی یہود کی اور عماد الدین کے ذمہ ہے جواب یہ ہے کہ دعویٰ کا ثبوت ہمیشہ مدعی کے ذمہ ہوا کرتا ہے نہ مدعا علیہ کے مدعا علیہ تو کہتا ہے کہ میرا مدعی باطل دعوی کرتا ہے اس وجہ سے کہ دعویٰ بے دلیل رکھتا ہے۔

حقیقی جواب یہ ہے کہ یہ کتابیں از قسم احادیث یا تواریخ یا علم سیر کی تھیں ان کی حفاظت واجب نہ تھی بعد زمانہ کے سب مفقود بھی ہوئیں ہوں کلام الہیٰ جو انبیاء سے ہم تک پہنچا موجود ہے اسی پر ایمان لانے سے نجات ہے اور کتابوں سے ہمارا کیا مطلب ہے دنیا میں لاکھ کتابیں ہوں یا نہ ہوں۔

فصل سوم اعجاز عیسوی کے مقصد دوم کی فصل اول کے جواب میں جس میں بعض جعلی کتابوں کا ذکر ہے جو نئے عہد نامہ سے علاقہ رکھتی ہیں

اس فصل میں مولوی صاحب نے وہ کتابیں بتلائیں ہیں جو عیسایئوں میں پہلی صدی کے درمیان از قسم موضوعات یا از قسم احادیث یا تواریخات وغیرہ کی بے سند اور غیر الہامی کتابیں تصنیف ہوئی تھیں مگر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ کتابیں سلف میں اناجیل اور اعمال اور نامجات مسیح اور نامجات حواریئن اور مشاہدات کرکے مشہور تھیں اور اب عیسائی ان کو غیر معتبر اور جھوٹیں کتابیں تصنیف ہوئی تھیں مگر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ کتابیں سلف میں اناجیل اور اعمال اور نامجات مسیح اور نامجات حوارئین اور مشاہدات کرکے مشہور تھیں اور اب عیسائی ان کو غیر معتبر اور جھوٹے بتلاتے ہیں اور مولوی صاحب نے بہت سی پریشاں اور بے

فائدہ تقریریں جو اکثر مطلب سے خارج ہیں بیان فرمائی ہیں اور ایک بڑی سی فہرست ان کتابوں کی پیش کی ہے اور وہ فہرست کتابوں کی مولوی صاحب نے اکسیہو نقل کی ہے اورکہاہے کہ صاحب اکسیہو بعد فہرست ہذاکے لکھتے ہیں کہ جب عیسائی مذہب کی شروع ہی میں اس قدر کتابیں تصنیف ہوگئیں تو اب ہم کونسی قاعدہ سے پہچانیں کہ کو کتابیں اب پروٹسنٹ مانتے ہیں وہی الہامی ہیں اور دوسرا الہامی نہ تھی۔

جواب ۔ صاحب اکسیہو موجود صحیح کتابوں کے دریافت کرنے میں پریشان ہیں اوراسی طرح دہلی کے امام صاحب بولتے ہیں توہماری طرف سے ان صاحب کو یہ قاعدہ یادرکھنا چاہیے کہ وہ ان کتابوں کو خدا کا کلام جانیں جن کو حواریوں نے اپنی زندگی میں جاری کیا اور جن پر تعمیل کرانے کے لئے حواری لوگ ہمیشہ سفر کرتے تھے اورجن کو پہلی تین صدیوں کے مومنین نے کلام اللہ مانا اوراپنی تصانیف میں ان سے اقتباس کیا اور جو جو کتابیں اس وقت کی عہد حواریئن سے مومنین کی اجماع امت میں مقبول ہوکر دست بدست آئیں ہاں جن کتابوں کو پہلی تین صدیوں کے مومنین نے رد کیا اور وہ کسی زمانہ میں بھی کلام اللہ نہ مانی گئیں یا حواریوں کے عہد سے پیچھے تصنیف ہوئیں یا انہی کے زمانہ میں ہوئیں پر انہوں نے اوران کی ہم خدمتوں نے رد کیا یا جن کو کسی اجماع امت نے قبول نہ کیا وہ سب خدا کا کلام نہیں ہیں خواہ حدیث ہوں یا تواریخات یاموضوعات یا احادیث صحاح وہ سب انسان کا کلام ہے واضح رہے کہ یہ فہرست مولوی صاحب نے لکھی ہے بعض تواریخیں ہیں بعض احادیث بعض موضوع ہیں بعض صحیح پروہ کسی عہد میں کلام الہیٰ خیال نہ ہوں اب بھی عیسائی انہیں قبول نہیں کرتے کیونکہ وہ الہامی ثابت نہیں ہوتی ہیں۔ محمدی مذہب میں شروع اسلام آج تک ہزارہا کتابیں مولویوں نے تصنیف کیں اور عیسائی مذہب میں بھی الماریاں بھری ہوئیں ہیں اور رات دن قلم رہے ہیں پس جس قاعدہ سے قرآن دیگر کتب اسلام میں ممتاز ہے ۔ اسی قاعدے سے کتب عہد جدید دیگر کتب مردمان سے ممتاز ہیں۔ پہلے مولوی صاحب عیسایئوں کی متفق علیہ کتابیں بیان کرچکے ہیں پھر اس فہرست کے سنانے سے کیا فائدہ ہے کلام الہیٰ وہی ہے جو بعد ثبوت دست بدست چلا آتاہے ۔ پہلے مولوی صاحب نے مسلم کتابیں بتلائیں پھر وہ جنکی بابت اختلاف رہا اب تیسری قسم کی ردی کتابیں پیش کیں جن میں کبھی اختلاف بھی نہیں ہوا کہ آیا کلام میں شامل ہیں یا نہیں اس مغالطہ پر غور کرنا چاہیے۔

لطف یہ ہے کہ مولوی صاحب خود اقرار کرتے ہیں کہ رسول اوران کے شاگرد موضوعات کی تردید میں بہت ساعی تھے چنانچہ (لوقا ۱، ۱، ۲) میں لکھتاہے پھر کیونکر حق اور باطل میں مغالطہ کی راہ سے التباس کا شبہہ حکمتاً ڈالتے ہیں پر سوا احمق آدمی کے کوئی ان باتوں سے فریب نہیں کھاسکتا ہے۔

مسلمان لوگ محمدی موضاعات میں سے عثمان کا منتخب قرآن تو بلاتامل وہی محمدی قرآن جان لیتے ہیں پر عیسایئوں کی کتب دنیاوی سے ممتاز کیا ہوا عہد جدید کا نسخہ جو بڑی تحقیقات سے ثابت ہے قبول کرنے میں شک ڈالتے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ کسی طرح یہ مجموعہ مشکوک ٹھہرے تاکہ قرآن رونق پائے پر یہ محال ہے۔

فصل چہارم تینوں فصلوں کی تلخیص میں

اس باب سوم کی تینوں فصلوں گذشتہ میں سے کوئی فصل ایسی نہیں ہے کہ تحریف لفظی عمدی کے ثبوت میں کچھ بھی مدد کرے بلکہ اس موقع پر ان کا سننا بھی مکروہ معلوم ہوتاہے کیونکہ ان کے دعویٰ سے ان باتوں کو کچھ علاقہ نہیں ہے۔

پہلی فصل میں مولوی صاحب نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابوں کے سوا اور بھی کتابیں تھیں صرف اس دلیل سے کہ بعض کتابوں کے نام اسکی کتاب میں آئے ہیں۔

مگر یہ نہ کہہ سکے کہ وہ الہامی تھیں یا غیر الہامی تھیں کسی غیر نے لکھی تھیں یا خود حضرت موسیٰ نے کسی اور عہد میں وہ کلام الہیٰ میں شامل تھیں یا نہیں ان باتوں میں سے ایک بات کا بھی ذکر نہیں کیا سو اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک یہ کتابیں بھی تھیں پر الہامی نہیں دنیاوی کتابیں تھیں جیسے دنیاوی ہزار ہا کتابیں ہوا کرتی ہیں اگر مولوی صاحب انہیں الہامی جانتے ہیں تو ثبوت دیں ۔

دوسری فصل میں یہ بیان کیا ہے کہ ۱۷ کتابیں اور بھی یہودیوں کے پاس موجود تھی اب عیسائی ان کو نہیں مانتے۔

لیکن مولوی صاحب نے یہ نہ بتلایا کہ یہودی بھی انہیں الہامی مانتے تھے یا نہیں کبھی انہوں نے ان کتابوں کو کلام اللہ مانا تھا یا نہیں اس بات کو مولوی صاحب دبا گئے پس اس کا جواب یہ ہوا کہ دنیا میں ہزاروں کتابیں ہوا کرتی ہیں نہ صرف ۱۷ ۔
خدا تعالیٰ کی جو کتابیں ہیں وہ ہم لے رہے ہیں ہمیں دنیا کے کتب خانہ سے کیا کام اگر کوئی سیر کرنا چاہے انہیں دیکھے ہاں اگر آپ یہ دعویٰ کریں کہ وہ الہامی تھیں تو ثبوت سنائیں ورنہ خیر۔

فصل سوم میں وہ کتابیں بتلائیں جو عہد جدید کے ہمعصر تھیں خواہ موضوعات خواہ احادیث صحاح خواہ تواریخ خواہ نصائح خواہ قصص وکہانیاں وغیرہ پر اس سے ہمارا کیا نقصان ہے اہل دنیا ایسی ہزار کتابیں بنایا کرتے ہیں صحیح ہوں یا غلط الہامی ہر گز نہیں کیونکہ اجماع امت نے قبول نہیں کیا پس جبکہ ان کے الہامی ہونیکا ثبوت آپ لوگ نہیں دے سکتے جس سے بحث ہے تو پھر ان کے ذکر سے کیا فائدہ ہے۔
ناظرین کو چاہیئے کہ فکر کریں کہ کیسی کیسی دلیلوں سے رسالہ مستقلہ تحریف کے ثبوت میں لکھا جاتا ہے افسوس ہزارہا روحوں کو ان مصنفوں نے خدا کے پاس آنے سے روکا پر خدا کا شکر ہو کہ ہم اس مغالطہ کی دلیلوں کے پھندے سے نکلے۔

باب چہارم

فصل اول اعجاز عیسوی کے مقصد اول کی فصل دوم کے جواب میں جس میں حضرت موسیٰ کی پانچ کتابوں سے مولوی صاحب کو انکار ہے

اس فصل میں مولوی صاحب نے یہ بات بیان کی ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پانچ کتابیں جواب عیسائیوں اوریہودیوں کے پاس ہیں حضرت موسیٰ کی نہیں ہیں اور اس دعویٰ کے ثبوت پر ۱۳ سندیں پیش کی ہیں (۱) پیدائش ۳۶- ۳۱- بادشاہ جوزمین ادوم پر مسلط ہوئے پیشتر اس سے کہ بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ ہو یہی ہیں- یہاں سے معلوم ہوا کہ لکھنے والا اس کتاب کا اس وقت میں ہے کہ جب بنی اسرائیل میں سے کچھ بادشاہ ہو چکے تھے۔
(۲) گنتی- ۲۱- ۳ کنعانیوں کو گرفتار کیا اوران کی بستیوں کو حرم کرڈالا موسیٰ تو کنعان میں داخل بھی نہیں ہوئے پھر یہ فقرہ کون لکھتا ہے۔
(۳) گنتی ۲۱- ۱۴ - یہ یہوداہ کی جنگ نامہ میں لکھا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مصنف کتاب نے بعض حالات یہوداہ کے جنگ نامہ سے لکھے ہیں۔
(۴) گنتی ۱۲ - ۳ موسیٰ سارے لوگوں سے جو زمین پر تھے زیادہ بردبار تھا۔
(۵) گنتی ۳۲- ۴۱ منسا کا بیٹا یایر بعد زمانہ موسیٰ کے ہوا ہے۔
(۶) استثنا ۱- ۱ یہ وہ باتیں ہیں کہ جو موسیٰ نے یردن کے اس پر بیابان کے میدان میں فلاں فلاں کے درمیان بنی اسرائیل کو کہیں۔ معلوم ہوا کہ لکھنے والا یردن ندی کے دوسری طرف تھا اور وہ موسیٰ نہیں ہوسکتا۔

(۷) خروج ۱۶ - ۳۵، ۳۶ سے ظاہر ہے کہ راقم کتاب اس وقت کا شخص ہے کہ جب کنعان میں پہنچ گئے تھے اور من کا آنا موقوف ہوچکا تھا اور ایفہ کاوزن دنیا میں جاری ہو گیا تھا۔

(۸) استثنا ۳۴- باب تمام اس بات پر دلالت کرتاہے کہ لکھنے والا موسیٰ نہیں ہے خصوصاً یہ لفظ کہ موسیٰ کی قبر کا پتہ نہ لگا۔

(۹) پیدائش (۱۲ - ۶) اس وقت ملک میں کنعانی تھے۔

(۱۰) پیدائش ۱۴ - ۱۴ (دان تک) دان نام ایک شہر کا ہے اور قاضی ۱۸ باب سے ظاہر ہے کہ موسیٰ کے بعد یہ نام مقرر ہوا ہے۔

(۱۱) پیدائش ۱۳ - ۱۸ میں لفظ حبرون ہے اور نام فلسطین بادشاہ کے عہد میں رکھا گیا تھا پہلے اس کا نام قریہ اربع تھا بموجب یوشع ۱۴ - ۱۵ کے۔

(۱۲) پیدائش ۳۵- ۲۱ میں لفظ عبذر لکھا ہے وہ نام ہے اس مینار کا جو یروشلم کے دروازہ پر تھا۔

(۱۳) زبور، نحمیاہ ویرمیاہ وخزقیل وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتاہے کہ زمانہ سلف میں بھی طریقہ تالیف وتصنیف کا ایسا ہی تھا کہ جیسے اب ہے پس اگر توریت موسیٰ کی تصنیف ہے وہ آپ کو بصیغہ غائب کیوں لکھتاہے۔ جواب۔ ناحق مولوی صاحب نے اس قدر دردسری اٹھائی اگر یوسیفس مورخ کی تواریخ یا کسی اور یہودی وعیسائی کی تفسیر دیکھتے اور اس بات کی تحقیق کرلیتے کہ یہ کیا بات ہے تومعلوم ہوجاتا کہ یہ کتاب کس کی ہے سوواضح ہوجائے کہ عہد عتیق کی سب کتابیں ان ہی مصنفوں کی ہیں جن کے نام سے مشہور ہیں مگر وہ سب جدی جدی تھیں حضرت عزرا نے ان کو جمع کیا اور ترتیب دی اور ترمیم کی اور بعض جگہ پر توضیح یا حل کے لئے بعض فقرات وبعض مضامین بھی درج فرمائے پس یہ سب فقرات اسی ترمیم کنندہ کے ہیں جو ان کا مرتب ہے اسی نے موسیٰ کو بصیغہ غائب لکھا ہے اور وہی اس کے قبر کا ذکر کرتاہے۔

مولوی صاحب بار بار کہتے ہیں کہ عیسائی لوگ اٹکل سے عزرا کا نام لیتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ یوسیفس وغیرہ کی تواریخ سے اور یہود کی تفسیر سے اور متفرق تواریخوں سے ثابت ہے کہ ضرور عزرا ان کا مرتب تھا پھر اٹکلوں کہاں کہتے ہیں یقیناً اسی کا کام جانتے ہیں ہاں اگر عزرا کی درست کی ہوئی کتابوں کو معتبر نہیں جانتے توعزرا کی معتبری اور پاکیزگی کے دلائل ہم سے طلب کرو اور بس شاید کوئی کہے کہ عزرا کچھ معتبر شخص نہ تھا اس کی تالیف وترمیم کا کیا بھروسہ ہے اس لئے کچھ احوال حضرت عزرا سنانا چاہیے کتاب عزرا ۷ باب ۱ سے ۶ تک دیکھو کہ عزرا ہارون کی اولاد میں سے کاہن تھا اور خدا کی شریعت میں ماہر تھا مجیب الدعوات تھا معزز دیندار ذیشان شخص تھا اور خدا کا کاہن (امام) تھا اور خدا آپ اس کے ساتھ تھا سب لوگ اسے موسیٰ ثانی خیال کرتے تھے یوسیفس یہودی مورخ اپنی اس کتاب کی جلد اول حصہ ہشتم جو اس نے اپیاں کے برخلاف لکھی تھی کہتاہے کہ تمام یہودی متفق ہیں اس بات پر کہ عزرا بہت دیانت دار اور دیندار سرگرم فاضل خدا پرست الہامی آدمی تھا۔

پھر کیٹو یہودی جو ایک فاضل مورخ گذرا ہے اپنی کتاب کے صفحہ ۶۹۰ میں لکھتاہے کہ اگر موسیٰ دنیا میں نہ آتا توصرف عزرا ہی شریعت دینے کے لائق تھا یا وہ موسیٰ ثانی تھا اور اس کو سب لوگ الہامی بھی جانتے تھے کہ کتب مقدسہ کی ترمیم وترتیب کی خدمت جو خدا سے اسے ملی تھی اس نے بخوبی پوری کی اور تواریخ کی کتاب اور اپنی کتاب اس نے خود لکھی پھر یہودیوں کی حدیث ہے کہ عزرا نے الہام سے دو تواریخیں لکھیں جو بائبل میں ہیں ہارن صاحب جلد اول صفحہ ۱۴ میں لکھتے ہیں کہ مسمیٰ فائلو جو مصری یہودی اور عالم مشہور آدمی ہے اور مسیح کی پہلی صدی میں تھا اور یہودی ہی مرا ہے کہتاہے کہ عزرا صاحب الہام شخص تھا اور پھر ہارن صاحب اپنی جلد ۴ صفحہ ۶۲ میں لکھتے ہیں کہ عزرا نے اپنی کتاب الہام سے لکھی ہے اور کسی نے عزرا کے الہامی ہونے میں کبھی انکار نہیں کیا۔

مسلمان بھی عزرا کی بزرگی سے کسی قدر واقف ہیں اور اسے عزیر کہتے ہیں قرآن میں لکھا ہے (قالت الیھود وعزرا بن اللہ) یعنی یہود کہتے ہیں کہ عزرا خدا کا بیٹا ہے۔ پس یہودی عزرا جس کو قرآن خدا کا بیٹا بتلاتا ہے اور جو روحانی وجسمانی سب شان وشوکت والا صاحب الہام شخص تھا وہی اس مجموعہ عہد عتیق کا ترمیم کنندہ اور مرتب ہے اسی نے ان میں یہ فقرات ملائے ہیں اور اس کا ملانا عین الہام سے ہے تعجب کی بات ہے کہ عثمان کا مرتب کیا ہوا قرآن تو مسلمان خوشی سے مانتے ہیں جو صاحب الہام بھی نہ تھا پر عزرا کا مرتب کیا ہوا یہ مجموعہ انکے نزدیک مقدوح ہے۔

فصل دوم

اعجاز عیسوی کے مقصد دوم کے فصل دوم کے جواب میں جس میں عہد عتیق کی بعض اور کتابوں پر بھی مولوی صاحب کو شک ہے۔

اس فصل میں مولوی صاحب نے یہ ذکر کیا ہے کہ کتاب یشوع وامثال سلیمان اور کتاب یسعیاہ کے باب ۴ سے ۶۶ تک اور کتاب یرمیاہ کے ۵۲ باب میں الحاق پایا جاتا ہے کتاب یشوع کی نسبت وہ کہتے ہیں کہ اس میں گیارہ فقرے ایسے پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ یشوع کی تصنیف نہیں ہے اور ان فقروں کی فہرست یہ ہے (باب ۴، ۹، ۵، ۷-۲۶-، ۸-۲۸-۲۹، ۱۰-۱۳-۱۳-۲۷، ۱۳-۱۳-۱۴، ۱۴-۱۵-۶۳- ۱۶-۱۰-۲۴-۲۹)۔ پس یشوع کی کتاب ان آیتوں سے مولوی صاحب کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب یشوع کی تصنیف نہیں ہے اور ۱۰ باب آیت ۱۳ سے ان کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا کتاب الیسیر سے نقل کرتا ہے اور مصنف کتاب الیسیر کا داؤد کا ہم عہد تھا چنانچہ ۲ سموئیل ۱-۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر کتاب نحمیاہ کے ۱۲ باب ۱ سے ۲۶ تک اور امثال سلیمان ۲۵ باب سے ۳۱ باب تک اور کتاب یرمیاہ کے باب ۵۲ سے انہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتابیں ان لوگوں کی تصنیف سے نہیں ہیں۔ اور اشٹاڈلن جرمنی کہتا ہے کہ یسعیاہ ۴۰ باب سے ۶۶ تک یسعیاہ کی تصنیف سے نہیں ہے (جواب) حضرت سلامت یہ سب فقرے اسی مولف اور مرتب کے ہیں جس نے ان مصنفوں کی کتاب کو اس مجموعہ میں لکھا ہے یعنی وہی عزرا جس کو قرآن خدا کا بیٹا بتلاتا ہے اور یہودی موسیٰ کا ثانی جانتے ہیں اور خدا کا کلام کہتا ہے کہ خدا اس کے ساتھ تھا جس کا ذکر فصل گذشتہ میں ہوچکا یہ سب اعتراض مولوی صاحب کے اسی فصل گذشتہ کے اعتراض تھے دوسری فصل میں داخل کرکے نئی بات نہیں ہوسکتی ہیں پس جواب بھی اس کا فصل گذشتہ ہی کا جواب ہے۔

اور یہ جو یسعیاہ کا ذکر کا کرن کے مباحثہ کی کتاب سے بحوالہ اشٹاڈلن جرمنی کے لکھا ہے بالفرض وہاں ایسا ہو بھی تو بھی توجہ کے لائق بات نہیں ہے کا کرن کا مباحثہ کچھ دن ہوئے کہ آگرہ میں ہوا تھا اور معلوم نہیں کہ اس کے کس پرچہ میں کسی اشٹاڈلن کا ذکر تھا یا نہیں اور تھا تو کس طرح سے تھا بہر حال تمام محققین اور متقدمین ومتاخرین کے اجماع کو بلکہ حضرت عزرا علیہ السلام اور بڑے بڑے مقدسوں اور معتبروں کے اتفاق اور فتویٰ کو اس اشٹاڈلن جرمنی مجہول شخص کا خیال توڑ نہیں سکتا ہے اور کا کرن کی کتاب ایسی کتاب بھی نہیں ہے کہ کسی کی الماری میں مل جائے وہ تو مثل اخبار کے تھا نہ معلوم کس پرچہ میں کیا ذکر مولوی صاحب نے دیکھا اور اعتراض جڑدیا اچھا اگر درست بھی ہو تو وہ اشٹاڈلن جس کا نام آپ سناتے ہیں اور اسے مشہور شخص بتلاتے ہیں ہم تو اس سے واقف نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کون تھا اور کیا کہتا تھا۔

فصل سوم

اعجاز عیسوی کے مقصد سوم کی فصل دوم کے جواب میں جس میں مولوی صاحب نے انجیل کا الحاق دکھلایا ہے

مولوی صاحب نے فرمایا ہے کہ انجیل میں الحاق ہوا ہے اور اس دعویٰ کے ثبوت میں انہوں نے دس مقام دکھلائے ہیں۔ یہ وہی مقام ہیں جو قدیم سے مفسر ان انجیل دکھلاتے آئے ہیں کہ ان مقاموں میں سہو کاتب سے اختلاف پیدا ہوا ہے جس کو اختلاف نسخ کہتے ہیں جو سب قدیمی کتابوں کو لازم ہے مگر مولوی صاحب نے اس کا نام الحاق رکھا ہے تاکہ کسی طرح اپنا مطلب ثابت کریں۔

الحاق جو مضر ہے اس کے معنی ہیں عمداً کچھ ملانا اور سہو کاتب کے معنی ہیں بھول سے کچھ فرق پڑجانا مولوی صاحب سہو کو الحاق بتلاتے ہیں مگر ان مقامات پیش شدہ کے دیکھنے سے ناظرین معلوم کرسکتے ہیں کہ یہ عمدی فرق نہیں ہیں ان کے وسیلے سے نہ تو کسی مخالف پر فتح پاسکتے ہیں نہ کوئی تعلیم زیادہ کرسکتے ہیں نہ کچھ فضیلت مسیح کی زیادہ دکھلاسکتے ہیں نہ کوئی دنیاوی فائدہ ہے نہ دینی پھر ایسے مقاموں کو صرف ڈاکٹر وزیر خان صاحب اور مولوی رحمت اللہ صاحب بھی الحاق بتلاسکتے ہیں یا ان کے مقلد جو انصاف نہیں چاہتے۔ مگر اہلِ عقل عام اور سب اہل عقل خاص بھی براہ انصاف کہہ سکتے ہیں کہ ضرور یہ سہو ہیں نہ الحاق۔

وہ دس مقام جو مولوی صاحب نے ہماری تفسیروں میں سے چن کر پیش کئے ہیں یہ ہیں۔

(۱) متی ۲۷۔ ۳۵ تاکہ جو نبی نے کہا تھا الخ یہ عبارت بعض پرانے نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے۔مگر یوحنا ۱۹۔ ۲۴ میں ضرور ہے پس وہاں سے بطور حاشیہ کے شاید کسی نے یہاں داخل کی ہو اپنے کسی خاص نسخہ میں اور اس کی نقل آگے کو ایسی ہی ہوتی چلی گئی اور جن میں یہ عبارت نہیں ہے وہ اپنی اصل پر رہی پر اس سے نہ کچھ نقصان ہوا اور نہ کچھ فائدہ سہو کی بات ہے۔

(۲) پہلا یوحنا ۵۔ ۷۔ یہ عبارت ان پرانے نسخوں میں جو ۱۴ صدی تک کے ہیں کسی میں نہیں ہے مگر لاطینی زبان کے ترجمہ میں کہیں سے داخل ہوئی اس لئے اس پر اہل علم کچھ بھروسہ بھی نہیں رکھتے اور اناجیل میں درمیان خطوط وحدانی کے لکھتے ہیں تاکہ ظاہر کریں کہ یہ مشکوک عبارت ہے۔ سیدنا عیسیٰ مسیح کی الوہیت اور اللہ تعالیٰ کی پاک تثلیث کے ثبوت میں صدہا مضامین اور بہت سی آیتیں اور واقعات موجود ہیں اس مشکوک عبارت کی ہمیں حاجت کیا ہے معلوم نہیں کہ ۱۴ صدی کے بعد کسی کاتب سے اس مقام پر سہو ہوگیا مفسرین نے صاف ظاہر کردیا کہ یہ سہو ہے متن میں رکھنے کے لائق نہیں ہے کیونکہ پہلی صدی سے ۱۴ صدی تک کسی نسخہ میں پائی نہیں جاتی پس اس حال سے آگاہ ہوکے بھی دیانت کی راہ سے اس سہو کو خطوط وحدانی میں رکھ لیا ہے یہ کچھ بات نہیں ہے۔

(۳) پہلا کرنتھیوں ۱۰۔ ۲۸ زمین اور اس کی معموری خداوند کی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ اسی باب کی آیت ۲۶ سے موخر ہوکے مکرر یہ عبارت سہو کاتب سے لکھی گئی ہے اگر یہ قول درست ہو تو اس سے کونسی تحریف ہوگئی اور کونسا مطلب فوت ہوگیا۔

(۴)(متی ۱۲۔ ۸) لفظ میں بھی اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ (مرقس ۲۔ ۲۸ و لوقا ۶۔ ۵) میں لفظ بھی موجود ہے اور متی کی انجیل کے بعض پرانے نسخوں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے بہر حال ہو یا نہ مطلب وہی ہے۔

(۵)(متی ۱۲۔ ۳۵) لفظ اوّل میں اختلاف ہے بعض نسخوں میں نہیں ہے بعض میں ہے جہاں نہیں ہے وہاں ضمناً اور مقدر ہے۔

(٦) یوحنا ۸۔ ۵۹) یوں چلا گیا۔ چوتھی اور پانچویں صدی کے نسخوں میں یہ لفظ نہیں پایا جاتا اس کے بعد کے نسخوں میں ہے اور اغلب ہے کہ سہو کتابت سے واقع ہوگا ہوگا۔ پر کوئی تعلیم اس پر موقوف نہیں ہے۔

(۷) متی ٦۔ ۱۳) کیونکہ بادشاہت الخ بعض نسخوں میں یہ عبارت ہے اور بعض میں نہیں ہے۔ واضح ہو کہ عیسائی لوگوں میں دستور ہے کہ دعا کے بعد یا وعظ کے بعد کچھ الفاظ خدا کی تعریف میں بولا کرتے ہیں مثلاً عبادت کے وقت پر زبور کے بعد ستائش باپ اور بیٹے اور روح القدس کی ہو کہتے ہیں اس کے جواب میں سامعین کہتے ہیں کہ جیسی ابتدا میں تھی اب بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اسی طرح اکثر واعظ بعد وعظ کے کہتے ہیں کہ اب خدا باپ اور بیٹے اور روح القدس کی بزرگی ہو۔ اور بعض کچھ اور لفظ بولتے ہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح سیدنا عیسیٰ کی دعا کے بعد یہ الفاظ بادشاہت قدرت وجلال ہمیشہ تیرا ہی ہے کسی زمانہ میں بولے گئے ہیں اور کسی کاتب نے حاشیہ پر دعا کے بعد انہیں لکھا پایا ہے اور متن میں داخل کر گیا وہ سمجھا کہ یہ بھی متن کی عبارت ہے اس لئے بعض نسخ میں ہیں اور بعض میں نہیں ہیں۔

(۸) یوحنا ۷۔ ۵۳ سے ۸ باب ۱۱ تک ایک قصہ لکھا ہے زناکار عورت کا جس پر فتوے دلوانے کے لئے یہودی اسے سیدنا مسیح کے پاس لائے تھے۔ یہ قصہ ان تین پرانے نسخوں میں نہیں ہے جو سب سے زیادہ قدیمی ہیں مگر اور نسخوں میں ہیں پس خیال کرتے ہیں کہ شاید کسی اور حدیث میں سے یہ قصہ سہواً کاتب سے بعض نسخوں میں شامل ہوگیا ہے اور اس کی نقل چل پڑی ہے۔ لیکن قصہ کی صحت میں ہر گز شک نہیں ہے چنانچہ پاپیاس محدث نے بھی اس قصہ کی تصدیق کی ہے چنانچہ یوسبیوس کی جلد چہارم کے صفحہ ۳۹ میں اس کا ذکر ہے اور لوقا کی انجیل کے ایک پرانے نسخہ میں بھی یہ قصہ مذکور ہے پس صحت میں تو اس کے شک نہیں ہے پر یہاں اس کی کتابت میں شک ہے کہ شاید سہو کاتب ہے۔

(۹) (لوقا ۷۔ ۳۱) میں کہیں لکھا ہے کہ خداوند نے کہا اور کہیں لکھا ہے کہ (خداوند نے یہ بھی کہا) پس یہ بھی سہو کاتب ہے کچھ تحریف کی بات نہیں ہے۔

(۱۰) (لوقا ۱۲۔ ۳۳، ۳۴) کے درمیان بارن صاحب لکھتے ہیں کہ کوئی جملہ محذوف ہے یا اڑ گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی قدیمی نسخہ میں کوئی جملہ اس مقام پر زائد نہیں ہے نہ علماء کا یہاں کچھ اختلاف ہے اگر بارن صاحب ایسا فرماتے ہیں تو یہ ان کا خیال ہے اور یہ خیال بھی ان کا درست ہے پر مولوی صاحب کے ہر گز مفید نہیں ہے کیونکہ بارن صاحب دیکھتے ہیں کہ (متی ۲۴۔ ۳٦، مرقس ۱۳، ۳۲) میں اس بیان کے درمیان یہ فقرہ زائد ہے کہ (اس دن اور اس گھڑی کو میرے باپ کے سوا آسمان کے فرشتوں تک کوئی نہیں جانتا) لوقا میں اور سب بیان ہیں لیکن اس فقرہ کا ذکر نہیں ہے ۔ وہ نہیں کہتے کہ قدیمی نسخوں میں یہ فقرہ تھا یا بعض میں ہے اور بعض میں نہیں ہے گویا وہ کہتے ہیں کہ خود مصنف نے یہ فقرہ چھوڑ دیا ہے پر اس بیان کی تکمیل متی ومرقس سے ہوتی ہے یہ ایک تفسیر کی بات ہے نہ اخراج کا وہ مقر ہے جس کی تہمت مولوی صاحب نے لگائی ہے غرض یہ دسواں اعتراض اعتراض نہیں ہے اور وہ نواں اگرچہ سہو کاتب ہیں پر ہر گز الحاق نہیں ہیں۔

مولوی صاحب نے ان دس اعتراضوں کے ذیل میں ہمارے بزرگوں کے بعض اقوال بھی نقل کئے ہیں اور اس میں افراط تفریط کرکے اپنی تقریر کو ذرا چست بنایا ہے پر وہ ساری تقریر نکمی ہے کیونکہ یقیناً یہ سہو کاتب ہیں نہ الحاق اور ان کی نسبت یہ بیان جو میں نے اوپر لکھ دیا ہے کافی ہے اور کوئی سمجھدار آدمی ان اعتراضوں کو دیکھ کے خدا کے کلام پاک کی طرف کچھ شک بھی نہیں کرسکتا عیسائی دینی مدرسوں میں یہ سب باتیں اچھی طرح سے شاگردوں کو بتلائی جاتی ہیں اور کسی آدمی کی تمیز میں یہ باتیں ہر گز موجب شک کا نہیں ہوتی ہیں مگر مولوی رحمت اللہ صاحب نے اور ڈاکٹر وزیر خان صاحب نے جب ان باتوں کو ہماری تفسیروں میں دیکھا تو نہایت خوش ہوئے کہ ہمیں سونے کی چڑیا ملی ہے مگر پوچ بات ہے ڈاکٹر وزیر خان صاحب

جوان باتوں سے خوش ہوئے اس کا سبب توایک تھا کہ وہ علوم دینی اہل اسلام سے بھی ناواقف تھے مگر مولوی رحمت اللہ صاحب جو قرآن کے بڑے عالم تھے انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ اس قسم کی باتیں قرآن میں انجیل کی نسبت بہت ہی پائی جاتی ہیں اگر عیسائی لوگ کہیں گے کہ قرآن کے مختلف نسخوں میں کیا حال ہے توہم کیا جواب دینگے حاصل کلام یہ ہے کہ ہر پرانی کتاب میں سہو کاتب جہان میں پائی جاتی ہیں اوراس جہت سے ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ محرف ہیں یا ان میں الحاق واخراج ہوا ہے چنانچہ قرآن بھی باوجود ایسے اختلاف کے محرف خیال نہیں کیا جاسکتا ہے اور اگریہی تحریف اور الحاق ہے تو ہرگز ہرگز ہو نہیں سکتا کہ ہم قرآن کو بھی محرف نہ کہیں پر نہ ان اختلافات نسخ سے انجیل محرف ہے اور نہ ان اختلافات نسخ سے قرآن۔

دہلی کے امام صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن میں کوئی ایسی اختلافی آیت چاہیے کہ عماد الدین نکالے۔

جواب۔ یہ ہے کہ قرآن میں تو اس سے کہیں زیادہ اور سخت اختلاف نسخ موجود ہو گئی تھی اور اُسی صدی میں بھی مگر عثمان نے چالا کی کرکے انہیں جلادیا اور یہ جلانا جوایک قسم کا اچھا چھپانا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اگروہ موجود رہتے تواسلام کی عجیب حالت ہوتی قرآن کے سب مختلف نسخ جلاکے اپنی مرضی سے منتخب کیا ہوا ایک نسخہ تیار کیا اوراسے محمدی قرآن قرار دیا گیا اس میں کچھ خیانت نہ تھی توکیوں وہ سب اختلاف موجود نہ رکھے مگر ان نومقامات کی سہو کاتب سے کچھ انجیل پر الزام نہیں آسکتا ہے جیسے قرآن پر اس مجموعہ نسخ کے جلانے سے الزام اورشک آتاہے۔

پرخیر باوجود عثمان کی اس کوشش کے قرآن کے نسخوں میں آج تک بشدت اختلاف نسخ پائے جاتے ہیں جن سے معنی بھی بدلتے ہیں چنانچہ اسی کتاب کے باب ہشتم کے فصل چہارم میں اسکا کچھ مفصل ذکر آتاہے مگر امام صاحب چاہتے ہیں کہ عماد الدین قرآن میں سے کوئی ایک آیت ایسی نکالے اسلئے دوچار نمونہ انہیں دکھلانے مناسب ہیں۔

(۱) دیکھو مظاہر الحق ترجمہ مشکوۃ کتاب حدود میں لکھاہے کہ رجم کی آیت پہلی قرآن میں تھی بعد ازاں تلاوت اسکی موقوف ہوئی اوروہ آیت یہ تھی۔ (الشنیح والشنجنۃ اذادنیا فارحموہماالبتۃ نکالاً من اللہ واللہ عزیز حکیمہ)پیر مرد اورپیرزن جب زنا کریں توانہیں ضرور سنگسار کرو یہ خدا کی طرف سے عذاب ہے اور اللہ عزت حکمت والاہے۔ دیکھو یہ آیت قرآن میں پہلے تھی اوراب نہیں ہے۔ یہ اخراج ہوا اورعمدی اخراج ہے نہ سہو۔

(۲)سورہ نجم میں سے یہ آیت اڑائی گئی ہے تلک الغرانیتی العلیٰ وان شفاعبتیں لترجی) یعنی یہ کعبہ کے بہت بڑے بزرگ ہیں اور ان سے شفاعت کی امید کی جاتی ہے یہ دوسرا اخراج عمدی ہے۔

(۳) دبستان المذاہب میں ایک بہت بڑی سورۃ لکھی ہے جو قرآن میں سے نکالی گئی ہے بندہ نے وہ سورۃ تحقیق الایمان میں نقل کردی ہے اس کی عبارت اور محاورہ بالکل قرآن کا محاورہ ہے ضرور وہ قرآن میں سے نکالی گئی ہے یہ تیسرا اخراج ہے عمداً۔

(۴)مشکوۃ کتاب فضائل قرآن باب آخر فصل ثالث میں ایک حدیث ہے زید بن ثابت کی اوربخاری نے اسکی روایت کی ہے اس میں لکھاہے کہ (لقد جاء کم رسول من انفسکمہ آحر سورہ برات تک) جب زید قرآن کو جمع کرتا تھا تو یہ عبارت اسے کسی کے پاس نہ ملی صرف ابی خزیمہ انصاریٰ کے پاس ملی اس سے لے کر قرآن میں داخل کی اب ہم پوچھتے ہیں کہ محمد صاحب کو انتقال فرمائے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا سب ان کے دیکھنے والے اور حافظان قرآن موجود تھے پھر اسکے کیا معنی کہ کسی کے پاس یہ عبارت نہ نکلی صرف ایک شخص کے پاس نکلی وہاں لکھا ہے کہ (المہ اجد ھامع احدٍ غیرہ)کہ سواء اس شخص کے اور کسی کے پاس میں نے اس عبارت کو نہ پایا-- پس یا توحافظوں کی غلفت کااقرار

گرویاکھو کہ ابی خزیمہ نے اتنے مقربوں سے جدا یہ عبارت کہاں سے پائی اگروہ سب قاری بمنزلہ قرآن کے نسخوں کے قرار دیئے جائیں توابی خزیمہ ایک نسخہ ہے اور جو اس میں ہے وہ سب میں نہیں ہے۔ پھر زید نے یہ الحاق ابی خزیمہ کا جو قرآن میں داخل کیا اس پر کتنے قاریوں کی گواہی تھی کسی کی نہیں پھر زید کہتاہے کہ مجھے ابوبکر نےکہا کہ توجوان اور عقل مند آدمی ہے ہم تجھے تہمت نہیں لگاسکتے یعنی جو کچھ تو نقل کرے جھوٹ کا اتہام تجھ پر نہیں ہوسکتا کیونکہ تووحی کا کاتب تھا۔ مگر اسی حدیث میں دیکھو کہ زید خدا کی قسم کھا کے کہتا ہے کہ اگرمجھے حکم دیتے کہ پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ میں اٹھاکے ایک جگہ سے دوسری جگہ میں رکھدوں تو یہ آسان تھا نسبت قرآن جمع کرنے کے۔ دیکھو یہ آدمی کیسا سچاہے کہ اگر اسے پہاڑ اٹھانے کا حکم ملتا تو عقل کہتی ہے کہ ناممکن تھا اور قرآن کا جمع کرنا ممکن تھا چنانچہ اس نے کیا بھی مگر یہ شخص محال بات کوآسان بتلاتاہے خدا کی قسم کھاکے اور آسان اور آسان بات کومشکل بتلاتاہے اور پھر مدعی ہے کہ میں نے اس کو پورا بھی کیا۔

(۵)من المومنین رجال مدقوا ما عاہدوا اللہ علیہ زید بن ثابت کہتاہے کہ یہ آیت بھی جوسورہ احزاب کی ہے جمع قرآن کے وقت کسی کے پاس نہ ملی مگر صرف خزیمہ ابن ثابت انصاریٰ کے پاس ملی وہاں سے لے کے ہم نے قرآن میں ملحق کی پس یہ بھی کسی نسخہ میں نہ تھی صرف ایک نسخہ میں تھی۔

(۶) سورہ انفال اور سورہ برات کے درمیان سے بسمہ اللہ الرحمن الرحیم کی آیت عثمان نے اپنی مرضی سے اڑادی ہے کیونکہ وہ مقام مشکوک ہے کہ آیا ان میں اتحاد وتعدد ہے یا نہیں۔ مگر آپ ہی حضرت عثمان اقرار کرتے ہیں کہ وہ دو سورتیں ہیں ان میں تعدد ہے کیونکہ انفال اوایل اسلام میں بمقام مدینہ نازل ہوئے بتلاتے ہیں اور براۃ کو آخر قرآن نزولاً کہتے ہیں۔ اورکہتے ہیں کہ مجھے ان میں مشابہت معلوم ہوئی اس لئے میں نے ان کو قریب قریب رکھاہے یہ عثمان کی تقریر کچھ مضبوط نہیں ہے اعتراض ابن عباس کا درست ہے)وہی باب وغیرہ۔

(۷) مظاہر الحق کتاب فضائل قرآن کی اواخرمیں مذکور ہے کہ قرآن تین دفعہ جمع ہواہے پہلے تو حضرت کے روبرو جمع کیا گیامگرایک مصحف میں نہ تھا۔ دوم ابوبکرنے جمع کیا سوم عثمان نے جمع کیاحضرت نے توسب لکھوادیا تھا پر پراگندہ اوراق میں ضرورت یہ باقی تھی کہ ایک جلد میں وہ سب اوراق ترتیب پائیں۔ پھر ابوبکر نے جو جمع کیا اس غرض سے جمع کیا تھا کہ قرآن میں سے کچھ جاتا نہ رہے یعنی سب کا سب قلمبند ہوجائے اب عثمان جو جمع کرتے ہیں ان کا کیا منشا ہے مصنف مظاہر الحق کہتاہے کہ عثمان نے اس لئے جمع کیا کہ اختلاف نہ رہے اورسب لوگ لغت قریش پر متفق ہوجائیں۔ اس بیان پر ہمارے یہ اعتراض ہیں کہ جب وہ دوآیتیں مذکورہ بالا کسی کے پاس نہ ملیں سوا ابی خریمہ اورخریمہ کی توصاف ظاہر ہے کہ محمد صاحب کے اوراق میں اورابوبکر کی قرآن میں وہ آیتیں نہ تھیں تب یہ الحاق ہے یا حضرت کا اور ابوبکر کا کام ناقص تھا۔

دیگر آنکہ جب حضرت نے اور ابوبکر نے قرآن کو جمع کیا تو وہ محض لغات قریش میں نہ تھا بلکہ مختلف محاورات عرب میں تھا اور اس لئے قاریوں میں اختلاف تھا اب جو عثمان اس اختلاف کو اٹھاتے ہیں اور سب کو لغت قریش پر متفق کرتے ہیں تب ضرور عام محاورات سے خاص محاورہ پرلانے سے وہ مانند ترجمہ کے ہوتاہے اس صورت میں قرآن اصل نہیں رہتا کیونکہ یہ جمع کرنا تصرف کے ساتھ ہے زیادہ دیانت دار ہیں وہ عیسائی جنہوں نے سب قدیمی نسخوں کودیکھا اور سب اختلاف نسخ بھی رہنے دیئے اورجیسا خدا کا کلام انہیں ملاویسا انہوں نے جہان کے سامنے رکھ دیا نہ اس کے محاورات میں دخل دیا نہ اس کے اختلافات میں مگر جدی کتابوں میں سب کچھ صاف بتلادیا۔

(۸)اگر کوئی آدمی اس بارہ میں زیادہ تحقیق کا طالب ہے توماسٹر رامچندر صاحب کا رسالہ تحریف قرآن اول سے آخر تک پڑھے اس سے سب حال معلوم ہوجائے گا۔ اورامام صاحب جو ایک دو آیت ایسی عماد الدین سے طلب فرماتے ہیں ان کے سامنے یہ رسالہ پیش کرنا بس ہے۔

فصل چہارم

ان تینوں فصلوں کی تلخیص

اس باب چہارم کی دو فصلوں میں مولوی صاحب نے ایک ہی قسم کے اعتراض کئے ہیں۔ پہلی فصل میں یہ بیان ہے کہ موسیٰ کی کتاب میں ۱۳ فقرے ایسے ہیں جن سے معلوم ہوتاہے کہ موسیٰ کی تصنیف نہیں ہے ۔ اس بیان کو تحریف لفظی عمدی یا سہوی کے ثبوت سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہے کیونکہ ہم تو پہلے ہی بتلاچکے ہیں کہ ان کتابوں کو عزرا علیہ السلام نے مرمت اوردرست کرکے لکھاہے اگرچہ ان کو موسیٰ نے لکھا تھامگر پھر دوبارہ عزرا نے بعض سرمانے اورربط کے فقرے اور بعض روائیتیں اور مغلق مقام حل کرکے لکھاہے پھر یہ کہنا کہ یہ فقرے غیر کے ہیں تحصیل حاصل ہے۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ پھر ان کو عزرا کی کتابیں کہو موسیٰ کی کیوں کہتے ہو۔

جواب یہ ہے کہ یہ کتابیں موسیٰ ہی کی ہیں اسی نے شروع میں لکھیں تھیں اور اس پر یہ الہام ہوا تھامگر عزرا نے ترتیب اور ترمیم کی ہے اس لئے نہ مطلق عزرا کی ہیں جو عزرا کی کہلائیں بلکہ موسیٰ کی کتابیں عزرا سے ترتیب پائی ہوئی کہلاتی ہیں اور سب لوگ جانتے اورمانتے ہیں۔

دوسری فصل میں اسی قسم کے گیارہ فقرے یوشع کی کتاب میں دکھلائے ہیں یہ بھی مولوی صاحب کالاحاصل بیان ہے کیونکہ جوحال موسیٰ کی کتاب کاہے وہی حال یشوع کی کتاب کاہے بلکہ تمام عہد عتیق اسی عزرا یاعزیر بن اللہ کے ہاتھ سے مرمت یامرتب کیاہواہے اسے اختیار ہے کہ جہاں چاہے جوفقرہ اس میں لکھے کیونکہ وہ صاحب الہام شخص تھا۔

فصل سوم میں مولوی صاحب نے انجیل کے درمیان گیارہ بارہ مقام پر الحاق بتلایا ہے کہ مگروہ نہ الحاق ہے پر سہو کاتب ہے اورہم اس کومانتے ہیں پراس کو تحریف کہنا بیوقوفی جانتے ہیں امام صاحب کہتے ہیں کہ عماد الدین انجیل کو کس قرات میں پڑھا کرتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ قرات سے مراد یہاں پروہ ملانہیں جس میں قرآن پڑھا جاتاہے مگر مراد یہ ہے کہ جس قدیمی نسخے میں جو عبارت اختلافی جس طرح پر ہے اسی طرح وہاں پڑھی جاتی ہے ۔(ف) پھر امام صاحب کہتے ہیں کہ انجیل کی حمایت توجب تھی کہ ان گیارہ بارہ مقامات کو محرف نہ ثابت ہونے دیتے۔ جواب یہ ہے کہ عثمان کی روح ہم میں نہیں کہ اختلافات کو جلا کے نسخہ پیش کریں اورہم احمق آدمی کی مانند انجیل کے حمایتی بھی نہیں انصاف اور راستی کے ساتھ حق بات کے حمایتی ہیں پر یہ کہنا کہ ان سہو کاتب کے قبول کرنے سے انجیل محرف ثابت ہوگئی یہ کسی اورہی عقل کا فتویٰ ہے جوہم میں نہیں ہے پس یادرکھنا چاہیے کہ ان سہو کاتبوں سے انجیل ہرگز محرف نہیں ہےاور نہ کوئی دانشمند اس بات سے اسے محرف بتلاسکتاہے اگر ایسی بات کا نام اہلِ اسلام نے تحریف رکھ چھوڑاہے تو ان کا دعویٰ اوردلیل سب کچھ باطل ہے اور ظاہر ہوگیا کہ وہ لوگ عقل سلیم پیدا کرنے کے محتاج ہیں میں پوچھتا ہوں کہ کیا ایسی بات کا نام تحریف ہے اگر اسی بات کانام تحریف ہے تو تحریف سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے ایسی تحریف سے تو کلام الہیٰ پر کچھ شک نہیں پڑ سکتا اگر ایسی بات سے کلامِ الہیٰ غیر معتبر ٹھہرتاہے توقرآن کی بلکہ سارے جہان کی سب پرانی کتابیں محرف اور غیر معتبر ہیں کیونکہ سہو کاتب اور مختلف نسخ بکثرت کتابوں میں موجود ہیں پس اب میں ناظرین سے ایک سوال کرتا ہوں کہ آیا اختلاف قرات یا سہوکاتب یا اختلاف نسخ میں اور تحریف لفظی عمدی کی تعریف میں کچھ فرق ہے یا نہیں اس کا جواب خدا کو دو خود غرضی سے بے عیب قدوس کو عیب دار نہ ٹھہراؤ۔

گیارہ بارہ مقام سہو کاتب کے مولوی صاحب نے یہاں دکھلائے مگر اپنے قرآن کے (۱۱۸) مقام ایسے ایسے بغل میں دبالئے چنانچہ کتاب کے آخر میں معلوم ہونگے اوراسی بیان کے مقابلہ میں وہ فصل تحریف قرآن کی لکھی بھی جائیگی یہ دکھلانے کو کہ اگر یہ سہو کاتب موجب تحریف انجیل ہیں تووہ بھی موجب تحریف قرآن ہیں لیکن فی الحقیقت نہ ان سے انجیل

محرف ہے نہ ان سے قرآن پر مولوی صاحب ہمیں ابھارتے ہیں کہ انہیں قرآن میں کچھ دکھلانا چاہیے۔

باب پنجم

فصل اول اعجاز عیسوی کے مقصد اول کی فصل سوم کے

جواب میں جس میں عبرانی وسامری ویونانی توریت کا مقابلہ ہے

اس فصل میں مولوی صاحب نے علماء عیسائیہ کی اس مقابلہ سے جو انہوں نے ان زبانوں میں توریت کا مقابلہ کیا ہے اس مراد سے کہ آیا یہ کتابیں یکساں ہیں یا نہیں اوران کے بیانوں میں کچھ اختلاف پایا جاتاہے یا نہیں کچھ دکھلایاہے۔

پس مولوی صاحب نے ۲۳ جگہ اختلاف نکال کے دکھلائے ہیں جو کچھ بھی نہیں ہیں یا بہت ہی خفیف اختلاف ہیں چنانچہ ذیل میں مفصل بیان ہے۔

(۱) اختلاف آدم سے طوفان تک کا عرصہ عبرانی میں (۱۶۵۶) سامری میں (۱۳۰۰) یونانی میں (۲۲۶۲ یا ۲۲۴۲) لکھاہے۔

(۲) اختلاف طوفان سے ابراہیم تک کا زمانہ عبرانی میں (۲۹۲) سامری میں (۹۴۲) یونانی میں (۱۰۷۲) یا (۱۱۷۲) لکھاہے۔

(۳) اختلاف آدم سے مسیح تک عبرانی میں (۴۰۰۴) یونانی میں (۵۸۷۴) سامری میں (۴۷۰۰) لکھاہے۔

جواب ان تینوں اختلافوں کا اور جو جو مقام ان کی مانند ہیں یہی ہے کہ عبرانی اصل ہے اور وہ دونوں اس کے ترجمے ہیں پس ترجموں کو اصل کے موافق درست کرنا چاہیے اور دوسرا حقیقی جواب یہ ہے کہ یہ سب نہایت پرانی کتابیں ہیں اور ابجد کے حروف میں وہاں نمبر لکھے جاتے تھے کتابت کے وقت ابجد کے حساب میں کاتبوں سے کہیں کہیں سہو ہوا ہے

کیونکہ نمبروں میں بڑی احتیاط چاہیے تھی پر بہت پرانی کتابیں ہونے کے سبب اوراس لئے بھی کہ عبارت میں نہیں بلکہ ابجد میں حساب تھا پس ب کی جگہ ت ہوجانے سے ایسی غلطیاں واقع ہوئی ہیں اس سے تحریف لفظی عمدی اور محمدی بشارت کا اڑانا ثابت نہیں ہوسکتا ہے اور نہ اس سے کسی کا کوئی مطلب اور تصث علاقہ رکھتاہے پر سہو کتاب ہی نہایت درجہ یہ ہے کہ یہ مقام مثل اور مقامات کے اختلافی شمار ہوگئے ہیں جس سے کچھ شریعت اور عقائد اوراحکام میں نقصان نہیں آیا۔

(۴) اختلاف استثنا کا ۲۷ باب ۴میں عیبال کے پہاڑ پر نصب کیجو۔ سامری توریت میں ہے گذرم کے پہاڑ پر نصب کیجو اورعیبال وگذرم آمنے سامنے دو پہاڑ ہیں۔

جواب۔جب سامری لوگ کنعان میں بسائے گئے تھے اوران کی تعلیم کے واسطے کاہن(امام) آیا تھا اسی زمانہ میں وہ لوگ اپنا معبد گذرم پر بنا بیٹھے تھے اورانہیں خیال تھا کہ ابراہیم وغیرہ نے بھی اس پہاڑ پر قربانی کی ہے اسی پر موسیٰ نے بھی حکم دیا ہوگا لیکن انبیاء بنی اسرائیل جو توریت کے لکھے جانے کے پیچھے پے درپے آتے رہے۔ انہوں نے ظاہر کیا کہ عیبال چاہیے نہ گذرم اور عزرا نے بھی تصحیح کے وقت عیبال ہی لکھا نہ گذرم اس لئے سامری توریت کو درست کرنا چاہیے یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ صریح غلطی ہے اس وقت کی جبکہ ان کی کتاب عبرانی سے ایک ہی کاہن (امام) نے انہیں دی۔

(۵) اختلاف (خروج) ۱۲۔ ۴۰ بنی اسرائیل کے جو مصر کے باشندے تھے بودوباش ۴۳۰ برس کی تھی ۔حالانکہ وہ تو ۲۱۵ برس مصر میں رہے تھے۔ علاوہ ازیں اسی آیت کے اندر سامری ویونانی میں لفظ آباواجداد لکھاہے جو عبرانی میں نہیں ہے۔

جواب۔چار سو تیس برس اس دن سے شمار کئے گئے ہیں جس دن خدا نے ابراہیم سے وعدہ کیا تھا۔ کوئی کہتاہے کہ نوح آدم سے حساب کیوں نہیں لیتے ابراہیم سے کیوں شمار کرتے ہو۔

جواب۔ یہ ہے کہ نوح وآدم سے اس وعدہ کا ذکر اگر ہوتا تو ضرور ہم وہاں سے شمار کرتے پر ابراہیم سے اس وعدہ کا ذکر ہے اس لئے اس سے حساب کرتے ہیں۔ پھر معترض کہتا ہے کہ کیا ابراہیم بنی اسرائیل تھا خروج میں تو بنی اسرائیل کاذکر ہے جواب یہ ہے کہ اسرائیل و بنی اسرائیل کی وہ بنیاد جس پر وعدہ الہیٰ نے قرار پایا ابراہیم ہے پس وہ اپنی نسل کے ساتھ محسوب ہے اور ہمیشہ بنی اسرائیل نے اس مقام کو اسی طرح سمجھا اور اسی طرح یہ واقع بھی ہوا ابراہیم کے وعدہ کے دن سے اخراج مصر کے دن تک سب دن مصیبت اور دکھ اور تنگی کے تھے خود ابراہیم نے دکھ اٹھایا اضحاق نے اٹھایا اسرائیل نے اٹھایا اور بنی اسرائیل نے اٹھایا شروع اس کا ابراہیم کے سفر سے ہی اوراختتام مصری مصائب پر ہے اور خود خدا ان ۲۱۵ برس کوان ۲۱۵ برس میں ملاکے ۴۳۰ فرماتاہے اورسابق کے مصائب کو جواسی آخری مصائب پر ہانکنے والے تھے ملاکے ایک مصیبت بتلاتاہے توپھر کیا اعتراض ہے اسی واسطے آباواجداد کا لفظ جو عبرانی میں ضمناً ہے سامری ویونانی میں تشریح کے لئے مترجم بھی زیادہ کرتے ہیں پس یہ نہ اختلاف ہے پر نہایت درست بات ہے۔

(۶) اختلاف (پیدائش ۴ - ۸) تب کائین اپنے بھائی ہابیل سے یوں بولا اور جب وہ دونوں کھیت میں تھے اسکاٹ کہتاہے کہ سامری ویونانی میں ہے (بولا کہ آؤ میدان کو چلیں) یہ اختلاف نہیں ہے ترجمہ سامری ویونانی میں جملہ مخدوف کو کھول دیا ہے جو متن میں مخذوف تھا یا ممکن ہے کہ عبرانی میں سہو کا تب سے رہے گیا ہو پر اس سہو کو جو یقیناً بلکہ جوزاً ہے کیونکہ تحریف عمدی کہہ سکتے ہیں۔

(۷) اختلاف (پیدائش ۷ - ۱۷) میں لفظ چالیس دن لکھاہے یونانی ولاطینی میں چالیس دن رات لکھاہے جواب یہ بھی اختلاف نہیں ہے کیونکہ عبرانی میں دن سے مراد چوبیس گھنٹہ کا دن ہے پس مترجم نے رات کی قید سے اس بات کا کھول دیا ہے۔

(۸)اختلاف (پیدائش ۳۵- ۲۳) رابین اپنے باپ کی بلہاحرم سے ہم بستر ہوا۔ یونانی میں اتنا زیادہ ہے (کہ وہ اس کی نگاہ میں بڑا تھا) مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بموجب خیال یہود کے اس جملہ عبرانی میں سے کچھ رہے گیا ہے جواب ہنری اسکاٹ کے صفحہ کا حوالہ نہیں دیا اس لئے وہاں نہیں دیکھ سکتے پر یہ کچھ بات نہیں ہے یونانی مترجم نے توضیح کے لئے ایک فقرہ بڑھایا ہے اپنے ترجمہ میں نہ اصل عبرانی میں۔

(۹) اختلاف (پیدائش ۵- ۲۵) میں سے بقول ہارن صاحب کچھ الفاظ گرگئے ہیں جواب جب کوئی مفسر کسی فقرہ میں کسی لفظ کے مخذوف ہونے کا خیال نیچے اوپر کی عبارت یا ترکیب الفاظ سے کرکے بیان کرتاہے تومولوی صاحب اس کو تحریف سمجھتے ہیں صاحب یہ ایسی بات ہے جیسے سانتھر اخیرً لکم میں سے لفظ عن التثلیث قرآن میں سے گر گیا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ پانچویں اختلاف سے نویں تک عماد الدین کو اقرار ہے ناظرین آپ ہی سوچ لیں کہ کیا اقرار کیا ہے۔

(۱۰) اختلاف (استثنا ۱۰ - ۶ سے ۸) میں جو تفصیل منازل ہے وہ برخلاف ہے اس تفصیل کے جو گنتی ۳۳- ۳۱ میں ہے۔ اور استثنا میں ہے کہ ہارون کا انتقال موسیرامیں ہوا گنتی میں ہے کہ کوہ ہور میں ہوا۔

جواب۔ بنی اسرائیل جو اس تفصیل کے واقعات کے ہم عہد تھے یا وہ جو قریب العہد تھے اور ان سبھوں نے اون دونوں تفصیلوں کو قبول کیا ہے اورچونکہ مقام قریب قریب یاہمنام اور بعض کئی کئی ناموں سے نامزد تھے اس لئے بظاہر اگرچہ اختلاف ہے مگر مفسروں نے اس اختلاف کو صاف کردیا ہے خصوصاً تالمود یہودی تفسیر سے یہ اختلاف اٹھ گیا ہے۔ اوراگرآپ مفسروں کی تاویلات کو قبول نہ کرینگے تووہ قرآنی آیتیں بھی جو تاویل کے درست نہیں ہوسکتی جن کا ذکرآنے والاہے قبول نہ ہونگی۔

اور موسیرا کوہ ہور کا اختلاف بھی کلیمنٹ کی کتاب سے اٹھ گیاہے وہاں لکھتا ہے کہ یہ دونوں مقام قریب قریب ہیں پس دونوں بیان سچ ہیں کچھ اختلاف نہیں ہے۔

(۱۱) اختلاف پیدائش (۲۰۔ ۲۱) اس مقام پر یونانی ترجمہ میں اتنی عبارت زاید ہے (اس لئے وہ جورو کہنے سے خوفناک تھا کہ شاید آدمی شہر کے اس کو اس کے کہنے سے ماریں) جواب لفظ اس لئے آپ ہی ظاہر کرتاہے کہ یونانی مترجم نے اپنی طرف سے فائدہ لکھاہے یہ اختلاف نہیں ہے۔

(۱۲) اختلاف پیدائش (۳۰۔ ۳۶) کے بعد سامری میں عبارت ذیل زاید ہے (اور خدا کے فرشتے نے یعقوب کو کہا کہ اے یعقوب وہ بولامیں حاضر ہوں تب اس نے کہا کہ اپنی آنکھ اٹھا اور دیکھ کہ سارے مینڈھے جو بھیڑوں پر چڑھے طوقدار اور داغی اور چتکبرے ہیں اس لئے کہ جو کچھ لابان نے تجھ سے کیا میں نے دیکھا بیت ایل کا خدا جہاں تونے ستنوں پر تیل ملااورجہاں تونے مجھے نذر کا عہد کیامیں ہوں اب اٹھ اس زمین سے نکل چل اوراپنے کنبے کی زمین پر پھر جا) جواب یہ عبارت سامری میں سہواً مکرر لکھی گئی ہے۔ پس یہ اختلاف نہیں ہے عزرا نے سامری توریت کے لکھے جانے کے بعد عبرانی توریت کی تصحیح کی ہے پس نہ صرف یہ بلکہ اگرایسے ایسے اور بھی اختلاف سامری کے ساتھ پائے جائیں تو کچھ اختلاف عبرانی کے ساتھ نہیں ہے توریت شریف نام اسی عبرانی کا ہے وہ سامری نسخہ تو ایسا ہے جیسے ابوبکر کا جمع کیا ہوا قرآن تھا جسے عثمان نے جلادیا پر عیسائی لوگ سب کچھ پاس رکھتے ہیں۔

(۱۳) اختلاف پیدائش (۱۰۔ ۱۱) کے بعد یہ عبارت سامری میں زاید ہے (اوریہوواہ نے موسیٰ کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم اس پہاڑ پربہت رہے اب پھر واورسفر کرو اور اموریوں کے پہاڑ اور ان کے سب باشندوں میں میدانوں میں پہاڑوں میں نشیب میں جنوب کو اور دریا کی بناور کو کنعانیوں کی سرزمین کو اور لبنان میں بڑے شہر تک جو نہر فرات ہے۔ جاؤ دیکھو میں نے یہ زمین تمہیں عنایت کی داخل ہو اور اس زمین پر جس کی بابت یہوواہ نے تمہارے باپ داداوں ابراہیم اضحاق اور یعقوب سے قسم کی کہ تم کو اور تمہارے بعد تمہاری نسل کو دوں گا میراث میں لو) یہ عبارت عبرانی میں نہیں ہے۔

جواب عبرانی توریت کے مرتب نے اس عبارت کو درست نہیں سمجھا اس لئے عبرانی میں داخل نہیں کیا اگرچہ کلام الہیٰ کے کئی ایک فقرے اس میں ہیں تو بھی ترکیب اس کی حدیث وغیرہ سے ہے پس یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ متروک عبارت ہے جیسے قرآن کی مختلف نسخ میں عثمان نے جلائے ہیں۔

(۱۴) اختلاف (گنتی ۲۶۔ ۱۰) اور زمین نے اپنا منہ کھولا اورانہیں قرح سمیت نگل گئی جس وقت کہ جماعت مری جبکہ اس آگ نے اڑہائی سوآدمی کھالیا سووہ ایک عبرت ہوئی سامری میں یوں ہے اور زمین نگل گئی ان کو جبکہ وہ گروہ مرا اور آگ نے کھالیا قرح کو اڑائی سوآدمی سمیت جوایک عبرت ہوئی۔ جواب۔ کچھ فرق اوراختلاف نہیں ہے ہاں الفاظ کا تقدم تاخر ہے سو ترجمہ اوراصل کی عبارت میں ایسا ہوتاہے جبکہ ترجمہ تحت لفظی نہ ہو پس اعتراض بیجاہے۔

(۱۵) اختلاف (استشنا ۳۲۔ ۵) انہوں نے آپ کو خراب کیا اور ان کا داغ وہ داغ نہیں ہے جو اس کے لڑکوں پر ہوتاہے وہ کج رو اور ٹیڑھے قرن ہیں۔

ترجمہ سامری یونانی وآرامی میں یوں ہی وہ خراب کئے گئے ہیں وہ اس کے نہیں ہیں وہ بیٹے غلطی یاداغ کے ہیں۔ جواب۔ ان تینوں کتابوں میں متن کا اچھا ترجمہ نہیں ہوا پھر اصل کے ساتھ کیونکر اختلاف ہوگیا اگر یہ چاروں کتابیں اصل قرار دی جائیں اور پھر ان میں اختلاف نکلے توجائے غور ہے پرجبکہ وہ متن ترجمے ہیں اور اصل عبرانی ہے اور ترجمہ میں کہیں نشیب فراز ہویا یا کوئی مضمون بطور توضیح اور قاعدہ کے ترجمہ میں زاید آیا تو پھر اصل کے ساتھ اسے اختلاف کہیں گے انتہا یہ ہے کہ اچھا ترجمہ بعض مقام پر نہیں ہوا۔

(۱۶) اختلاف (خروج ۲۔ ۲۲) کے بعد عبرانی کے نسبت یونانی ولاطینی میں یہ عبارت زاید ہے (اور اس نے ایک دوسرا جنا جس کا نام الیعاذر رکھا کیونکہ اس نے کہا میرے باپ کا خدا بڑا مددگار ہے اور اس نے مجھے فرعون کی تلوار سے بچایا۔

جواب یہ ہے کہ ان مترجموں نے یہ بیان حدیث وغیرہ سے قصہ کے تتمہ کے طور پر خود لکھ دیا ہے کیونکہ جو عبارت ترجمہ میں اصل سے زاید ہے وہ مترجم کی ہے۔

(۱۷) اختلاف (خروج ۱۱۔ ۱۳) جملہ اول کے بعد سامری میں یہ عبارت زاید ہے اور موسیٰ نے فرعون کو کہا کہ خداوند یوں کہتاہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ پہلوٹا ہے سو میں تجھے کہتاہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے تا کہ وہ میری عبادت کرے لیکن تو اسے جانے نہیں دیتا تو دیکھ میں تیرے پہلوٹھے بیٹے مارڈالوں گا۔

(۱۸) اختلاف (گنتی ۱۰۔ ۶) میں نسبت عبرانی کے یونانی ترجمہ میں اس قدر زاید ہے اور جب تم تیسری آواز پھونکو تو مغربی خیموں کا کوچ ہوئے۔

جواب۔ توریت عبرانی میں عزرا نے اس عبارت کو داخل نہیں کیا اس لئے ضرور یہ کلام اللہ نہیں ہے مگر یونانی ترجمہ میں فائدہ کے طور پر یہ عبارت شاید کسی حدیث سے درج کی گئی ہے۔ پس یہ اختلاف نہیں کہلاتا۔

(۱۹) اختلاف (گنتی ۲۴۔ ۷) اور وہ اپنے لوٹوں سے پانی بہاویگا اور اس کا تخم بہت پانیوں میں ہوگا اور اس کا بادشاہ اجاغ سے فائق ہوگا اور اس کی بادشاہی بلند ہوگی یونانی ترجمہ میں یوں ہے اور اس کے درمیان سے ایک آدمی پیدا ہوگا اور وہ حکم کرے گا بہت آدمیوں پر اور ایک سلطنت بہت بڑی اجاغ سے پیدا ہوگی اور اس کی سلطنت بڑی ہوگی۔

جواب۔ یہ بھی کچھ فرق نہیں دونوں کتابوں میں یکساں بات ہے بے فائدہ اسے لکھا۔ صرف ترجمہ میں الفاظ کا تقدم تاخر ہے مطلب ایک ہی ہے۔

(۲۰) اختلاف (خروج ۶۔ ۲۰) وہ اس سے دو بیٹے جنی ایک ہارون دوسرا موسیٰ۔ یونانی میں ہے ہارون اور موسیٰ اور مریم ان کی بہن کو جنی۔ پس عبری میں بہن کا ذکر نہیں ہے۔

اس کے سوا یوخابذ جو عمران کی عورت تھی کسی نے اس کی پھوپھی اور کسی نے اس کے چچا کی بیٹی بتلایا ہے۔ جواب۔ دوسرے مقام سے ثابت ہے کہ مریم بہن موسیٰ کی اور یوخابذ ہی کے پیٹ سے تھی اس لئے یونانی مترجم نے بہن کا بھی یہاں ذکر کردیا کہ اس کے سب بچے ایک جگہ مذکور ہوجائیں۔ ہاں یوخابذ کی نسبت ضرور اختلاف ہے کہ وہ عمران کی کون تھی ضعیف روایتوں سے معلوم ہوتاہے کہ چچا کی بیٹی تھی پر کلام الہیٰ میں لکھاہے کہ پھوپھی تھی پس چاہیے کہ پھوپھی ہی سمجھی جائے یہ بھی کچھ اختلاف نہیں ہے۔

(۲۱) اختلاف پیدائش (۲۹۔ ۳) میں لفظ گلہ بمعنی ریوڑ یا بکریوں کی جماعت کے لئے آیاہے یونانی میں گڈریہ کا لفظ ہے جواب مرادی ترجمہ ہے اور دونوں کی صحت میں کچھ شک نہیں۔

(۲۲) اختلاف (احبار ۹۔ ۲۱) جیسا موسیٰ نے حکم دیا۔ یونانی میں ہے جیسے خدا نے موسیٰ کو حکم دیا۔ جواب۔ یونانی میں مرادی ترجمہ ہے نہ لفظی پس کچھ فرق نہیں ہے۔

(۲۳) اختلاف لیکاک فاضل نے سامری وعبرانی میں ۵۹ جگہ فرق نکالا ہے۔ جواب۔ وہ فرق دکھلانا چاہیے کہ کیا ہی وہ نہایت خفیف فرق ہیں جو کچھ مضر نہیں ہیں مگر مفید ہیں۔ مولوی صاحب کیونکہ ایسی کوشش کرتے ہیں سامری توریت کچھ معتبر چیز نہیں ہے وہ رسولوں کی معرفت سے انہیں نہیں پہنچی ایک کاہن (امام) نے انہیں لکھ دی ہے اور سب رسولوں اور نبیوں کی مجلس میں قدیم سے وہ متروک ہے اگر اس میں ایسی کوئی غلطی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں عبرانی توریت کو سب پیغمبر پڑھتے آئے اور ہمیشہ درست بدست محفوظ ومامون مقدسوں میں چلی آئی اس کا مقابلہ ان ردی اوراق سے کرنا کیا معنی رکھتاہے اور یونانی وآرامی ولاطینی ترجمے بھی صدہا برس بعد ہوئے ہیں اور سب ترجمے اسی درجہ پر ہوتے ہیں جو ان کا حق

ہے نہ اصل کے برابر بن جائیں پر شکر ہے کہ مخالف نے خود مقابلہ کرکے سامری ویونانی ولاطینی وآرامی سے بھی عبرانی کودیکھ لیا کہ کچھ نقصان نہیں ہے۔ (ف) امام صاحب فرماتے ہیں کہ گیارہویں اختلاف سے تیسویں اختلاف تک عماد الدین کو اقرار ہے ناظرین کو چاہیے کہ امام صاحب کے فہم شریف کی تعریف کریں کہ کیا خوب سمجھتے ہیں اور کیا صحیح نتیجے نکالتے ہیں پر ان باتوں کا جواب خدا کو دینا ہوگا۔

فصل دوم اعجاز عیسوی کے مقصد دوم کی فصل سوم کے جواب میں جس میں دیگر کتب کا یونانی وغیرہ سے مولوی صاحب مقابلہ کرتے ہیں

اس فصل میں مولوی صاحب نے عہد عتیق کی کتابوں کو یونانی ولاطینی سے مقابلہ کرلیاہے علماء مسیحیہ کے مقابلہ سے اور ۳۱ جگہ پر اختلاف نکالے ہیں اوران کا نام ۳۱ شواہد رکھاہے۔

(۱ شاہد) ہارن صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کتاب آستر ۱۰ باب آیت ۳ پر ختم ہوئی ہے۔ اور یونانی ولاطینی میں دس باب کی آیت ۱۰ پر اور چھ باب اور بھی زاید ہیں۔ جن کو یونانی لوگ اور رومی واجب التسلیم مانتے ہیں۔

جواب۔ بیشک ایسا ہے مگر ان ہی یونانیوں اوررمیوں سے پوچھو کہ یہ ۶ باب زاید کہاں سے ہیں عبرانی میں تو نہیں ہیں دیکھو وہ کیا جواب دیتے ہیں یہی کہ مترجم نے روایات سے لکھے ہیں پس متن سے جس قدر ترجمہ میں زاید ہے کونسا عقلمند ہے کہ اسے اصل سمجھے گا یا اصل کو اس جہت سے محرف بتلادیگا مترجم لوگ اکثر فواید اور حواشی یا متعلق قصے حدیث و تواریخ وغیرہ سے لکھ دیا کرتے ہیں دیکھو عبد القادر نے کتنا کچھ لکھا ہے اگر قرآن کا ترجمہ حامل متن نہ ہوتا تواب تک کتنے فوائد عین متن میں سمجھے جاتے پھر بھی اصل سے مقابلہ کے وقت وہ خارج کئے جاسکتے تھے چنانچہ ہم نے بھی ایسا ہی کیا لیکن رومی ویونانی لوگ جو مثل اہل اسلام اوریہود کے پابند احادیث کے ہیں اس لئے وہ ان چھ بات کو بھی واجب التسلیم بتلاتے ہیں پس جو کوئی کلام اللہ پر ایمان لانا چاہتاہے وہ کیونکر احادیث کو بھی واجب التسلیم کہے گا اور کیونکر کہے گا کہ یہ اختلاف ہے انکی روایت ان کے ساتھ رہیں کلام کے ساتھ اس کا کچھ علاقہ نہیں ہے۔

(۲شاہد) ایوب ۴۲ باب آیت آخر میں ہے کہ ایوب عمر دراز اورپیر سالہ ہوکر مرگیا۔ یونانی میں یہ عبارت ہے زاید ہے (لیکن لکھا ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جنہیں خداوند اٹھاتاہے پھر اٹھے گا) اور بعد اس جملہ کے ایک نسب نامہ ایوب کا اورکچھ اس کا حال مرقوم ہے۔ جواب یونانی مترجم نے کلام کے خاتمہ پر یہ باتیں احادیث وغیرہ سے لکھ دیں وہ کلام الہٰی نہیں ہے اور یہ اختلاف نہیں ہے کلام تمام ہوچکا اسی مقام پرجہاں تک عبرانی میں ہے اب زاید جس قدر چاہو لکھتے جاؤ ہمیں اس سے کیا کام ہے۔

(۳شاہد) دانیال ۳باب ۲۳، ۲۴ کے درمیان راگ متن لڑکوں کا ترجمہ یونانی تیہوددیشن اور ترجمہ لاطینی میں لکھاہے عبرانی میں نہیں ہے۔ پھر اسی دانیال کی کتاب کے آخر میں دواور باب لکھے ہوئے ہیں جن کو ۱۳، ۱۴ باب بتلاکے لکھاہے اورعبری میں نہیں ہیں پر رومن کیتھولک کے ترجمہ بائبل میں ہیں جواب یتھودوشن نے عبرانی سے ترجمہ نہیں کیا ہے اس نے یونانی سے یونانی میں لکھاہے اور کتب حدیث یعنی اپاکرفا سے یہ باتیں زاید کی ہیں اورلاطینی والے نے تیہودوشن سے اپنی کتاب میں نقل کی ہے چنانچہ اسے نقل کے بعد لکھ دیا ہے کہ عبرانی میں یہ کچھ نہیں ہے اورمیں نے تھیودوشن سے لیا ہے۔ اورومن کیتھولک لوگ کتب اپاکرفا کو بھی کلام میں شامل رکھتے ہیں اس لئے ان کے پاس یہ ہے ۔ پس حدیث کی باتیں ہیں نہ کلام کی۔

(۴شاہد) درمیان ترجمہ لاطینی اور کوڈیکس واٹیکانوس کے زبور ۱۴ کی آیت ۳ کے بعد اتنی عبارت زاید ہے (ان کی گلی میں کھلی قبریں ہیں وہ اپنی زبانوں سے جھوٹ کہتے ہیں ان کے لبوں کے اندر کالے سانپوں کا زہر ہے ان کے منہ لعنت و کڑواہٹ سے بھرے ہیں ان کے پاؤں خون کرنے کے لئے تیز ہیں بلا کی اور اذیت ان کی راہوں میں ہے اور وہ آرام کی راہ نہیں پہچانتے ہیں ان کی آنکھوں کے سامنے خدا کا خوف نہیں ہے عبرانی میں یہ سب عبارت نہیں ہے۔

مگر رومیوں کی ۳ باب آیت ۱۳ سے ۱۸ تک جو یہ عبارت ہے پولوس نے لاطین و یونانی سے لکھی ہے پس یا تو عبارت ترجمہ لاطینی، یونانی میں بھی کلام واجب التسلیم تھا یا غیر کلام اللہ کو پولوس نے دھوکا کھاکے کلام اللہ سمجھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کوڈیکس واٹیکانوس پانچویں صدی کی کتاب ہے اور ترجمہ لاطینی جیروم صاحب کا لکھا ہوہے پس جب پولوس دنیا میں تھا توان کتابوں کا وجود بھی نہ تھا کیونکہ وہ پہلی صدی کا رسول ہے پھر اس نے ان میں سے کیونکر لے لیا بلکہ ان لوگوں نے پولوس کے خط میں سے لیا اور پولوس نے اس مضمون کو جو رومیوں کے خط میں لکھا ہے (زبور ۵-۹، ۱۰-۷، ۱۴۰-۳، ۳۶-۱ ویسعیاہ ۵۹-۷، ۸) سے لیا ہے اوران دو متاخرین مصنفوں نے اپنے ترجمہ میں بطور فائدہ کے اس مضمون کو زاید کیا ہے مولوی صاحب نے حاشیہ کو متن میں سمجھ کر اعتراض بنالیا یہ کچھ بات نہیں ہے۔

(۵شاہد) زبور ۲۲-۱۶ میں ہے (وہ میرے ہاتھ اور پاؤں چھیدتے) یہ عبارت لاطینی کی ہے مگر عبرانی میں ہے (اور دونوں ہاتھ میرے مانند شیر کے ہیں) اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی صاحب نے کہا غلط ہے عبرانی میں یوں ہے (میرے ہاتھ پاؤں اسے چھیدے گئے جیسے شیر سے) امام صاحب بے دلیل کہتے ہیں کہ وہی درست ہے جو مولوی صاحب نے لکھا ہے شاباش حمایت اسی کا نام ہے اور امامت کا یہی کام ہے۔

(۶شاہد) زبور ۴۰-۶ میں ہے (اور تونے میرے کان کھولے) یونانی میں ہے (اور تونے میرے لئے ایک بدن تیار کیا) جواب عبارت ایک ہی ہے یونانی مترجم نے اس کا یہی مطلب سمجھا ہے یہ کچھ اختلاف نہیں ہے۔

(۷شاہد) زبور ۸۱-۵ میں ہے (وہاں میں نے ایک بولی سنی جونہ سمجھا) یونانی میں یوں ہے (اس نے وہ بولی سنی جسے وہ نہ سمجھا) جواب یونانی والے نے مرادی ترجمہ کیا ہے کچھ فرق نہیں ہے۔

(۸شاہد) زبور ۱۱۹-۶۱ میں ہے (شریروں نے مجھے چرایا) یونانی میں ہے (شریروں کے جالوں نے مجھے گھیرا) جواب۔ کچھ فرق نہیں ہے ایک ہی بات ہے شریروں کا چرانا یہی ہے کہ وہ فریب کے جالوں میں آدمی کو پھنسایا کرتے ہیں پس یونانی مترجم نے بہت اچھا ترجمہ کیا ہے پر مغز اور متن کے بھید کے موافق ہے۔

(۹شاہد) زبور ۱۰۵-۲۸ میں ہے (انہوں نے اسکے حکم سے سرکشی نہ کی) یونانی میں ہے (سرکشی کی) جواب یونانی ترجمہ میں اس جگہ غلطی ہوئی ہے کیونکہ مترجم نے استفہام انکاری سمجھا ہے حالانکہ وہ خبر ہے (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ عماد الدین بہت باتوں کو مانتا جاتا ہے پھر جواب لکھنے کو کیوں بیٹھا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بات کا جواب لکھنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جس طرح ہوسکے مخالف کو رد ہی کرینگے خواہ دلیل ہو خواہ نہ ہو جیسے امام صاحب کا طور ہے پر جواب لکھنے کے یہ معنی ہیں کہ ہمیشہ واجبی بات کہیں گے انصاف کے ساتھ اور یہ جو امام صاحب کہتے ہیں کہ عماد الدین مانتا جاتا ہے یہ ان کی فہم کی خوبی ہے حقیقت میں اسلام کی امامت کے لئے ایسے ہی نتیجے نکالنے والا آدمی لائق تھا ناظرین خود دیکھتے ہیں جائیں کہ میں کیا مانتا ہوں اور کس طرح مانتا ہوں اوروہ کس طرح پر مجھے تہمت لگاتے ہیں۔

(۱۰شاہد) امثال ۱۸-۱ میں کچھ ایسی عبارت ہے کہ سمجھ میں نہیں آگی مگر اس کی تفسیر بموجب کسی حاشیہ کے یونانی میں یوں ہے (وہ جو دوست سے جدا ہوا چاہتا ہے عذر ڈھونڈتا ہے

لیکن وہ ہمیشہ قابل ملامت ہوگا۔ اور پروٹسٹنٹ بموجب کسی حاشیہ کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں (مفرد خواہش کے موافق ڈھونڈتا رہتا ہے اور ہر منصوبہ میں چھیڑتا ہے غرض اس کا اصل مطلب نہ کھلا جواب مولوی صاحب یونانی وعبرانی کا فرق تلاش کرتے تھے مگر یہ ایک اور ہی قسم کی بات کہی یہاں سے تو یہ معلوم ہوا کہ وہ عبارت پیچیدہ ہے جس کا ترجمہ مترجم لوگ اپنی اپنی رائے کے موافق کرتے ہیں اس بات کو تحریف کے ثبوت سے کیا علاقہ ہے ایسے مقام تو کتابوں میں اکثر ہوتے ہیں قرآن میں بھی ایسی عبارتیں ہیں۔

(۱۱ شاہد) یرمیاہ ۲-۳۴ میں ہے میں نے اسے جستجو سے نہیں پایا بلکہ ان سبھوں پر۔ یونانی وسریانی میں ہے میں نے اسے کھودئے ہوئے سوراخ سے نہیں پایا بلکہ اوپر ہر بلوط کے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عبارت متن میں ذرا پیچیدہ ہے یونانی وسریانی مترجم نے اسکا ترجمہ اس طرح کیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس طرح یہ بھی کچھ بات نہیں۔

(۱۲ شاہد) یرمیاہ ۱۱-۱۵ میں ہے (اور مقدس گوشت تجھ سے گذر جاتا) یونانی میں ہے (کیا نمازیں اور پاک گوشت تجھ سے تیری شرارتیں ہٹادینگی۔ جواب یونانی میں مرادی ترجمہ ہے لفظی ترجمہ نہیں ہے اور دونوں ترجمے قریب قریب ہیں کچھ اختلاف نہیں ہے۔

(۱۳ شاہد) یرمیاہ ۳۱-۳۲ میں ہے (باوجودیکہ میں اس کا) یونانی میں ہے (میں نے اس کا ملاحظہ نہ کیا) جواب اسکاٹ میں ہے کہ یونانی والے نے اچھا ترجمہ نہیں کیا ہمارا ترجمہ یونانی سے بہت اچھا ہے۔

(۱۴ شاہد) یرمیاہ ۴۶-۱۵ میں ہے (کیا سبب ہے کہ تیرے بہادر گرائے گئے وہ کھڑے نہ رہے کیونکہ خداوند نے ان کو اوندھا کیا) یونانی میں ہے (کیوں الپس تیرا پسندیدہ سانڈھ تجھ سے بھاگا کیوں وہ کھڑا نہیں رہا اس لئے کہ خداوند نے اسے کمزور کیا اور تیرا گروہ تھا کمزور اور بے مروت) جواب یہ کہ ترجمہ یونانی والے نے کسی حدیث کی رعایت اور دلالت التزامی کے سبب بعض مرادات پیدا کرکے کیا ہے اسکاٹ میں ہے کہ یونانی ترجمہ اس آیت کا درست نہیں ہے۔

(۱۵ شاہد) زبور ۸۹-۱۹ میں ہے (تو نے اپنی رویا میں اپنے مقدس کو فرمایا) اسکاٹ وہنری میں ہے کہ لفظ مقدس بہت نسخوں میں جمع کے طور پر ہے۔ جواب اسکاٹ وہنری میں تلاش کیا گیا وہاں یہ ذکر نہیں ہے حوالہ دینا چاہیے اور اگر کہیں ہو بھی تو کیا مضائقہ ہے کچھ بڑی بات نہیں ہے اور تحریف سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔

(۱۶ شاہد) ایوب ۳۸-۱۴ میں ہے (مہر کی مٹی کی مانند مبدل ہوتی ہے اور سب آراستہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے) یونانی میں ہے (مٹی کے لئے تو نے بنایا اور اس نے زندہ پیدائش اور قوت بولنے کی دے کر زمین پر رکھا) ہنری واسکاٹ میں ہے کہ اس آیت نے بہت مفسروں کو خیال میں ڈالا ہے یعنی مشکل عبارت ہے جواب پھر اس سے آپ کا کیا مطلب ہے تحریف کے ثبوت کو اس سے کیا علاقہ ہے ہنری واسکاٹ جو آپ کے گمان میں اسے مشکل بتلاتے ہیں وہ خود اسکی اچھی تفسیر کرتے ہیں اور مشکل کو آسان کرتے ہیں۔

(۱۷ شاہد) زبور ۹۷-۷ میں ہے (سارے معبودو تم اسے سجدہ کرو) یونانی میں ہے (سارے فرشتے اس کو عبادت کریں) جواب دونوں ترجموں میں کچھ فرق نہیں جس لفظ کا ترجمہ معبود ہے یونانی والے کی رائے میں اس کا ترجمہ فرشتہ آیا ہے۔

(۱۸ شاہد) زبور ۲۲-۱۶ کے بعد بقول ہنری واسکاٹ عبرانی میں یہ عبارت زاید ہے۔ جو یونانی میں نہیں ہے (انہوں نے مجھ کو جو پیارا ہوں مکروہ لاش کرکے خارج کیا اور انہوں نے میرے بدن کو میخوں سے چھیدا) پس یہ عبارت عیسائیوں نے زائد کی ہوگی جواب تفسیروں سے معلوم ہوا کہ یونانی میں اس مقام پر غلطی ہے اورر سہو واقع ہوا ہے یا مترجم نے ترجمہ کے وقت سہو کیا یا بعد ترجمہ کے کاتبوں سے یہ ترجمہ رہے گیا اور چونکہ عبرانی فقرہ ہر کتاب میں موجود ہے اسلئے وہ بہت صحیح ہے اور عیسائیوں کی چالاکی کی توجب ہوسکتی تھی کہ توریت عبرانی

صرف انہیں کے پاس ہوتی مگر یہودیوں کی کتاب میں بھی ہے جو مسیح مصلوب سے چلتے ہیں پس سب کچھ درست ہے مولوی صاحب کا اعتراض بیجا ہے۔

(۱۹ شاہد) زبور ۷۳-۱۲ میں یونانی میں بہ نسبت عبرانی کے بقول ہنری واسکاٹ یہ عبارت زاید ہے (تب میں نے کہا) جواب مترجم نے یہ فقرہ توضیح مطلب کے لئے زاید کرلیا ہے پھر اس سے اصل پر کیونکر حرف آسکتا ہے۔

(۲۰ شاہد) زبور ۷۵-۸ میں ہے (خداوند کے ہاتھ میں پیالہ ہے جسمیں سرخ شراب ہے اور مرکب سے بھرا ہوہے جسے وہ پلاتا ہے اور اس کی تلچھٹ کو بھی زمین کے سارے شریروں پر نچوڑینگے اور پیئں گے۔ یونانی میں یوں ہی (کہ ایک پیالہ تیرا شراب کا جو مرکب سے بھرا ہے ڈالتا ہے دوسرے میں لیکن پھر بھی تلچھٹ اس کی خالی نہیں ہوتی اور تمام شریر زمین کے پئیں گے) جواب یہاں کچھ فرق نہیں ہے لفظوں میں تقدم تاخر ہے اور بعض لفظ کی زیادتی مترجم سے ہے فائدہ کے لئے۔

(۲۱ شاہد) زبور ۱۱۸-۲۷ میں ہے (قربانی کو مذبح کی قرنوں تک رسی سے باندھو) یونانی میں ہے (عید ساتھ موٹی شاخوں کے قائم کرو قرنوں قربانی تک) جواب۔ دونوں ترجمے بہت قریب قریب ہیں مترجموں کی رائے کے سبب ذرا سا فرق ہے پر اصل آیت وہی ہے۔

(۲۲ شاہد) زبور ۱۱۹-۸۹ میں ہے (اے خداوند تیرا سخن آسمان پر ثابت ہے) ترجمہ آرامی میں یوں ہے (توہی ہمیشہ کے لئے اے یہوواہ تیرا کلام آسمانوں پر ثابت ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ فرق نہیں ایک نے کلام کہا دوسرے نے سخن کہا ایک نے خداوند کہا دوسرے نے یہوواہ کہا مطلب ایک ہے۔

(۲۳ شاہد) مولوی صاحب کسی پادری صاحب کے رسالہ مباحثہ میں دیکھ کرکھتے ہیں کہ یسعیاہ کا ۹ باب ۶ میں کوئی صیغہ معروف ہے اور لاطینی میں اسکا ترجمہ بصیغہ مجہول ہوا ہے۔ پر یرمیاہ کے ۲۳ باب میں کئی جگہ عبرانی صیغہ مفرد ہے اور لاطینی میں جمع ہے جواب لاطینی آسمان سے نازل نہیں ہوئی کسی رسول نے نہیں لکھی اسی عبرانی کا ترجمہ لوگوں نے کیا ہے۔ پس جہان مفرد کا ترجمہ جمع اور معروف کا مجہول ہے وہ مترجم کی غلطی ہے اسے درست کرلو یا غلط جانو۔

(۲۴ شاہد) یسعیاہ ۴۰-۵ میں ہے (خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور سب آدمی ایک ہی ساتھ اسے دیکھیں گے خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے) یونانی میں ہے خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور سب آدمی ایک ساتھ دیکھیں گے نجات ہمارے خدا کی کیونکہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے) جواب۔ یونانی والے نے اسے دیکھیں گے کیسے مراد نجات ہمارے خدا کی سمجھا ہے اس میں غلطی ہے یا سہو ہے پر یہ کچھ بات ہی نہیں ہے جس سے تحریف ثابت ہو۔

(۲۵ شاہد) قاضی ۱-۱۸ میں لے لیا یونانی میں نہ لیا جواب یونانی ترجمہ میں غلطی ہے۔

(۲۶ شاہد) پہلا سموئیل ۱۳-۱۵ میں ہے (سموئیل اٹھا اور جلجال سے بنیامین کے شہر جبعہ کو چڑھ گیا تب ساؤل نے ان لوگوں کو گناہ جو آس پاس حاضر تھے اور وہ چھ سو تھے) جواب کچھ فرق نہیں یونانی مترجم نے بطور تفسیر کے ترجمہ کیا ہے۔

(۲۷ شاہد) پہلا سموئیل ۱۴-۱۸ میں ہے (اس وقت سموئیل نے اخیاہ کو کہا کہ صندوق یہاں لا کیونکہ الاہ اس روز اسرائیل میں تھا) یونانی میں ہے (اس وقت ساؤل نے اخیاہ کو کہا کہ افود کو لا کیونکہ اس وقت افود کو بنی اسرائیل کے آگے پہنے ہوئے تھا)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام مفسر جو عبرانی یونانی جاننے والے ہیں یوں کہتے ہیں کہ اس مقام پر ترجمہ یونانی میں غلطی ہوئی ہے۔

(۲۸ شاہد) ۲ سموئیل ۶-۲۹ میں ہے (سو انہوں نے گھر کے اندر چپکے گھس کر گیہوں لینے کے بہانہ سے اس کی پانچویں پسلی میں مارا اور ایکاب اپنے بھائی بونہ سمیت بھاگ گیا یونانی میں ہے (اور اب دیکھو دربان گھر کا گیہوں صاف کرتا تھا اور تھک کر سویا پس ایکاب اور بعنہ دونوں بھائی چپکے سے گھر میں گئے گیہوں لینے کے بہانہ سے اسکی پانچویں پسلی میں مارا اور ایکاب اپنے بھائی بعنہ سمیت بھاگ گیا) جواب دونوں ترجمے درست اور یکساں ہیں فرق اتنا ہے کہ یونانی

والے نے کسی حدیث کے سبب تفسیر کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اور قصہ مخذوف کو کھولا ہے پس کچھ فرق نہیں ہے۔

(۲۹ شاہد) زبور ۳۴-۱۰ میں ہے (باگھ حاجتمند اور بھوکے ہیں) یونانی میں ہے۔ (امیر آدمی فقیر اور بھوکے ہیں (جواب کچھ فرق نہیں یونانی میں باگھ سے مراد امیر آدمی بتلائے گئے ہیں یہ ترجمہ مع تفسیر ہے۔

(۳۰ شاہد) ۲سلاطین ۲۳- ۱۶ میں یونانی ترجمہ کے درمیان اتنی عبارت زاید ہے (جب یربعام مذبح کے سامنے کھڑا تھا اور اس نے نظر پھیری اور مرد خدا کی جس نے الفاظ ارشاد کئے تھے قبر کو دیکھا) جواب بطور قصہ مخذوف کے یہ عبارت وہاں زاید ہے۔ مولوی صاحب اس کو اصل عبارت سمجھ گئے۔

(۳۱شاہد) ۲ تواریخ، ۱۳ - ۳ میں جو الفاظ چار لاکھ وپانچ لاکھ وآٹھ لاکھ لکھے ہیں اس پر ہارن صاحب کہتے ہیں کہ اکثر لاطینی نسخوں میں چالیس لاکھ اسی ہزار وپچاس ہزار لکھے ہیں جواب۔لاطینی ترجمہ میں غلطی ہے اسے درست کرنا چاہیے کیونکہ متن کے برخلاف جو ترجمہ ہے وہ غلط ہے اگر کوئی آدمی قرآن کی کسی آیت کا غلط ترجمہ کرے تو ہم قرآن کو غلط نہیں بتلاسکتے مگر ترجمہ کو غلط کہیں گے پس لاطینی ترجمہ میں یہاں صاف غلطی ہے اس سے مولوی صاحب کا کیا مطلب نکلتا ہے اب مولوی صاحب کے ۳۱ شواہد تمام ہوئے اور سب نکمے ہیں جو ان کی غرض کے لئے مفید نہیں ہیں وہ اور قسم کی بحث ہے ناظرین کو غور کرنا چاہیے کہ یہ مسلمان لوگ اپنے بیجا دعوے کے ثبوت پر کیسی کیسی کوششیں کرتے ہیں پر خدا کا خوف نہیں ہے ورنہ کہتے کہ ہم نے تحریف کا دعویٰ غلط کیا تھا جو قرآن کے بھی خلاف ہے۔

فصل سوم اعجاز عیسوی کے مقصد سوم کے فصل چہارم کے جواب میں جس میں عیسایئوں کے تین عقیدوں کا ذکر ہے

اس فصل میں مولوی صاحب کاعیسایئوں کے تین عقیدوں پر اعتراض ہے۔ (پہلا امر) عیسایئوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سب تحریر نبیوں کی الہامی نہیں ہوتی ہے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ عیسائیوں نے کیوں رکھا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نہایت سچا اور درست عقیدہ ہے جو عقل اور نقل کے موافق ہے اور مسلمان بھی اس کے قائل ہیں ورنہ وہ حدیثوں کو بھی قرآن میں شامل کرتے پس یہ عقیدہ ثبوت کا محتاج نہیں کیونکہ جو بات رسول لوگ الہام سے کہتے ہیں وہ کلام اللہ اور الہام ہے پر جو بات وہ اپنی طرف سے بولتے یا لکھتے ہیں وہ کلام بشر ہے۔

(دوسرا امر) عیسائی لوگ نبیوں اور رسولوں اور حواریوں کی بھی عصمت کے قائل نہیں وہ کہتے ہیں کہ نبیوں سے بھی گناہ ہوجاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بات بہت درست اور قابل تسلیم کے ہے اور محال ہے کہ کوئی عقلمند اس بات کو قبول کرے کہ پیغمبر بے گناہ ہوتے ہیں صرف ایک خدا ہی جو پاک ہے اور سب گنہگار وناپاک ہیں ہاں ایک اور بھی ہے جو پاک ہے وہ سیدنا حضرت عیسیٰ مسیح ہیں جو انسان اور خدا ہیں انہوں نے اپنی انسانیت کو بھی آدم کے سلسلہ سے الگ ہوکے ایک اور طرح سے پیدا کیا تاکہ گناہ سے الگ رہے اس کے سوا کوئی پاک اور بے گناہ نہیں ہے قول سے فعل سے سب گنہگار ثابت ہوتے ہیں محمدی لوگ زیادہ تر ذلیل معلوم ہوتے ہیں اس عقیدہ سے کہ پیغمبر اور امام معصوم ہیں یہ بات نہایت نادانی کی ہے۔

(تیسرا امر) مولوی صاحب کہتے ہیں کہ عیسائی لوگ ان لوگوں کی نسبت جو روح القدس سے مستفیض ہیں اور کرامات و معجزات بھی کرتے ہیں یوں کہتے ہیں کہ وہ بھی بے ایمان ہوسکتے ہیں ممکن ہے کہ وہ بھی بے ایمان ہوں۔

جواب بعض فریبی آپ کو بزرگ بنانے کے واسطے کرامتیں اور جھوٹے معجزے دکھلایا کرتے ہیں حقیقت میں وہ روح القدس سے نہیں ہوتے ان کی شرارت کسی نہ کسی وقت پر ظاہر ہوجاتی ہے اور اس بات کا امکان عقلاً و نقلاً ثابت ہے۔

اور بعض وقت سچا روحانی شخص بھی امکان گناہ کے سبب غلطی اور خطا میں دھنس جاتا ہے پر جسے خدا نے پکڑا ہے وہ اٹھ کھڑا بھی ہوتا ہے اور جس نے خدا کو چھوڑا ہے خدا اسے بھی چھوڑ دیتا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا ممکن نہیں ہے کہ بھلا آدمی بد ہوجائے یا کیا ممکن نہیں ہے کہ کوئی فریبی آدمی دیندار کے لباس میں ظاہر ہوئے یا جھوٹے معجزے اور دعا کی قدرت دکھلائے اور دعویٰ کرے کہ میں روح کی قوت سے ایسے کام کرتا ہوں یہ باتیں تو دنیا میں رات دن دیکھی جاتی ہیں پر روح کے کام اور شیطان کے کام چھپے نہیں رہ سکتے ہیں سب کچھ ظاہر ہوجاتا ہے بہر حال یہ تینوں عقیدے عیسائیوں کے نہایت درست ہیں اور ہندو مسلمان بھی جلدی ان میں متفق ہوجاتے ہیں اور جب تک آدمی انہیں قبول نہ کرے وہ کبھی راستی کا منہ دیکھیگا۔

فصل چہارم تینوں فصلوں گذشتہ کی تلخیص میں

اس باب کی تینوں فصلوں میں مولوی صاحب نے وہ باتیں بیان کی ہیں جن کو تحریف کے ثبوت سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہے پہلی اوردوسری فصل میں عہد عتیق کی اصل عبرانی کی کتابوں کو اس کے یونانی ولاطینی ترجموں سے مقابلہ کیا ہے اور چند مقام پر ایسے اختلاف دکھلائے ہیں جن حقیقت میں کچھ اختلاف ہی نہیں ہیں کیونکہ بعض تو ایسے مقام دکھلائے ہیں جہاں مطابقت دکھلائی گئی اور بعض ایسے ہیں کہ پرانے نسخوں میں عقلاً جائز ہیں۔

مولوی صاحب کے اس مقابلہ سے ثابت ہوگیا کہ عبرانی توریت نہایت صحیح اور درست ہے کیونکہ اپنے پرانے نسخہ ترجموں کے ساتھ پوری مطابقت رکھتی ہے ہاں اصل اور ترجمہ میں چند باتوں کے درمیان فرق ممکن ہے اول ترجمہ میں ہوسکتا ہے کہ بعض الفاظ کا تقدم تاخر ہوجائے جبکہ مرادی ترجمہ کیا ہے جائے دوسری یہ کہ اصل عبارت میں ہوسکتا ہے کہ بعض الفاظ کئی معنی رکھتے ہوں اور بعض ایسے الفاظ بھی ہوں کہ ان کی تشریح کسی تواریخی قصہ یا حدیث کی رعایت سے مترجم کرے اور کوئی اس قصہ کو قبول نہ کرسکے صرف لفظ کے اصلی معنی کی رعایت سے ترجمہ کرے اور بعض وقت اس متعلق قصہ میں اختلاف بھی ممکن ہے پس ضرور ہے کہ مترجم ایک جانب کو اپنے گمان غالب کے موافق اختیار کرے گا تیسری یہ کہ بعض وقت کسی مقام پر حاشیہ بافائدہ لکھنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے تا کہ غیر ملک کا محاورہ ظاہر ہوجائے چوتھے یہ کہ اختلاف نسخ بعض الفاظ و بعض فقرات میں جوہر کتاب کو لاحق ہیں اصل وترجمہ کو بھی لاحق ہونگے پس جو شخص مقابلہ کرکے دیکھنے چاہے لازم ہے کہ ان چار ضروری باتوں پر بھی خیال رکھے ورنہ غلطی کھائے گا جیسے مولوی صاحب نے غلطی کھائی ہے پر ان کا ارادہ حق بات دریافت کرنے کا نہیں ہے جس طرح ہوسکے الزام دینے کا ارادہ ہے۔

(ف) ایک شخص کہتا ہے کہ یونانی وسامری ولاطینی ترجمے اصل عبرانی کے برابر ہیں یہ بالکل غلط بات ہے اصل اصل ہے ترجمہ ترجمہ ہے ہاں پرانا ترجمہ اپنی قدامت کے سبب ایک طرح کی فضیلت رکھتا ہے مگر نہ ایسی کہ اصل کے برابر خیال کیا جائے سب ترجمے ہیں اور اصل کے سب محتاج ہیں سب کی غلطیاں اصل سے صحت پاتی ہیں۔

تیسری فصل میں مولوی صاحب نے عیسائیوں کے تین عقیدے جو لکھے ہیں اسی تحریف کے ثبوت سے کیا علاقہ ہے یہ تو ایسی بات جیسے کوئی کہے کہ قرآن میں تحریف ہوگئی ہے کیونکہ مسلمان لوگ عصمت انبیاء کے قابل ہیں۔ اور ہر فریبی ریاکار کو جو دینداری کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے اسے بھی بزرگوں میں سمجھتے ہیں اوراپنے پیغمبر کی ہر بات کو جو وہ بولے کلام اللہ مانتے ہیں دنیاوی اور دینی بات میں کچھ تمیز نہیں کرتے ایسے شخص کا جواب یہی ہے کہ ایسے خیالوں کے سبب سے قرآن تحریف کیونکر ہوگیا پس یہی ہم بھی کہتے ہیں کہ ایسے عقیدوں سے کلام الہیٰ تحریف کیونکر ہوگیا۔

باب ششم

فصل اول اعجاز عیسوی کے مقصد اول کے

فصل چہارم کے جواب میں جس میں عہد عتیق کی چودہ (۱۴)

روایتیں ان کے ذہن میں غلط ہیں

اس فصل میں مولوی صاحب نے توریت شریف سے چودہ (۱۴) آیات نکال کے پیش کی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ان کا مضمون ظاہر میں غلط معلوم ہوتا ہے اور یہ تحریف کی ایک دلیل ہے۔

(ف) مولوی صاحب کی تمیز تو نہیں کہتی کہ یہ غلط ہیں اسی واسطے ظاہر کی قید انہوں نے لگائی ہے یعنی ظاہر میں مضمون غلط معلوم ہوتا ہے پر حقیقت میں بعد غور کے درست ہیں دیکھو جس بات پر مولوی صاحب خود بھروسہ نہیں رکھتے اسی بات سے نتیجہ تحریف کا نکالتے ہیں۔اسی فصل کے مقابل میں بطور جواب الزامی کے بندہ نے باب ہشتم کی فصل سوم لکھی تھی اور مطلب یہ ہے کہ اگر صرف ظاہر عبارت پر فتویٰ دیا جاتا ہے تو ان مقاموں پر بھی تاویلات کو قبول نہ کیا جائے گا۔ اب ان کی چودہ (۱۴) روایات پر غور کیجئے۔

(۱-روایت) پیدائش ۴۶-۴ میں ہے خدا نے یعقوب سے وعدہ کیا کہ میں تجھے مصر سے پھر لاؤنگا - پیدائش ۴۹-۳۳ میں ہے کہ یعقوب مصر ہی میں مر گیا۔ پس یہ گمان مولوی صاحب کے یہ روایت توریت کی غلط ہے۔جواب یعقوب مع اپنے کل خاندان کے گیا تھا یا کنعان سے دیس نکالا لے کر یہ سب خاندان مصر کو چلا اس وقت خدا نے وعدہ کیا کہ یہ خاندان پھر اسی ملک میں آئیگا پس اصل شخص یعقوب سے وعدہ ہے اور اس کی تکمیل اس کی اولاد میں سو دیکھو کہ کس دھوم دھام سے بنی یعقوب مصر سے نکلے اور کنعان میں آئے اور یعقوب اگرچہ وہاں مر گیا مگر اس کی بھی لاش وہاں آئی۔

(۲-روایت) گنتی ۳۱-۷ میں ہے سب مدیانی قتل ہوگئے تھے۔ پھر قاضی ۶-۱، ۲ میں ہے کہ سات برس مدیانیوں نے بنی اسرائیل کو مغلوب رکھا۔ یہ طاقت مدیانیوں میں پھر کہاں سے آگئی وہ تو سب قتل ہو چکے تھے یہ روایت ہے یہ گمان مولوی صاحب کے غلط ہے۔ جواب سارے مدیانیوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو برسر جنگ آئے تھے یا وہ سب جو اس سنگین حکم کے جاری رہنے تک نظر آئے نہ ہر ہر فرد مدیانیوں کا تمام روئے زمین پر سے جو خلاف قیاس ہے اور جو کھو کہ متن میں لفظ سب موجود ہے تو جاننا چاہیے کہ وہ عام مخصوص البعض ہے۔ اس کے سوا یہ غلبہ مدیانیوں کا اس قتل کے (۱۹۲) برس بعد وقوع میں آیا تھا اتنی مدت میں وہ پھر طاقتور عقلاً ہو سکے ہیں۔ پھر اس کے سوا قاضیوں میں مدیانیوں کا غلبہ اسرائیل پر بطور سزا و قہر الہیٰ کے مذکور ہے اور خدا قادر ہے کہ بہتوں کو تھوڑوں کا مغلوب کرے پس سب کچھ درست ہے اعتراض غلط ہے۔

(۳-روایت) پیدائش ۱۵-۱۸ میں ہے کہ اسی دن خدا نے وعدہ کیا کہ میں مصر کی ندی سے لے کر فرات کی بڑی ندی تک الخ تیری اولاد کو دونگا۔ اب مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ ملک بنی اسرائیل کے ہاتھ میں کبھی نہیں آیا اس لئے یہ خدا کا وعدہ غلط ہوا۔

جواب۔ اسی وعدہ کے موافق یہ ملک خدا نے سلیمان کو دیا دیکھو (پہلا سلاطین ۴ باب ۲۰-۲۷) امام صاحب کہتے ہیں کہ اولاد کو دونگا جمع کا صیغہ ہے یعنی چاہیے کہ سارے بنی اسرائیل بادشاہوں سو جاننا چاہیے ایک شخص بڑا بادشاہ ہوا کہ اس پر تکمیل پیش گوئی کی ہوئی اور اور بھی بادشاہ بنی اسرائیل میں بہت ہوئے کیا سب اسرائیلی بادشاہوں کا مجموعہ مع سلیمان تکمیل کنندہ وعدہ کے ساتھ مل کر اس امر کی صداقت کہ تیری اولاد کو بادشاہت دونگا نہیں دکھلاتا ہے ناظرین آپ ہی انصاف کرلیں۔

(۴-روایت) پیدائش ۲-۱۷ میں ہے (جب آدم اس درخت سے کھائے گا مرجائے گا)مولوی صاحب کہتے ہیں کہ آدم نے وہ درخت سے کھایا اوراسی دن نہ مرا بلکہ ۹۳۰ برس اورجیا۔

جواب ۔کلام میں دو قسم کی موت کا ذکر ہے روحانی موت اور جسمانی موت مردوں کو اپنے مردے گاڑنے دے یعنی روحانی مردے اپنے جسمانی مردوں کو گاڑینگے پس کلام کے اس مضمون کے موافق آدم اس وقت مرگیا تھا یعنی روحانی موت کے پنجہ میں اس وقت پھنس گیا تھا اگرچہ ۹۳۰ برس پھر بھی جیتا رہا مگر موت کے سایہ میں رہا آخر کو جسم بھی برباد ہوا مگر مسلمان لوگ جو اس روحانی موت سے ناواقف ہیں وہ اس مطلب کو نہیں سمجھتے ہیں اس لئے انہیں یوں سمجھنا چاہیے کہ خدا کے نزدیک ایک دن ہزار برس کی مانند بھی ہے پس آدم ہزار برس کا کانہیں ہوا اسی ہزار برس کے دن کے آخری وقت میں مرا تو بھی اسی دن مرا۔

(۵- روایت) پیدائش ۱۷-۱۸ میں ہے کہ ابراہیم سے خدا نے وعدہ کیا تھا کہ کنعان کا ملک تیری اولاد کو ہمیشہ کے لئے دونگا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ وعدہ بھی خدا کا غلط ہوا کیونکہ صدہا برس ہوئے کہ وہ ملک ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ جواب یہ ہمیشگی مشروط بالشرط تھی دیکھو (استثنا ۴ باب ۲۵ و ۲۶ کو) پس جب شرط فوت ہوئی مشروط بھی فوت ہوا اور خدا کا وعدہ برحق رہا(ف) امام صاحب نے براہ اجتہاد ایک اور بات نکالی ہے اورمولوی صاحب کےاعتراض کو اور بندہ کےجواب کو کچھ بات نہ بتلا کر ایک اور نئی بات سنائی ہے وہ یہ ہے کہ ابراہیم کی اولاد اسماعیل ہے اور بنی اضحاق کچھ چیز نہیں ہیں پس خدا نے ہمیشہ کے لئے بنی اسماعیل یعنی مسلمانوں کو وہ ملک دیا ہے سوان کے پاس ہے۔ یہ خیال امام صاحب کا اگر کسی آدمی کی عقل سلیم قبول کرتی ہے تو کرے ہم تو اس خیال کو ایک پوچ بات جانتے ہیں کئی وجہ سے اول جس کتاب میں یہ وعدہ مذکور ہے اسی کتاب میں ابراہیم کی خاص نسل بھی بتلائی گئی ہے کہ اضحاق ہے اوراسی کتاب میں اسماعیل وعدہ کی فرزندی سے خارج کیا گیا ہے اورابراہیم کی زندگی میں وہ گھر سے نکالا بھی گیا ہے۔ اس کے بعد صدہا برس تک اضحاق کے سلسلہ میں برابر پیغمبر آتے رہے اور سارے سلسلہ مقدسین نے کبھی اس بڑی بات کا ذکر نہ کیا کہ وعدہ کا فرزند اسماعیل ہے سب نے اسے خارج سمجھا ہے دوم اس ملک کے ہاتھ میں آنے کا وقت عقلاً ونقلاً وہی ہے کہ جب بنی ابراہیم یشوع کے عہد میں یردن پار ہوکے اس ملک کو قبضہ میں لائے تھے سارے پیغمبر اور سب دنیا کے مورخ اورساری کتابیں اسی بات پر متفق ہیں بلکہ قرآن اوراسکے مفسر اور محمدی محدث بلکہ محمد صاحب بھی اسی آیات پر متفق ہیں سوم مکاشفات ۱۱-۲ میں لکھاہے کہ اس دالان کو جو ہیکل کے باہر چھوڑدے اور اسے مت ناپ کیونکہ وہ غیر قوموں کو دیا گیا ہے اوروہ مقدس شہر کو بیالیس مہینوں تک پامال کرینگے پھر دانیال نے ۸ باب ۹ آیت سے ۱۴ تک کچھ کہا ہے اب بتلاؤ کہ ان سارے خیالوں کو چھوڑ کر ہم کس طرح امام صاحب کا اجتہاد قبول کریں جو محض جہالت کی بات ہے ہم پورا یقین رکھتے ہیں کہ مسلمان لوگ جو غیر قوم ہیں اس پاک شہر کو کچھ عرصہ سے پامال کررہے ہیں اور وقت نزدیک ہے کہ وہاں سے خارج ہونگے اور شہر پاک کیا جائے گا پس مولوی صاحب کا اعتراض اور بندہ کا جواب درست ہے امام صاحب کا اجتہاد محض باطل ہے۔

(۶ -روایت) پیدائش ۶-۱۹ میں دوجانورلینے کا حکم ہے لیکن ۷ باب ۲ میں سات سات جانورلینے کا حکم ہے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ایک آیت غلط ہوگئی ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ۶ باب ۱۹ ، ۲۰ میں لکھاہے کہ سب جانوروں میں سے دو دو لئے پس لفظ سب سے احتمال تھا کہ جانور میں سے دودو کا حکم ہے لیکن مراد خدا کی سب سے وہ سب تھی جو ناپاک ہیں یعنی سب ناپاک جانوروں میں سے دو دو لیے لیکن یہ مراد وہاں سے ظاہر نہ تھی اس لئے آپ ہی اس حکم دہندہ نے اسکے نیچے ۷ باب ۲ میں اپنی مراد کو ظاہر کردیا ہے کہ سب سے مراد ناپاک جانور ہیں پس تو ان میں سے دودو اور پاک جانوروں میں سے سات سات لے یہ تو ایسی بات ہے کہ

بولنے والے کی ساری بات نہ سنیں بلکہ ایک ہی فقرہ اسکے منہ کا پکڑلیں یہ کچھ اعتراض نہیں ہے۔

(۷۔ روایت) پیدائش ۸۔ ۴ میں ہے پانی زمین پر سے رفتہ رفتہ گھٹتا جاتا تھا اور ڈیڑھ سودن کے بعد کم ہوا اور ساتویں مہینے کی سات تاریخ کو ارارط کے پہاڑ پر کشتی اٹک گئی اور دسویں دن مہینے تک گھٹتا جاتا تھا اور دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کو چوٹیاں نظر آئیں۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جب دسویں مہینے پہاڑوں کی چوٹیاں نظر آئیں تو ساتویں مہینے کشتی کیونکر ٹھہر ی ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کشی کسی بینی کوہ پر اٹک گئی تھی بہ سبب اڑجانے اس حصہ کشتی کے جو پانی میں غرق رہتاہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا ثبوت عماد الدین کو توریت سے لانا چاہیے سو اس کا ثبوت توریت کی اسی آیت سے ہے جہاں لکھا ہے کہ کوہ ارارط پر کشتی اٹک گئی تھی پس توریت ہی سے یہ توجیہ نکلتی ہے۔

(۸۔ روایت) پیدائش ۱۱۔ ۱۔ ۲۰ ہے (جب ابراہیم و نحور وحاران پیدا ہوئے ان کا باپ تارح ۷۰ برس کا تھا پھر ۱۲ باب ۴ سے ظاہر ہے کہ جب ابراہیم حاران سے نکلا اس کی عمر ۷۵ برس کی تھی اور تارح (۲۰۵ برس) کاہو کے مرا ہے اس گمان سے ہجرت کے وقت ابراہیم کی عمر ۱۳۲) برس کی ہونی چاہیے۔

اور حساب مولوی صاحب کا یوں ہے ۲۰۵ برس کا ہو کر تارح مرا ہے ۵ برس کا تھا جب یہ لوگ پیدا ہوئے پس ۲۰۵ ۔ ۷۰= ۳۵ اور ۳ برس ایک دوسرے کی پیدائش میں گئے ہونگے اس لئے ابراہیم کی عمر (۱۳۲ برس ہونا چاہیے نہ ۷۵۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ابراہیم اپنے بھائی ہاران سے ۶۰ برس بعد تولد ہوا جیسے کہ ہمارے معتبر مفسروں نے تحقیق کیا ہے اور قیاس بھی یہی چاہتاہے کہ ابراہیم چاہے کہ اپنے بھائی حاران کی لڑکیوں کا ہمعصر ہو تب تو ان کے ساتھ شادی کے لائق ہوسکتا ہے جیسے کہ اس کی شادی ان کی لڑکیوں سے ہوئی تھی اور آیت میں ابراہیم کے نام کو بھائیوں کے نام پر شرافت

روحانی کے سبب سے تقدم ہے نہ ترتیب تولید کے سبب سے پس حساب یوں ہے (۲۰۵۔ ۷۰= ۱۲۵ پھر ۱۳۵ ۔ ۶۰= ۷۵ کی اس لئے ابراہیم کی عمر ۷۵ برس کی تھی۔

امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ بناوٹ ہے شاید نئے امام قیاس کے قائل نہیں ہیں جو اولہ اربعہ میں سے ہے اور مفسروں کی تحقیق ان کے نزدیک بناوٹ ہے صاحب یہی بات صحیح ہے عداوت کے سبب آپ قبول نہیں کرتے۔

(۹ روایت) خروج ۹۔ ۶ میں ہے سب مویشی مرگئے پھر آیت ۲۰ میں ہے اپنے مویشیوں کو گھروں میں بھگایا۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں سب مویشی مرگئے تھے پھر یہ مویشی کہاں سے آئے جن کو فرعون کے نوکروں نے گھروں میں بھگایا۔ جواب جب مصریوں کے مویشی مرگئے تھے اور اسرائیل کے مویشی نہیں مرے تھے انہوں نے پھر ان سے خرید کئے تھے اور دیہات سے منگوائے تھے کیونکہ بغیر مویشیوں کے کام بند ہوگیا تھا اس لئے کوشش کرکے اور جمع کی گئی تھی وہ اب بھگائے گئے ہیں امام صاحب کہتے ہیں کہ توریت سے جواب نہ ہوا بھلا صاحب قیاسی جواب تو ہوا اور قیاس بھی اقرب اورلابدی ہے یا تکلیف کا قیاس ہے اپنے تمیز سے پوچھنا چاہیے اورجوبات ایسی صاف ہے کیا ضرور ہے کہ توریت میں بھی ہو(ف) ناظرین کو چاہیے کہ ایسی باتیں ان بزرگوں کی یاد رکھیں قرآن کی آیتوں پر جب اعتراض آئینگے اور وہاں یہ لوگ تاویلات کرینگے تب ان سے کہا جائے کہ قرآن میں صاف لکھا ہوا دکھاؤ تاویل قریب بھی تماری قبول نہیں ہوسکتی ہے۔

(۱۰۔ روایت) گنتی ۴۔ ۳ میں ہے ۳۰ سے کم اور ۵۰ برس سے زیادہ عمر کا آدمی خادم نہ ہو پھر (۸ باب ۲۴ باب میں ہے) ۲۵ برس سے کم نہ ہوا اور زائد جس قدر چاہے ہو۔ پس ان میں سے ایک روایت غلط ہے جواب میں ابن عزرا یہودی جو یہودیوں میں فاضل اور معتبر مفسر ہے لکھتاہے کہ ۲۵ برس کا آدمی خیمہ گاہ کی خدمت کا کام سیکھنا شروع کرے اور جب خدمت کا منصب لینا چاہے اس وقت ۳۰ برس کی عمر کا ہونا چاہیے اوریہی دستور یہودیوں

میں خیمہ گاہ کی خدمت کی بابت جاری تھا پس کچھ مخالفت نہیں ہے دونوں بیان درست ہیں امام صاحب کہتے ہیں کہ دونوں آیتوں میں خدمت کرنے کا لفظ موجود ہے۔ سیکھنے کا کیا ذکر ہے جواب یہ ہے کہ سیکھنے والا بھی خدمت گذار ہے مگروہ عہدہ دار نہیں ہے۔

امام صاحب کے نزدیک ابن عزرا کا بیان اور یہود کا دستور کچھ چیز نہیں ہے مگر اپنا اعتراض بڑی چیز ہے جو وہم ہے۔

(۱۱ ۔ روایت) خروج ۱۲۔ ۴۰ میں ہے بنی اسرائیل کی جو مصر کے باشندے تھے بودوباش ۴۳۰ برس تک رہی پھر پیدائش ۱۵ ۔ ۱۳ میں ہے وہ چار سو برس تک ان کو دکھ دینگے پھر اعمال ۷ ۔ ۶ میں ہے چار سو برس بدسلوکی کرینگے ۔ پھر گلتیوں ۳۔ ۷ میں ہے کہ شریعت چارسو تیس برس بعد آئی۔

مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ دو آیتوں میں (۴۳۰) اور دو میں (۴۰۰) لکھے ہیں اس لئے ایک روایت غلط ہوگی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ غلطی نہیں ہے معترض کی سمجھ کا پھیر ہے کیونکہ یہ دو وعدے ہیں دو وقتوں سے علاقہ رکھتے ہیں۔ (پہلا وعدہ) اس روز کا ہے کہ جب ابراہیم حاران سے نکلا۔ اس دن سے مصری خلاصی تک جو سب مصیبت اور دکھ کے دن ہیں پوری ۴۳۰ برس ہیں پس کتاب خروج اور نامہ گلتیوں میں اسی انداز سے ۴۳۰ برس کا ذکر ہے اور حساب اس کا پاترک صاحب کی تفسیر سے یوں ہے کہ حاران سے خروج وپیدائش اضحاق تک ۲۵ برس ہیں۔ بموجب پیدائش ۱۲ ۔ ۴، ۱۹ ۔ ۵ کی کیونکہ ۷۵ برس کی عمر میں ابراہیم نکلا اور سو برس کی عمر میں اضحاق پیدا ہوا (۱۰۰ ۔ ۷۵ = ۲۵) کی پھر اضحاق ۶۰ برس کا ہوا تب یعقوب پیدا ہوا بموجب ۲۵ باب ۲۶ کے اور جب یعقوب مصر کو گیا تو (۱۳۰) برس کا ہوا تب یعقوب پیدا ہوا بموجب ۴۷ باب ۹ کے اب ۲۵ + ۶۰ + ۱۳۰ = ۲۱۵ کے پھر یوسیفس مورخ اپنی کتاب کے باب دوم اور فقرہ پنجم میں لکھتا ہے کہ ۲۱۵ برس بنی اسرائیل ملک مصر میں رہے پس ۲۱۵ + ۲۱۵ = ۴۳۰ کے اس لئے خروج وگلتیوں میں بھی یہی حساب لکھا ہے مگر اعمال وپیدائش میں پورے (۴۰۰) برس لکھے ہیں یہ دوسرا وعدہ ہے جو پہلے وعدہ سے ۳۰ برس بعد ہوا اور یہ بات کہ ابراہیم سے کئی بار وعدہ ہوا ظاہر ہے پس دونوں روائتیں بہت ہی درست ہیں (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ اگر یہی حال ہے تو عماد الدین ارسطو کو بھی جواب دے سکتے ہیں امام صاحب کے گمان میں ارسطو کوئی بڑی چیز تھے صاحب اس نے بھی اپنی غلطیوں پر لوگوں سے جواب پائے ہیں امام صاحب کا زور اس بات پر ہے کہ ابراہیم سے کیوں شمار کی جاتی ہے سو جواب یہ ہے کہ جس شخص سے وعدہ ہوا ہے اسی شخص سے معیاد وعدہ کا شروع سمجھا جاتا ہے واقعہ یوں ہی وقوع میں آیا ہے ٹھیک ۲۱۵ برس سابق کا وقت ہے اور ۲۱۵ برس مصر میں رہنے کا وقت ہے پس آپ ہی ظاہر ہوگیا کہ خدا نے ابراہیم سے شروع کرکے یہ زمانہ بتلایا تھا خدا کے نزدیک مصری بودوباش نہ صرف وہی ہے جو خاص شہر مصر میں رہنے کے دن تک تھی مگر ساری سفری مصیبت کو بھی مصری بودوباش نہ صرف وہی ہے جو خاص شہر مصر میں رہنے کے دن تک تھی مگر ساری سفری مصیبت کو بھی مصری بودوباش کہا ہے اور ابراہیم اپنی اولاد میں حکماً محسوب ہے وہ بھی سفری دکھوں کا حال ہے بلکہ دکھوں کا شروع اسی کے سفر سے ہے پر یہ ایک گہری اور پرمغز بات ہے جس نے جسمانی عقل کا آدمی اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا جب تک فکر نہ کرے۔

(۱۲ ۔ روایت) پیدائش ۴۶۔ ۲۲، ۲۷ میں ہے وہ سب کے سب جو یعقوب کے ساتھ مصر میں آئے اور اس کی صلب سے پیدا ہوئے ان کے سوا جو یعقوب کے بیٹوں کی جوروں تھیں ۶۶ تھے اور یوسف کے دو بیٹے تھے جو زمین مصر میں پیدا ہوئے سو وہ سب جو یعقوب کے گھرانے کے تھے اور مصر میں آئے ۷۰ شخص تھے۔

پھر اعمال ۷۔ ۱۴ میں ہے یوسف نے اپنے باپ یعقوب اور اپنے سارے گھرانے کو جو ۷۵ شخص تھے بلوا بھیجا= پس ۷۰، ۷۵ میں اختلاف ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پیدائش میں یعقوب اور کل بنی یعقوب مل کے ۷۰ ہیں وہاں یہ دکھلایا گیا ہے کہ مصر میں جب داخل ہوئے تو تمام اولاد ابراہیم کی ۷۰ تن تھی اور ان کے سوا اور کوئی متنفس نہ تھا جو اولاد یعقوب سے ہوا اور جوروں لڑکوں کی اس شمار سے خارج ہیں کیونکہ وہ غیر لوگوں کی بیٹیاں ہیں نہ یعقوب کی۔

اعمال میں لکھاہے کہ یعقوب اور اپنے سارے گھرانے کو جو ۷۵ شخص تھے یوسف نے بلوایا پس بلانے والا یہاں بلائے ہوؤں میں شامل نہیں ہوسکتا ہے اس لئے یوسف اور اس کے دو بیٹے اور یعقوب بھی جو ۷۵ سے الگ بولا گیا ہے خارج ہے پس ظاہر ہے کہ ۶۶ شخص صلبی بلائے گئے تھے اور ۹ عورتیں ہیں (پیدائش ۴۵-۱۹) شاید کوئی کہے کہ گیارہ عورتیں چاہیئں کیونکہ گیارہ بھائی یوسف کے تھے۔ جواب۔ یہ ہے کہ آیت میں ۹ عورتوں کا ذکر ہے اس سے ثابت ہے کہ ۹ عورتیں تھیں گیارہ نہ تھیں کیونکہ ایک تو مر گئی تھی (پیدائش ۳۸-۱۲) دوسرے کے کم ہونے کے بظاہر کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہے پر قیاس چاہتا ہے کہ شاید کسی ایک کی شادی اب تک نہ ہوئی ہو یا کوئی اور بھی مر گئی ہو اور یہ خیال قرین قیاس بھی ہے اسی دلیل سے کہ نو عورتیں آئیں تھیں پس دونوں آیتوں کی دوجدی مضمون ہیں ان میں مخالفت کیونکر ہے۔

(۱۳- روایت) گنتی ۲۵-۹ میں ہے وہ جو اس وبا میں مرے ۲۴ ہزار تھے پھر کرنتھیوں کے نامہ اول ۱ باب میں ہے اور ایک دن میں ۲۳ ہزار مارے پڑے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ مخالفت ہے۔ جواب۔ یہ ہے کہ گنتی میں کل مردگان ایام وبا کا ذکر ہے کہ چوبیس ہزار مرے تھے یعنی جس دن وبا کی شدت تھی اور قہر الہیٰ تندی پر تھا ۲۳ ہزار مرے تھے اور جب وبا دہیمی ہوگئی ان ایام میں سودوسوا، ۸۰، ۹۰، ساٹھ، ستر، ۳۰۲ وغیرہ کی تعداد سے روز بروز مرتے گئے وہ سب ایک ہزار تھے پس کل اموات ایام وبا ۲۴ ہزار تھے جو گنتی میں ہیں اور خاص شدت کے دن ۲۳ ہزار مرے تھے اور اسی واسطے کرنتھیوں میں ایک دن کی قید ہے اور گنتی میں کچھ قیدوں کی نہیں ہے امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ بات کسی کے خیال میں آسکتی ہے یعنی قیاس سے بعید ہے مگر یہ میں نہیں جانتا کہ امام صاحب کا قیاس کسی قسم کا ہے ہماری گذشتہ زندگی میں کئی بار وبا آئی ہے اور آج تک ایام وبا کے اموات کے رجسٹر سرکار میں موجود ہیں ایک دوروز حد تین چار روز شدت سے لوگ مرتے ہیں پھر وبا دہیمی ہوجایا کرتی ہے اگر یہ بات کسی کے خیال میں نہ آئے تو رجسٹروں میں دیکھ لے یہ تو بداہت کا انکار ہے۔

(۱۴- روایت) استثنا ۳۲-۴۳ کو بقول مولوی صاحب کے ۱۵ باب آیت ۱۰ سے لفظ رومیہ میں مخالفت ہے یہ آخری اعتراض مولوی صاحب کا ہے جو بے معنی ہے اس لئے اس کی تشریح انہوں نے نہیں کی اور امام صاحب بھی یہاں کچھ نہ بولے اور چونکہ انہوں نے گول گول اعتراض کیا ہے اسلئے اس کا جواب بھی یہ ہے کہ بارن صاحب کی جلد چہارم صفحہ ۳۸ میں دیکھ لو عبرانی ہے سپٹیواجنٹ سے ملتا ہے اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

فصل دوم اعجاز عیسوی کے مقصد دوم کی فصل چہارم کے جواب میں جس میں ۶۴ فساد ہیں

چونکہ یہ فصل مولوی صاحب کی مقصد دوم کی آخری فصل ہے اور اب مصنف اعجاز عیسوی عہد عتیق کی نسبت جو لکھ سکتے تھے لکھ چکے اسلئے اس آخری فصل میں بیابانہ ہاتھ پیر چار طرف مارے ہیں پر کچھ بھی ثابت نہ کرسکے دو باتوں کا بیان مولوی صاحب نے اس فصل میں کیا ہے اول کتب عہد عتیق میں ۶۴ فساد بتائے ہیں دوم باقرار خود کچھ ملحدوں کی کتاب سے اور کچھ اپنے ذہن سے تراش کر (۷۰) اعتراض خدا تعالیٰ کی ذات پر کئے ہیں۔

مولوی صاحب کے بیان کئے ۶۴ فساد

(۱-فساد) ۲ - تواریخ ۲۲ - ۲ میں ہے اخذیا ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔مگر ۲۱ باب ۲۰ سے معلوم ہے کہ اخذیا کا باپ ۳۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا اور آٹھ برس سلطنت کی تھی تب کل عمر اس کی ۴۰ برس کی ہوئی پس بیٹا باپ سے دو برس کیونکر بڑا ہوا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ سہو کاتب ہے ہارن صاحب کا بیان درست ہے کہ عبری لوگ ابجد کے حروف میں حساب لکھا کرتے ہیں پس میم بجائے کاف کے یہاں سہو کاتب سے لکھا گیا ہے اس لئے یہ غلطی ہوئی ہے۔

اگر یہ تحریف عمدی ہے تو کسی مطلب سے خالی نہ ہوگی یہاں کسی کا کیا مطلب ہے نہ کوئی محمدی بشارت یہاں سے اڑجاتی ہے نہ یہود کی کچھ نقدی ہاتھ آئی ہے نہ مسیح کی کچھ فضیلت اس سے ہوتی ہے تمیز صاف کہتی ہے کہ سہو کاتب ہے چنانچہ ایسی سہو قرآن میں بھی ۸ باب فصل چہارم کے درمیان دکھلائی گئی ہیں۔

(۲-فساد) اول تواریخ ۱۸ - ۴ میں ہے داؤد نے اس سے ایک ہزار رتھ اور سات ہزار سارتھی اور بیس ہزار پیادے اسیر کر لئے۔ پھر ۲ سموئیل ۸- ۴ میں ہے داؤد نے ان میں سے ایک ہزار رتھ اور سات سو سوار اور بیس ہزار پیادے اسیر کر لئے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ آیت میں گاڑیوں کے کوچوان اور گھوڑوں کے سوار سب ملا کے سات ہزار بتلائے گئے ہیں دوسری آیت میں صرف وہ سوار جو گاڑیوں سے متعلق نہیں صرف گھوڑوں کے سوار ہیں بتلائے گئے ہیں پانچ ہزار تین سو سوار جو گاڑیوں سے متعلق ہیں اور پہلی آیت میں گھوڑوں کے سواروں سے مل کر سات ہزار ہوئے تھے ذکر نہیں کئے گئے پچھلی آیت میں صرف ایک ہزار گاڑیوں کا ذکر اس کے سواروں کی تعداد سے مستغنی سمجھا گیا ہے ورنہ سات سو سوار ایک ہزار گاڑی کو ہانک بھی نہیں سکتے کیونکہ فی گاڑی ایک آدمی بھی نہیں آتا پس کچھ اختلاف نہیں ایک میں کواچوان کا بھی ذکر ہے دوسرے میں کوچوان چھوڑے گئے ہیں امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہ اعتراض اور جواب کچھ بڑی بات نہیں ہیں مگر امام صاحب کے سمجھ میں نہیں آیا اعتراض اور جواب دونوں درست ہیں۔

(۳-فساد) اول تواریخ ۱۹ - ۱۸ میں ہیں داؤد نے سات ہزار سارتھی اور ۴۰ ہزار پیادوں کو مار ڈالا (سموئیل ۱۰ - ۱۸) میں ہے داؤد نے سات سو گاڑیوں اور ۴۰ ہزار سوار کاٹ ڈالے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ ۴۰ ہزار کو ایک جگہ پیادے بتلایا ہے دوسری جگہ سوار بتلایا ہے۔ تفسیر اسکاٹ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ کبھی سوار ہو کر لڑتے تھے کبھی پیادے ہو کر نکلتے تھے اور اس جواب پر ہمارے اکثر مفسر متفق ہیں اور یہ تو زمینداروں کا دستور ہے کہ کبھی پیادہ لڑتے ہیں اور کبھی سوار ہو کے پس ایک نے سوار لکھا دوسرے انہیں پیادہ بتلایا دونوں باتیں درست ہیں امام صاحب کہتے ہیں کہ اس کا ثبوت کس الہامی کتاب سے ہے جواب یہ ہے کہ مفسروں کی رائے سے ہے جو کلام کے محاورات اور اس ملک کے دستورات سے واقف ہیں اور جنہوں نے یہود کی حدیثیں بھی دیکھی ہیں امام صاحب مفسروں کا اعتبار نہیں کرتے ہر لفظ کی تفسیر بھی الہام سے مانگتے ہیں مگر انہیں آگے چل کر مشکل پڑیگی جب قرآن کے ہر لفظ کی تفسیر کسی قرآنی آیت سے طلب کی جائے گی اور ہر مفسر کی رائے کو بناوٹ کہا جائیگا اسی قاعدے کے موافق جو امام صاحب نے تجویز کیا ہے۔ پھر امام صاحب کہتے ہیں کہ کبھی سوار ہونا اور کبھی پیادہ ہونا ایسا ہی ہے کہ کبھی آدمی بننا اور کبھی بیل بننا یہاں پرامام صاحب کو شاباش کہنا چاہیے کہ کیا خوب فرمایا ہے۔ پھر سات ہزار اور سات سو کا اختلاف بھی امام صاحب کے خیال میں آیا اسکا جواب یہ ہے کہ سات ہزار سارتھی ہیں اور سات سو گاڑیاں ہیں یعنی سات سو گاڑیاں تھیں جن میں سات ہزار آدمی تھے مع کوچوانوں کے۔

(۴-فساد) اول تواریخ ۲۱ باب ۵ میں ہے یواب نے لوگوں کی حاضری داؤد کو دی اور سارے اسرائیل گیارہ لاکھ شمشیر زن اور یہوداہ چار لاکھ ستر ہزار شمشیر زن تھے۔ پھر آیت ۱۲ میں ہے

تین برس کا کال ہوا۔ ۲ سموئیل ۲۴ - ۹ میں ہے ۸ لاکھ بنی اسرائیل پانچ لاکھ یہودا تھے آیت ۱۳ میں ہے سات برس کا کال ہوا اور یہ اختلاف ہے۔

جواب۔ مفسر لوگ اس کا بیان یوں فرماتے ہیں کہ گیارہ لاکھ اور آٹھ لاکھ میں فرق اس لئے ہوا کہ آٹھ لاکھ وہ بنی اسرائیل تھے جو اپنے گھروں میں رہتے تھے یعنی شہر کے باشندے آٹھ لاکھ تھے جو بوقت ضرورت لڑنے کو آتے تھے اور تین لاکھ بنی اسرائیل وہ تھے جو ماہواری حسب تبدیل نوکری دیتے تھے پس پہلی آیت میں ان تین لاکھ کو آٹھ لاکھ میں ملا کر گیارہ لاکھ ہے اور دوسرے میں ان تین لاکھ کو چھوڑ کر صرف شہر کے باشندے آٹھ لاکھ بتلائے گئے ہیں اسی طرح پانچ لاکھ وچار لاکھ ستر ہزار ہیں بنی یہوداہ میں تطابق ہے یعنی ۳۰ ہزار بنی یہوداہ جو قلعوں کے محافظ تھے تواریخ میں شمار نہیں کئے گئے صرف شہری بنی یہوداہ لکھے گئے ہیں لیکن سموئیل کی کتاب میں ان کو بھی ۴ لاکھ ستر ہزار میں شامل کرکے پانچ لاکھ تبلایا ہے اس لئے کچھ مخالفت نہیں ہے ایک ہی بات ہے۔

رہا تین برس اور سات برس کے کال کا فرق سو اس کا جواب یہ ہے کہ سموئیل کے ۲۱ باب سے ظاہر ہے کہ ساؤل کے عہد سے داؤد کے عہد تک چار برس سے کال چلا آتا تھا اور جب داؤد نے گناہ کیا تو اسکے تین برس ملا کر سات برس بولے گئے تھے یعنی چار برس سے تو کال چلا آتا ہے اب کیا تو ۳ برس اور ملا کر سات برس کا کال چاہتا ہے پس جس میں ۳ برس کا ذکر ہے وہاں چار برس سابق کے چھوڑے گئے ہیں اور جہاں سات کا ذکر ہے وہاں ۴ سابق کے ملائے گئے ہیں فقط امام صاحب نے یہاں پر جو کچھ لکھا ہے وہ لائق توجہ کے نہیں ہے کیونکہ وہ مفسروں کی رائے کے قائل نہیں ہیں مگر اپنی رائے کے قائل ہیں۔

(۵۔ فساد) اول سموئیل ۶ - ۱۹ میں ہے اس نے پچاس ہزار اور ستر ان میں کے مار ڈالے مگر یوسیفس صرف ستر بتلاتا ہے ۔ اور عربی وسریانی ترجمہ میں بقول چھوٹا سا گاؤں تھا اس لئے وہاں پر پچاس ہزار اور ستر کا مرنا میرے خیال میں نہیں آتا اس لئے ضرور اس مقام پر کچھ تامل ہے پھر یوسیفس کہتا ہے کہ وہ عبرانی عبارت جس کا ترجمہ لوگ پچاس ہزار اور ستر کرتے ہیں یوں بھی ترجمہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک ہزار چار سو میں سے ستر مارے یعنی فی ایک ہزار پچاس مارے گئے ۔ پس یوسیفس ۷۰ کہاں بتلاتا ہے اور اگر بتلاتا ہے تو کس نہج سے بتلاتا ہے پھر بقول یوسیفس جبکہ وہ عبارت ایسی ہے کہ اس کے معنی دو طرح ہوسکتے ہیں تو مولوی صاحب کا اعتراض ترجمہ پر ہے نہ عبارت متن پر اور ترجمہ کی غلطی سے متن میں نقص نہیں آسکتا ہے جس سے بحث ہے پس یہ اعتراض بھی بحث سے خارج ہے۔ ہاں عربی وسریانی والے مترجم نے لفظ چمش یعنی پانچ کا ترجمہ چمشم کردیا ہے خواہ سہواً خواہ اختلاف نسخ کے سبب سے اس سے بھی اصلی متن پر کچھ نقص لازم نہیں آتا جبکہ عبارت ہی کے دو معنی ہیں۔

امام صاحب کہتے ہیں کہ آج تک یہ غلطی بائبل میں کیوں رہی جواب یہ ہے کہ یہ غلطی نہیں ہے یوسیفس کی وہمی بات کے سبب کلام میں دست اندازی کرنا گناہ ہے جیسے وہاں لکھا ہے کہ ۵۰ ہزار ۷۰ ہزار مارے یہی درست ہے۔

(۶۔ فساد) ۲ سلاطین ۱۶ - ۲ میں ہے اس وقت وہ ۲۰ برس کا تھا تفسیر ہنری واسکاٹ میں ہے کہ غالباً لفظ ۲۰ بجائے ۳۰ کے لکھا ہے بموجب ۸ - ۶ کے اسی کتاب سے جواب ہنری واسکاٹ میں تلاش کیا گیا وہاں ایسا نہیں لکھا مولوی صاحب کا حوالہ غلط ہے اور یہی سبب ہے کہ مولوی صاحب نے صفحہ کا نشان نہیں بتلایا کہ ہنری واسکاٹ میں کہاں کہاں لکھا ہے کیونکہ ان کی عادت ہے جب غلط حوالہ دیتے ہیں تو پتہ نہیں بتلایا کرتے ۔ اب امام صاحب کی حق جوئی کی طرف دیکھنا چاہیے وہ فرماتے ہیں کہ توریت کی غلطیوں کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ مگر اتنی تاب نہیں ہے کہ ہنری واسکاٹ میں دکھلادیں اور اتنے منصف بھی نہیں ہیں کہ مولوی صاحب کی غلطی کے قائل ہوں اس لئے انہوں نے بھی مناسب سمجھا کہ احتمالاً خدا کے پاک کلام پر بے دلیل ہی اس بہتان کو پھینکنا چاہیے پر خدا دلیل کے ساتھ مخالف کو ہلاکت ابدی میں پھینکے گا۔

(۷۔ فساد) قاضی ۱۲ - ۶ میں ہے اور اس وقت ۴۲ ہزار افرایمی قتل کئے گئے ۔ ہنری واسکاٹ میں کہاں کہاں لکھا ہے کیونکہ ان کی عادت ہے جب غلط حوالہ دیتے ہیں توپتہ نہیں بتلایا کرتے۔ اب امام صاحب کی حق جوئی کی طرف دیکھنا چاہیے وہ فرماتے ہیں کہ توریت کی غلطیوں کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ مگر اتنی تاب نہیں ہے کہ ہنری واسکاٹ میں دکھلادیں اوراتنے منصف بھی نہیں ہیں کہ مولوی صاحب کی غلطی کے قائل ہوں اس لئے انہوں نے بھی مناسب سمجھا کہ احتمالاً خدا کے پاک کلام پر بے دلیل ہی اس بہتان کو پھینکنا چاہیے پر خدا دلیل کے ساتھ مخالف کو ہلاکت ابدی میں پھینکے گا۔

(۷ ۔ فساد) قاضی ۱۲ - ۶ میں ہے اس وقت ۴۲ ہزار افرایمی قتل کئے گئے۔ ہنری واسکاٹ میں ہے کہ دوہزار چالیس ۔ جواب۔ ہنری واسکاٹ میں دیکھا گیا وہاں نہیں ہے اورحوالہ بھی بے پتہ نشان کے ہے پس اعتراض غلط ہے۔

(۸۔ فساد)۲ سلاطین ۲۴- ۸ (یہوکین ۱۸ برس کا تھا جب تخت پر بیٹھا ۔ ۲ تواریخ ۳۶- ۹ میں ہے ۸ برس کا تھا۔ جواب تفسیروں میں لکھاہے کہ جب آٹھ برس کا تھا اس وقت ولی عہد ہوا تھا جب ۱۸ برس کا ہوا تب تخت نشین ہوا۔

(۹ ۔ فساد) اول سلاطین ۷- ۲۶ میں ہے دوہزار بت کی گنجائش تھی (۲ تواریخ ۴-۵) میں ہے تین ہزار بت کی گنجائش تھی جواب۔ ہزار بت اس میں رہتے تھے پر اگر ٹھوس کی بھریں اور اوپر تک بھرتے جائیں تو تین ہزار بھی آسکتے تھے۔ یہ کچھ مخالفت نہیں ہے۔

(۱۰ فساد) اول سلاطین ۱۸ - میں ہے تیسرے سال ۔ لوقا ۴- ۲۵ میں ہے ساڑھے تین برس۔ پس تین وساڑھے تین برس میں اختلاف ہے۔

جواب۔ پہلی آیت میں تین برس ایلیاہ کے بھاگنے کے دن سے شمار کئے گئے ہیں لیکن اس کے بھاگنے سے کئی مہینے پیشتر بارش نہ ہوئی تھی اور کال پڑا ہوا تھا اسی سبب سے تو وہ لوگ ایلیاہ کے دشمن ہوئے تھے پس لوقا و نامہ یعقوب میں بہت صحت کے ساتھ ابتداء قحط سے حساب ہے اس لئے آیتیں صحیح ودرست ہیں۔

(ف) ساتویں فساد سے دسویں فساد تک کے جواب میں جب امام صاحب کو کچھ نہ سوچا تو یہی فقرہ ان کی نسبت ارشاد فرمایا کہ (یہی حال ہے) پر اس فقرہ کا جواب ۶ فساد کے ذیل میں دیکھنا چاہیے۔

(۱۱ فساد) ۲- سموئیل ۱۵ - ۷ میں ہے اور بعد چالیس برس کے ایسا ہوا کہ ابی سلوم نے بادشاہ کو کہا۔ یہ غلط ہے کیونکہ ۵ باب ۴، ۵ سے ظاہر ہے کہ کل بادشاہت داؤد کی چالیس برس کی تھی۔ جواب ۔ جس دن سموئیل نے داؤد پر تیل ملا اوراسے بادشاہ کیا وہ اسی دن سے بادشاہ ہے پس ابتدا اسی دن سے ابی سلوم کے کہنے کے دن تک ۴۰ برس ہیں یہاں ظہور سلطنت کی ابتدا سے ذکر نہیں ہے جو کل چالیس برس تھی پس اس کی بادشاہت ۲۰ برس کی تھی بیس برس دوڑ دھوپ پریشانی میں گذرے چالیس برس سلطنت ہوئی ۔(ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ عماد الدین نے مولوی صاحب کا لکھا ہوا جواب لکھ دیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی صاحب تو دنیا میں پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب سے یہ عیسائی کتابوں میں لکھا ہوا ہے جہاں سے مولوی صاحب نے بھی لے کے پیش بندی کے طور پر نقل کردیا بلکہ سارے اعتراض جو مولوی صاحب کے ہیں ہماری ہی تفسیر وں میں سے اورہمارے پرانے مخالفوں کی تقریروں میں سے مولوی صاحب نے لے کر لکھیں ہیں پس اب کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اعتراض اہل اسلام نے پیدا کئے ہیں ہر گز نہیں وہ تمام عمر میں بھی اتنا مادہ پیدا نہیں کرسکتے کہ ایسے اعتراض نکالیں یہ اہل یورپ ہی کا طفیل ہے پس جو حقیقی جواب تھا اسے مولوی صاحب نے دبانا چاہا تھا میں نے اس کو نکال کے رکھ دیا کہ یہی حقیقی بات ہے۔

(ف) اور یہ جو امام صاحب کہتے ہیں کہ بہت سے ترجموں وغیرہ میں چالیس کی جگہ ۴ لکھا ہے اس کی تردید عماد الدین نے نہیں کی اس کا جواب یہ ہے کہ متن کے خلاف جہاں جو کچھ لکھا ہے غلط ہے۔

(۱۲ فساد) ۲ سلاطین ۲۵- ۸ میں ہے انیسویں برس پانچویں مہینے ساتویں دن امیر الامر یروشلم میں آیا۔ پھر آیت ۲۷ میں ہے (۳۷ برس کے بارہویں مہینے کے ۲۷ تاریخ، یرمیاہ ۵۲- ۱۲ میں ہے پانچویں مہینے کے دسویں دن جو نبوکد نصر کا انیسواں برس تھا وہ سردار یروشلم میں آیا۔ آیت ۳۱ میں ہے یہویقیم کی اسیری کی ۳۷ویں برس کی بارہویں مہینے کے ۲۵ ویں دن۔ پس دیکھو کہاں ساتواں دن اور دسواں اور کہاں ستائیسواں اور پچیسواں۔ جواب۔ یہ اعتراض بالکل غلط ہے یہودیوں کے قول کے موافق وہ ساتویں برس یروشلم میں آیا دو روز دعوت میں گذرے دسویں دن اس نے اپنا کام کیا پس سات ودس درست ہوئے اسی طرح ۲۵ تاریخ کو حکم دیا ۲۷ کو اظہار حکم ہوا پس کچھ فرق نہ رہا اور یہ بیان تفسیروں کا قرین قیاس بھی ہے۔

(ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ عماد الدین کی بناوٹ ہے شاید اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تفسیروں میں نہیں لکھا عماد الدین دل سے کہتا ہے اس لئے ناظرین کو چاہیے کہ کلام کے دوچار تفسیروں میں دیکھ لیں کہ مفسریوں ہی کہتے ہیں یا کہ میں بناوٹ کرتا ہوں اور امام صاحب کے انصاف اور حق جوئی کو بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔

(۱۳-فساد) عزرا ۲ باب نحمیاہ ۷ باب کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۲ جگہ نمبروں کا اختلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عزرا نے شروع سفر سے پہلے بابل میں وہ حساب لکھا تھا لیکن نحمیاہ نے مدت بعد اور سفر کے بہت دنوں پیچھے ملک یہودیہ میں آکے وہ حساب لکھا ہے پس بباعث انواع تبدیلات یہ اختلاف وقوع میں آیا ہے لیکن دونوں بیان سچے ہیں ایک میں ابتدا کا ذکر ہے دوسرے میں آخر کا ذکر ہے (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ بھی عماد الدین کی بناوٹ ہے لیکن اتنی ہمت نہیں ہے کہ تفسیروں میں دیکھ لیں یا وہ سکھلاتے ہیں کہ ہم بھی مفسرین قرآن کے خیالات کو بناوٹ کہہ کے ٹال دیا کریں۔

(۱۴- فساد) ۲ تواریخ- ۱۶- ۱ میں ہے اسا کی سلطنت کے ۲۶ ویں برس بعشا یہودا پر چڑھا اور (اول سلاطین ۱۵- ۳۳) میں ہے اسا کی سلطنت کے تیسرے سال بعشا تخت نشین ہوا اور ۲۴ویں برس سلطنت کی۔ پھر ۲۶ ویں برس وہ کیونکر چڑھ آیا۔

جواب۔ سلطنت اسا سے یہودا کی سلطنت مراد ہے اور ہر ایک حاشیہ میں مفسروں نے ایسا ہی لکھا ہے جیسے ۲ سموئیل ۱۵- ۷ میں چالیس برس سے بنی اسرائیل کی ابتدا سلطنت مراد ہے اسی طرح اس جگہ بھی ہے (ف) پادری شیلر صاحب اور پادری اسٹرن صاحب کی بات اگر یوں ہی ہے جیسے کہ امام صاحب کہتے ہیں تو خیال مذکورہ بالا کے سامنے کچھ کام کی نہیں ہے۔

(۱۵ فساد) اول سلاطین ۴- ۲۶ میں ہے سلیمان کے چار ہزار اصطبل تھے (۲ تواریخ ۹- ۲۵) میں ہے چار ہزار گھوڑوں ورتھوں کے تھان تھے۔

جواب۔ تفسیروں سے ثابت ہوا کہ پہلی آیت میں ایک تھان کو اصطبل کہا ہے یعنی ہر ایک اصطبل میں ایک گھوڑا تھا۔ دوسری آیت میں بارگوں کا ذکر ہے یعنی چار ہزار بارگیں تھیں اور ان چار ہزار بارگوں میں ۴۰ ہزار اصطبل یعنی تھان تھے پس کچھ فرق نہیں ہے اور یہ تاویل میری نہیں مگر قدیم مفسروں کی ہے اور بہت صحیح تاویل ہے۔

(۱۶- فساد) اول سلاطین ۹- ۲۸ میں ہے۔ ۴۲۰ قنطار سونا بادشاہ کے پاس لائے (۲ تواریخ ۸- ۱۸) میں ہے ساڑھے چار سو قنطار سونا لائے۔ جواب۔ حقیقت میں وہاں سے ساڑھے چار سو قنطار لائے تھے ۳۰ قنطار مزدوروں اور ملاحوں کو دیا گیا مالک کے گھر میں چار سو بیس قنطار پہنچا پس تواریخ میں وہاں کا ذکر اور سلاطین میں یہاں کا ذکر ہے بموجب قول مفسرین کے۔

(۱۷-فساد) اول سلاطین ۵-۱۵ میں ہے سلیمان کے تین ہزار تین سو اہلکار تھے (۲ تواریخ ۲-۲) میں ہے تین ہزار چھ سو سردار تھے پس تین سو کا فرق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بموجب قول مفسروں کے پہلی آیت میں افسروں کے افسروں کو چھوڑ کر صرف چھوٹے افسروں کا حساب بتلایا ہے دوسرے میں بڑے افسروں کو بھی لیاہے چنانچہ یہی بات تفسیروں میں لکھی ہے اور قیاس بھی چاہتاہے کہ جب تین ہزار تین سو اہلکار تھے توضرور ہے کہ کسی قدر افسر کلان بھی ہوں۔

(۱۸-فساد)اول سلاطین ۷-۱۵ میں ہے طول ہر ستون کا ۱۸ ہاتھ (۲ تواریخ ۳-۱۵ میں ہے) ۳۵ ہاتھ لمبے دوستون بنائے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں طول ہر ستون کا اٹھارہ ہاتھ بتلایا ہے دوم میں ہر دوستون کے طول کا مجموعہ ۳۵ ہاتھ بتایا ہے مگر حساب سے ۳۶ ہاتھ چاہیے تھا چونکہ ایک ہاتھ اوپر نیچے دباہونا ضرور ہے اس لئے ۳۵ ہاتھ لکھاہے پس کچھ مخالفت نہیں ہے درست بات ہے۔

(۱۹-فساد) اول سلاطین ۹-۲۳- میں ہے پانچ سو پچاس عامل تھے۔ (۲ تواریخ ۸-۱۰ میں ہے ۲۵۰ عامل تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں ان عالموں کاذکر ہے جو عمارت کے کام پر مقرر تھے اوردوسر آیت میں ان عالموں کا ذکر ہے جو انتظام ملکی کرتے تھے پس یہ اور بیان ہے اوروہ اور بیان ہے۔

(۲۰-فساد) ۲ سموئیل ۱۰-۱۶ میں لفظ بدرعزر لکھاہے بدعزر چاہیے جواب یہ بھرتی کا اعتراض ہے کیونکہ عبرانی میں دال اور را قریب شکل کے حرف ہیں اگر بدر بجائے بدد کے لکھا گیاہو تو کیا تعجب ہے۔

(۲۱-فساد) یوشع ۷ باب ۱۸ میں ہے عکن نون کے ساتھ مگر عکر چاہیے راء مہملہ کے ساتھ جواب۔ صدہا برس کی پرانی کتاب ہے اگر ایسا سہو کاایک جگہ ہو گیا تو کیا مضائقہ ہے قرآن ایک چھوٹی سی کتاب تھوڑے دنوں کی ہے ایسے نظیر میں اس میں بہت سی ہیں پر نہ اس کا ایسی باتوں سے نقصان ہے نہ اس کا صرف معترض کے خیال کا نقصان ہے۔

(۲۲-فساد) ۲ سموئیل ۲۳-۸ میں واشب بسپت نام ہے ایک شخص کا مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بموجب پہلی تواریخ ۱۱-۱۱ کے یسبعام چاہیے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں اس لئے دونوں جگہ درست لکھاہے۔

(۲۳-فساد) پہلی تواریخ ۳-۵ میں عموئیل کی بیٹی بنت یسوع لکھا ہے بموجب ۲ سموئیل ۱۱-۳ کے الیعام کی بیٹی بنت سبع چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ سے مراد ایک ہی شخص ہے متعدد نام ہونے کے سبب سے کچھ فرق نہیں ہے۔

(ف) ۱۶ سے ۲۳ فساد تک جو جو آیات یا تاویلات مذکور ہیں امام صاحب کہتے ہیں کہ واہیات تاویلات ہیں کیا آسان جواب ہے جو امام صاحب نے دیدیا ہمارے خیال میں تو یہ سچی تاویلات ہیں اگر انہیں پسند نہیں ہیں تو وہ قبول نہ کریں پر تو بھی قرآنی تاویلات میں ہمیں بھی ایسے جواب دینے کی اجازت دیں۔

(۲۴-فساد) ۲ تواریخ ۔ ۲۱-۱۷ میں یہواخذ بجائے اخذیاہ کے لکھاہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس شخص کے تین نام ہیں یہواخذواخذیا وعزریا پس تواریخ میں صحیح لکھاہے اعتراض غلط ہے (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ ثبوت اس کا صرف عماد الدین کے دل میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ عماد الدین کے دل میں البتہ ہے مگر تفسیروں سے جو عماد الدین کی پیدائش سے پیشتر محققوں نے لکھی ہیں اٹھ کر دل میں آیاہے۔

(۲۵ فساد) ۲ سلاطین ۱۴-۲۱ میں لفظ عزرا یا لکھا ہے لیکن بموجب ۲ تاریخ ۲۶-۱ کے عزریاہ تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں ناموں سے ایک ہی شخص کہلاتا ہے۔

(۲۶ فساد) یسعیاہ ۶۴- ۴میں جو کچھ خلاف ہے اسکے جو(۱ کرنتھیوں ۲-۹) میں ہے جواب۔ایک ہی مضمون ہے کچھ اختلاف نہیں ہے ہاں الفاظ جدے ہیں اس لئے کہ ایک ہی مضمون دو عبارتوں میں الہام سے بیان ہوا ہے۔

(۲۷ فساد) یسعیاہ ۹- ۲ میں ہے ان کی خوشی کو افزود کرتا ہے بعض نسخوں میں ہے اور نہیں زیادہ کرتا ان کی خوشی کو۔اس کو جواب یہ ہے کہ اس مقام پر بعض نسخوں میں سہو کاتب کے سبب سے اختلاف پڑگیا ہے مگر پہلی عبارت محققین کو اکثر پرانے نسخوں میں ملی ہے اس لئے اس کو ترجیح دیتے ہیں اور تفسیروں میں براہ دیانت دوسری عبارت بھی پیش کرتے ہیں جہاں سے اٹھا کے مولوی صاحب دکھلاتے ہیں ۔

(۲۸۔فساد) ۲ تواریخ ۳۶-۱۰ میں ہے یہوکن کا بھائی صدقیاہ پر صدقیاہ اس کا بھائی نہ تھا مگر چچا تھا اسی واسطے بعض ترجموں میں چچا لکھا ہے نہ بھائی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بھائی نہ باعتبار رشتہ کے مگر باعتبار قومیت کے یہاں بولا گیا ہے چنانچہ ایسا کبھی کبھی بولتے بھی تھے۔

(۲۹۔فساد) ۲ تواریخ ۲۸-۱۹ میں ہے شاہ اسرائیل اخذ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اخذ شاہ یہودا تھا نہ شاہ اسرائیل ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ رحبعام کے وقت سے اسرائیل ویہودا الگ ہوگئے تھے مگر ۱۲ باب کی آیت ۲ وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی پرانے دستور کے موافق بھی بولتے تھے کیونکہ دونوں کا باپ اسرائیل ہی تھا اور عقل بھی کہتے ہیں کہ اگر نئی اصطلاح کے خلاف قدیمی اصطلاح کبھی کبھی ان کے منہ سے نکل جاتی ہے تو کیا مضائقہ ہے اور اس کو جھوٹ کہنا بے مناسب ہے۔

(۳۰۔فساد) ملاکی ۳- ۱ میں ہے دیکھو میں اپنا رسول کو بھیجونگا اوروہ میرے آگے کا راستہ بنائیگا ۔ہارن صاحب اپنی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر ڈوالف صاحب کہتے ہیں کہ یہ حوالہ اصل عبری اور پرانے ترجموں سے دوطرح پر مخالفت رکھتا ہے ایک یہ کہ (اپنا رسول زائد ہے) دوم یہ کہ وہ میرے کے بجائے (وہ تیرے آگے راستہ بنائیگا لکھا ہے) جواب یہ ہے کہ دیکھو انجیل متی ۱۱-۱۰ مرقس ۱-۲ ،لوقا ۷-۲۷ ، ۱-۲۷ کو۔انجیل نویس اس ملاکی کی پیشنیگوئی کا مطلب اور مرد اپنی عبارت میں سناتے ہیں اور وہی روح جس نے ملاکی کی کتاب لکھوائی ہے انجیل کے لکھنے والوں میں ہوکے اس پیشینگوئی کی تفسیر دکھلاتی ہے۔ وہاں لکھا ہے میرے آگے یعنی اللہ کے آگے مسیح خداوند ہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے ملاکی پیغمبر کو پیدا کیا اور رسول بنایا اورالہام دیا اس لئے انجیل نویس اسے کہتے ہیں کہ تیرے آگے رسول آئیگا کیونکہ تو اللہ ہے جسم لے کر دنیا میں آیا ہے لفظ میرے سے اللہ مراد ہے اور لفظ تیرے سے بھی اللہ مراد ہے پر ضرور جسمانی آدمی ان باتوں کو نہیں جانتا پہلے اس میں زندگی آئے تب ان اسرار سے بھی واقف ہوگا۔

(۳۱۔فساد) میکاہ ۵- ۲ میں جو ہے وہ مخالف ہے اس کے جو (متی ۲- ۶ میں ہے)۔اس کا جواب یہ ہے کہ مضمون ہے عبارتیں دو ہیں دوسرے الہام کے سبب سے پردوں کا مطلب واحد ہے ناظرین وہاں دیکھ لیں۔

(۳۲۔فساد) زبور ۱۶-۸ میں اوراعمال ۲-۲۵ میں مولوی صاحب مخالفت بتلاتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ مخالفت نہیں ہے ایک ہی مضمون ہے مگر زبور کے بعض مطالب حسب ضرورت روح پاک کی معرفت اعمال میں تقدم وتاخر عبارت سے نقل ہوئے بعینہ وہاں کی عبارت نقل نہیں کی گئی ہے اور نہ کسی کا یہ دعویٰ ہے۔

(۳۳۔فساد) زبور ۴۰- ۶ میں جو ہے وہ مخالف ہےاس کے جو عبرانی ۱۰-۵، ۶ میں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ مخالفت نہیں ہے یکساں مضمون ہیں عبارت جدید میں دوسرا الہام ہے۔

(۳۴۔فساد) عاموس ۹- ۱۱ میں جو ہے وہ مخالفت ہے اس کے جو اعمال ۱۵- ۱۶ میں ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز مخالف نہیں ہے برابر مضمون ہے اور یہ دوسرا

الہام ہے مگر اس میں بعض مطلب اس الہام کی بھی حسب ضرورت بعبارت جدید روح القدس کی تفسیر سے بولے گئے ہیں۔

(۳۵- فساد) وارڈ صاحب اپنے اغلاطنامہ کے صفحہ ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ اول تواریخ ۲ باب ۱۸ میں ہے (اس نے جنا غزوبہ اس کی بی بی اور دریعت) اس کے معنی مفسر لوگ طرح بہ طرح سے کرتے ہیں پس یہ عبارت بے معنی ہے اور ایک مطلب کی طرف رہبری نہیں کرتی۔ جواب- وارڈ صاحب کا اغلاطنامہ دیکھے بغیر بقول آپ کے ہم نے مانا کہ یہ عبارت کئی طرح پر تفسیر کی جاتی ہے تب یہ عبارت چند معنوں میں مشترک یا مغلق یا مشکل ہوئے پھر اس سے کیا مطلب نکلا اچھا صاحب ایسی عبارتیں بھی کلام میں کہیں کہیں ہیں اور قرآن میں بھی ایسی عبارتیں ہیں مثلاً حروف مقطعات وغیرہ یا ومارمیت اذرمیت یا افتر بت الساعة والشق القمر وغیرہ چند معنی دینے والی عبارتیں ہیں پھر اس سے کیا مراد ہی ہوا کریں۔

(۳۶- فساد) ۲ سموئیل باب ۵، ۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند کے صندوق کو حضرت داؤد بعد لڑائی فلسطیوں کے لائے تھے اور باب ۱۳، ۱۴ کتاب تواریخ اول سے دریافت ہوتا ہے کہ اس لڑائی سے پہلے لائے تھے۔ جواب اول تواریخ باب ۱۳ سے صرف اس قدر ظاہر ہے کہ لڑائی سے پہلے داؤد نے اپنے لوگوں سے اس صندوق کے لانے کے بابت صلاح کی تھی کہ لانا چاہیے نہ یہ کہ لے آیا تھا مگر لانا اس کے بعد لڑائی کے ثابت ہے پس کچھ مخالفت نہیں ہے۔

(۳۷- فساد) اول تواریخ ۷- ۶، ۸ باب آیت اول و پیدائش ۴۶ باب ۲۱ میں جو بنی راحیل مذکور ہیں وہاں اختلاف ہے ناموں میں بھی تعداد اشخاص میں بھی جواب تینوں روائتیں صحیح ہیں ہر ایک آیت میں پرانا نسب نامہ بیان کرنے کا دعویٰ نہیں ہے جس مقام پر جن لوگوں سے تعلق ہے انہیں کا وہاں ذکر ہوا ہے اور باقیوں کو چھوڑا ہے مخالفت جب ہوتی ہے کہ ایک مضمون کئی مخالف طور پر مذکور ہو یہاں ہر سہ آیت کا جدا مطلب ہے۔

(۳۸- فساد) ۲ تواریخ ۳۶- ۵، ۶ میں لکھا ہے کہ یہویقیم کو شاہ بابل قید کرکے بابل کو لے گیا- مگر تواریخوں سے نہ جانا ثابت ہے- اس کا جواب یہ ہے کہ جس لفظ کا ترجمہ لے گیا کیا جاتا ہے اس کا دوسرا ترجمہ لیا جائے بھی ہوسکتا ہے بموجب یہودیوں کی پرانی تفسیروں کی اس لاطینی تفسیر کے جس کا نام پولی سن اس ہے جو لندن میں ۱۶۱۹ء کے درمیان چھپی ہے چنانچہ اس کی جلد اول صفحہ ۸۸۴ میں لکھا ہے- لیکن سب لوگ یہی ترجمہ کرتے ہیں کہ لے گیا کیونکہ یہ معنی متبادر ہیں اور وہ معنی بعد غور کے نکلتے ہیں۔ مگر چونکہ شاہ بابل نے اسے باندھا تھا کہ لیا جائے اور اس کی نسبت قہر الہیٰ اس کے گناہ کے سبب سے وارد ہوا تھا پس باندھے جانے کے سبب وہ بھی قیدیوں اور جلاوطنوں میں شمار کیا گیا پس دنیاوی تواریخوں سے کلام میں اصلاح کرنا بے دیانتی ہے پس جو معنی متبادر ہیں وہی ترجمہ میں لاتے ہیں اور تفسیروں میں ان سب باتوں کا ذکر کردیتے ہیں۔

(۳۹- فساد) یوشع ۱۹- ۳۴ میں ہے یہودا کی سرحد میں یردن سے مشرق کی طرف جاملے- یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ بنی یہودا بہت دور جانب جنوب تھے- اس کا جواب یہ ہے کہ یہودا کی زمین میں یردن ندی مشرق کی طرف بہتی ہوئی جاتی ہے پس معنی یہ ہیں کہ یردن کے وسیلے سے مشرق کی جانب جاملی یہی مطلب تفسر میں لکھا ہے۔

(۴۰- فساد) یوشع ۱۸- ۱۴ میں ہے بحر کے ساحل تک پہنچے یہ غلط ہے اس لئے کہ اس زمین میں سمندر کا ساحل نہ تھا اور تفسیر ڈالی اور رجروینٹ میں ہے کہ جس لفظ کا ترجمہ سمندر ہے اس کے معنی مغرب کے ہیں (جواب) تفسیر کا بیان صحیح ہے کیونکہ اسی باب کی آیت ۱۲ میں یہی لفظ جس کا ترجمہ سمندر ہے بمعنی پچھم عبرانی میں موجود ہے یہ بیان اس تفسیر کا مولوی صاحب نے حکمتاً چھوڑ دیا ہے پس واضح ہو کہ اس طرف کو بڑا سمندر ہے اس لئے اس جانب کو کبھی سمندر اور کبھی مغرب بولتے ہیں یہ اعتراض کچھ نہیں ہے۔

(۱ ۴-فساد) یوشع ۲۴- ۱ میں ہے اسرائیل کو سکم میں جمع کیا- آیت ۲۵ میں ہے ان کے لئے سکم میں ایک رسم اور ایک دستور مقرر کیا-

مولوی صاحب لفظ سکم یہاں غلط ہے شیلو چاہیے کیونکہ یونانی میں بھی شیلو ہے -

(جواب) یونانی میں بہت سے پرانے نسخے ہیں سب میں سکم لکھا ہے مگر ایک نسخہ میں شیلو ہے جس کو سہوا کاتب سمجھا گیا ہے پس جب اصل میں سکم موجود ہے اور بہت ترجموں یونانی میں بھی اصل کے موافق سکم ہے تو ایک نسخہ یونانی کی غلطی سے کل نسخوں یونانی اور اصل عبرانی کو بھی غلط ٹھہرانا یہ عجیب انصاف ہے-

(۲ ۴-فساد) پہلا سموئیل ۱۳ - ۵ میں ہے ۳۰ ہزار مولوی صاحب کہتے ہیں کہ ترجمہ عربی و سریانی میں ہے ۳ ہزار- جواب- عربی و سریانی ترجمہ میں غلطی ہے درست کرلو کیونکہ اصل میں ۳۰ ہزار ہے-

(۳ ۴- فساد) ۲ تواریخ ۴- ۳ میں ہے اس کے کنارہ کے نیچے بیلوں کی مورتیں بنائیں آیت ۴ میں ہے اور بحر بارہ بیلوں پر رکھا- اول سلاطین ۷- ۲۴ میں ہے اسکے کنارہ کے نیچے گانٹھیں بنائیں- دیکھو سلاطین میں بجائے بیلوں کے گانٹھیں غلطی سے لکھا ہے- جواب پاترک صاحب کی تفسیر جلد دوم صفحہ ۱۰۶ میں لکھا ہے کہ لفظ گانٹھوں بمعنی بیلوں کے آیا ہے چنانچہ ۲ تواریخ ۴- ۳ میں گانٹھوں بمعنی بیلوں کے ہے پس اعتراض غلط ہے-

(۴ ۴ -فساد) ۲ تواریخ ۲۰- ۳ میں ہے کلہاڑوں سے کاٹ ڈالا (۲ سموئیل ۱۲ - ۳ میں ہے کلہاڑوں سے محنت کرائی - جواب اصل عبری میں ہے کلہاڑوں کے نیچے رکھا اور اس کا ترجمہ دونوں طرح پر صحیح ہے-

(۵ ۴-فساد) ۲ تواریخ ۱۳ - ۲ میں ہے ابیا کی ماں میکایا تھی جو اور یل جبعاتی کی بیٹی تھی - پھر اسی کتاب کے ۱۱ باب ۲۰ میں ہے ابیا کی ماں معکہ ابی سلوم کی بیٹی تھی پھر سموئیل ۱۴ - ۲۷ میں ہے ابی سلوم کی ایک بیٹی جس کا نام تمر تھا پس معکہ ابی سلوم کے کوئی بیٹی نہ تھی- جواب مفسر کہتے ہیں اور ایل جبعاتی اور ابی سلوم ایک ہی شخص کے دونام ہیں مگر یہ وہ ابی سلوم نہیں ہے جو داؤد کا بیٹا تھا جس کی ایک ہی بیٹی تمر تھی پس یہ اور کوئی شخص ہے-

(۶ ۴- فساد) ۲ تواریخ ۲۲- ۹، ۲ سلاطین ۹ - ۲۷ میں مولوی صاحب مخالفت بتلاتے ہیں- جواب یہ ہے کہ سمروں سے شہر سمروں نہیں بلکہ سمروں مراد ہے جس میں شہر مجدو واقع ہے پس پہلی آیت میں قصہ مختصر مذکور ہے اور دوسرے میں مفصل بیان ہے- مجمل اور مفصل بیان میں مخالفت سمجھنا درست نہیں ہے- (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ عمادالدین سیکڑوں مضمون میں حوالہ کسی کتاب قدیم کا نہیں دیتا ایسا استاد ہوگیا- اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاکٹر وزیر خان جو یہ اعتراض نکالتے ہیں اور کتابوں کی حوالے دیتے ہیں انہیں کے ذیل میں یہ سب جوابات بھی ملتے ہیں وہ جوابوں کو چھوڑ چھوڑ صرف اعتراض بولتے ہیں ہم ان کے جواب بولتے جاتے ہیں- یہی تفسیر مارل صاحب اور الفورڈ تفسیری اور ہنری واسکاٹ وغیرہ مشہور کتابیں ہیں جہاں سے اعتراض اور جواب سب نکلتے ہیں پھر ہمیں کیا ضرور ہے کہ عبارت بڑھانے کو بار بار حوالے بھی لکھیں ہاں جہاں کہیں حوالے کی ضرورت جانتے ہیں وہاں دیتے ہیں-

(۷ ۴- فساد) اول تواریخ ۹ - ۳۹ -میں ہے بتر سے قیس پیدا ہوا یعنی قیس کا باپ تبر تھا- (۱ سموئیل ۹ - ۱ میں ہے) قیس ابی ایل کا بیٹا تھا- پھر اسی کتاب کی باب ۱۴ کی آیت ۵۰، ۵۱ میں ہے کہ بتر ساؤل کا چچا تھا اور ساؤل کے باپ کا نام قیس تھا - پس یہاں اختلاف ہے- جواب مفسرین کہتے ہیں کہ ابی ایل اور بتر ایک ہی شخص کے نام ہیں چنانچہ یہود میں ایک ہی شخص کے کئی نام ہوتے تھے پس سب اختلاف دفع ہوا-

(۴۸- فساد) ۲ سلاطین ۲۴- ۱۳ میں ہے سارا خزانہ بخت نصر لے گیا- ۲۵ باب ۱۵ میں ہے انگیٹھیاں اور پیالے اور سب کچھ جو سونے روپے کا تھا سو امیرالامر لیا گیا- جواب امیر الامر ا بخت نصر سے گیارہ برس پیچھے آیا تھا اس عرصہ میں جو جمع ہوا تھا وہ لیا گیا-

(۴۹- فساد) قاضی ۹- ۵ میں ہے ستر بیٹوں کو قتل کیا مگر یوتام چھوٹا بیٹا جو چھپ رہا تھا بچ رہا- آیت ۱۸ میں ہے ستر بیٹے ایک پتھر پر قتل کئے- پس جب ایک بچ رہا تھا تو ۶۹ قتل ہوئے پھر دوسری آیت میں ستر کیوں لکھا ہے- اس کا جواب یہ ہے کہ آبی ملک ستر ہی کا قاتل شمار کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے گمان میں اسے بھی مار چکا ہے-

(۵۰- فساد) ۲ سلاطین ۱۸- ۵ میں ہے حزقیاہ کی مانند کوئی نہ ہوا- ۲۳ باب ۲۵ میں ہے یوسیاہ کی مانند کوئی نہ ہوا- جواب حزقیاہ کی تعریف توکل کے باب میں لکھی ہے اور یوسیاہ کی تعریف تقویٰ اور پرہیزگاری کے بارہ میں ہے پس کچھ مخالفت نہیں ہے-

(۵۱- فساد) ۲ سلاطین ۱۵- ۳۰ میں ہے ہوسیع بن ایلہ- یوتام کی بادشاہت کی بیسویں برس بادشاہ ہوا- آیت ۳۳ میں ہے یوتام نے صرف سولہ برس بادشاہ رہا ہے پس سولہ وہ لو اور تین اور ایک دن ملا کی ہوسیع کے تخت نشینی کا سن معلوم کرو-

(۵۲- فساد) ۲ سلاطین ۱۳- ۱۰ میں ہے کہ ۳۷ برس بادشاہ ہوا- مگر پہلی آیت کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۳۹ یا ۴۰ برس کے قریب بادشاہ ہوا ہوگا- جواب- ولی عہد کے تین برس نکال کے ۳۷ برس کہا گیا ہے مگر حقیقت میں ۴۰ برس بادشاہ ہوا ہے (ف) اور جو کوئی کہتا ہے کہ نقل میں سہو ہوا اور اس نے بے فکری کا جواب دیا ہے کیونکہ تاویل اقرب کو چھوڑ کر کیا ضرور ہے کہ سہو کی تاویل کریں یہاں کچھ سہو نہیں ہے یہی جواب صحیح ہے جو اوپر دیا گیا اگرچہ دو بھی ایک احتمال ہو-

(۵۳- فساد) قاضی ۲۰- ۳۵ میں ۲۵ ہزار اور ایک سو لکھا ہے- ۴۶ میں صرف ۲۵ ہزار لکھا ہے جواب یہ سب تخمینے ہیں- اور اکثر جگہ ایسے تخمینے لکھے ہیں مثلاً قاضی ۱۱- ۲۶، ۲ سموئیل ۵- ۵ وغیرہ-

(۵۴- فساد) یوشع ۱۰- ۵، ۲۳، ۲۴ سے ثابت ہے کہ زمین یروشلم پر اسرائیل نے غلبہ پایا تھا- لیکن ۱۵ باب ۶۳ سے ظاہر ہے کہ یبوسی یروشلم میں رہتے تھے ان کو بنی یہودا خارج نہ کرسکے تھے تب ان کو غلبہ ہی نہ ہوگا- (جواب) پہلی آیت میں غلبہ عام مراد نہیں ہے بلکہ غلبہ خاص مراد ہے یعنی جن لوگوں پر وہ فتحیاب ہوئے ان پر غلبہ پایا اور جن پر فتح یاب نہ ہوئے ان پر غلبہ نہیں پایا پہلی آیت یہ نہیں دکھلاتی کہ غلبہ عام حاصل ہوگیا تھا-

(۵۵ -فساد) ۲ سلاطین ۱۶- ۱۰ میں ہے کہ اخز بادشاہ اسور کی ملاقات کے لئے دمشق کو گیا- یہاں سے ثابت ہے کہ ان میں دوستی تھی (۲- تواریخ ۲۸- ۲۰ میں ہے شاہ اسور چڑھ آیا اور اخز کو تنگ کیا یہاں سے ثابت ہے کہ ان میں عداوت تھی-

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک زمانہ میں دوستی تھی دوسرے زمانہ میں دشمنی تھی کیا یہ ناممکن ہے ہاں امام صاحب کے نزدیک ناممکن ہے-

(۵۶- فساد) ۲ سموئیل ۲۴- ۱ میں ہے خداوند کا غصہ بنی اسرائیل پر بھڑکا- کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا- اول تواریخ ۲۱- ۱ میں ہے شیطان اسرائیل کے مقابلہ میں اٹھا اور داؤد کے دل میں ڈالنے والے کا نام پہلی آیت میں خداوند اور دوسری میں شیطان بتلایا گیا ہے اس لئے ان کتابوں کے ناظر کو خدا اور شیطان میں فرق کرنا مشکل ہوا- اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت پر غور نہ کرنے کے سبب سے معترض نے یہ قدح نکالا ہے اگر وہاں دل میں ڈالنے والے کا نام خدا بتلایا ہے تو پھر معنی آیت کے کیا ہونگے غصہ کا سبب تو وہ مردم شماری ہے جو ہوئی ہے بطور خطا کے اور اس کے یہ معنی ہرگز درست نہیں ہوسکتے کہ خدا نے بلاسبب غصہ ہوکے اس سے یہ گناہ کرایا اور پھر غصہ ہوا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا پس ثابت ہوا کہ غصہ مردم شماری کے

سبب سے ہواہے اور مردم شماری کا خیال داؤد کے دل میں کسی غیر نے ڈلاہے جس کے لئے وہاں ایک ضمیر غایت مرقوم ہے۔ اور وہ شیطان ہے جو بدی کا بانی ہے ۔ البتہ عبارت ذرا مغلق ہے۔ اسی واسطے دوسری کتاب کی آیت میں اس مطلب کو واضح کردیا گیا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ ان کتابوں کے دیکھنے والے کو خدا اور شیطان میں فرق کرنا مشکل ہے یہ باطل بات ہے البتہ قرآن کا ایسا حال ہے ساتویں سپارہ کے آخر میں ہے کذلک زیاکل امتہٍ علھم ہر گروہ کی نظر میں ان کے کام مجھ خدا نے اچھے بنا رکھے ہیں پھر اسی سپارہ کے گیارہویں رکوع میں ہے وذین لھم الیشطان صا کانو یعملون اورشیطان نے ان کے کام اچھے دکھلائے ہیں۔ پس یہ کام آیت اول میں خدا سے اور آیت دوم میں شیطان سے ہے اس لئے ضرور آیت اول میں ضمر نا شیطان کی طرف پھرتی ہے کیونکہ خدا عقلاً و نقلاً پاک ہے ساری بدی شیطان سے ہے پس قرآن کو اب ہم کس کی طرف سے خیال کریں آپ ہی انصاف کرو اور جو جواب ان باتوں کا دو وہی جواب اوپر کے اعتراض کا بھی سمجھ لو (ف) یہاں امام صاحب نے دم نہیں مارا چپ کرگئے ہیں۔

(۵۷- فساد) خزقی ایل ۲۶- ۱ سے ۲۱ میں جو پیشنگوئی لکھی ہے وہ گمان مولوی صاحب کے پوری نہیں ہوئی۔ جواب۔ یہ دیکھو بشپ نیوٹن کی کتاب صفحہ ۱۵۹ سے ۱۷۷ تک کہ یوسیفس استزیبل پلنی ہردوس وغیرہ کی کتابوں سے اس نے اچھی طرح دکھلایا ہے کہ پوری ہوگئی ۔ پس پہلے بشپ نیوٹن کی تحریر کا جواب لکھو پھر کہنا کہ پوری نہیں ہوئی ایک ملحد کی کتاب میں سے صرف اعتراض تو اٹھا لیا پر جواب کی کیا پرواہ ہے۔

جو نیوٹن نے لکھاہے (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ نیوٹن کا بیان عماد الدین نے لکھا ہوتا یعنی ان کی ۱۸ صفحہ کے نقل میں کرتا تا کہ اردو میں چالیس صفحہ اور بھی میری کتاب کے بڑھتے پس میرے لئے صفحہ کا نشان بتلاتا بس ہے جسے شوق ہے وہاں دیکھے۔

(۵۸- فساد) یرمیاہ ۲ باب اور ۲۹ سے معلوم ہوتاہے کہ آئندہ کو یہودی لوگ (۷۰) برس قید رہیں گے اور جب یہوکین قیدا ہوا تو یرمیاہ نے اس پیش خبری کا خط ان کو لکھا تھا چاہیے کہ اس دن سے مخلصی کے دن تک (۷۰) برس پورے ہوں۔ مورخ لکھتے ہیں کہ اسیری یہوکین کی مسیح سے ۵۹۹ برس پہلے ہوئی اور خلاصی ۵۳۶ برس آگے پس ۵۹۹- ۵۳۶ = ۶۳ کے نہ (۷۰) کے۔

جواب مولوی صاحب نے نہیں بتلایا کہ کس مورخ کی کتاب میں کہاں لکھا ہے؟ کہ اس کی اسیری مسیح سے ۵۹۹ برس آگے ہوئی اس لئے ہم اس بات پر فکر نہیں کرسکتے مگر (۲ تواریخ ۳۶- ۶ ، ۲ سلاطین ۲۴- ۱ سے اوران کے حاشیہ دیکھنے سے ظاہر ہے کہ اسیری یہوکین کی مسیح سے ۶۰۶ برس آگے ہوئی ہے اور مخلصی ۵۳۶ برس پہلے ہوئی ہے پس ۶۰۶ - ۵۳۶= ۷۰ کے۔

(۵۹ -فساد) یسعیاہ ۷- ۸ میں ہے کہ ۶۵ برس کے اندر افرایم ایسا کٹ جائے گا کہ قوم نہ رہے گی۔ ۲ سلاطین ۱۸ باب سے ظاہر ہے کہ حزقیاہ کے سن سات جلوسی میں شاہ اسور نے افرایم کو فتح کرلیا پس اگر اخذ کے اول سال جلوسی سے حزقیاہ کے چھٹے سال جلوسی تک حساب کریں تو ۲۱ برس ہوتے ہیں نہ ۶۵ - اس کا جواب یہ ہے کہ ۲۱ نہیں ۲۲ ہوتے ہیں اور شاہ اسور نے افرایم کو دو دفعہ فتح کیا ہے پہلی فتح مسیح ۷۲۱ برس پہلے اور دوسری فتح ۶۷۸ برس پہلے ہوئی ہے پس حاصل تفریق ۴۳ برس ہوئے اس لئے ۴۳ + ۲۲ = ۶۵ کے اور یہ حساب پاترک صاحب کی تفسیر میں ہے۔ فتح ۶۷۸ برس پہلے ہوئی پس حاصل تفریق ۴۳ برس ہوئے اسلئے ۴۳ + ۲۲ = ۶۵ کے اور یہ حساب پاترک صاحب کی تفسیر میں ہے۔

(۶۰ - فساد) دانیال ۸- ۱۴ میں ہے دوہزار تین سو شبہ وروز تک ہے کہ مقدس پاک کیا جائے گا۔ آیت ۱۹ کے آخر میں ہے کہ آخری وقت معین میں ہوگا پس خواب کے دن سے

۶ برس مہینے ۲ یوم کے بعد دورہ آخر آنا چاہیے تھا مگر اب تک نہیں آیا۔ پھر مولوی صاحب نے لکھنو کے کسی مجتہد اور پادری یوسف ولف صاحب کی کچھ گفتگو بے محل بیان کرکے مجتہد صاحب کے حق بجانب ہے پر ہمارا کچھ مطلب ان کے مباحثہ سے نہیں اس لئے ان باتوں پر میں غور نہیں کرتا مگر دانیال کی پیشگوئی مذکورہ کا جواب یہ ہے کہ جوپاترک صاحب لکھتے ہیں کہ انٹیوکس کی موت کے بعد یہ خبر پوری ہوئی تھی کہ مقدس پاک ہوا تھا چنانچہ ترک کی تفسیر میں دیکھنا چاہیے اوراس سے زیادہ معتبر کتاب یبوسی صفحہ ۲۲۱ میں لکھاہے کہ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب انٹیوکس نے اپنی بت کی قربانگاہ خدا کے ہیکل میں بنائی اور سور کاٹ کر ہیکل میں ڈالے اور خدا کے گھر کو بہت بے عزت اور ناپاک کیا اوریہودی لوگ اس سے نہایت ستائے گئے ان ایام میں نبی نے خواب میں ایک قدسی کودوسری قدسی سے یہ سوال پوچھتے سنا کہ یہ آفت یہود پر کب تک رہے گی اس کے جواب میں قدسی نے کہا دوہزار تین سو دن تک ہے پھر مقدس پاک کیا جائیگا یعنی ہیکل میں سے یہ شریر نکلیں گے اور بت کی قربانگاہ نکالی جائے گی اورساری گندگی دور ہوگی پھر مکان بحال ہوگا سو دوہزار تین سو دن۔ برابر ہیں ۶ برس ۸ ماہ کی اگر ۳۶۰ دن کا برس ہوئے اور جو ۳۶۵ دن کا برس لیں تو ۶ برس اور کچھ مہینے اور کچھ دن ہوتے ہیں اور مراد اس سے یہ ہے کہ ساتویں برس کی تمامی تک یہ آفت رہے گی۔

اب دیکھو یبوسی میں لکھا ہے کہ ماہ کسلیو کی ۱۵ تاریخ ۱۴۵ ق۔م جلوسی سلیوکس میں وہ قربانگاہ بنائی گئی تھی اورماہ آوار کی ۱۳ تاریخ ۱۵۱ ق۔م جلوسی سلیوکس تک وہ قائم رہی یعنی مسیح سے ۱۶۸ سے ۱۶۲ تک یہ مکروہ قربانگاہ وہاں رہی اور یہ تو ۶ برس ہوتے ہیں پر قربانگاہ کے بنانے سے پیشتر کچھ دنوں سے انٹیوکس یہود کو ایذادے رہا تھا وہ پچھلا سب وقت ملاکے پیشنگوئی کا زمانہ نہایت ٹھیک پورا ہوتا ہے جب انٹیوکس کو خدا نے کیڑوں سے مارا جیسے ہیرودیس کیڑوں سے مرا تھا اورشاہ آرام کا سپہ سالار نیکانور بھی اسی وقت مارا گیا اوریہودیوں نے آرام پایا اورہیکل کو صاف کیا تب یہ خبر پوری ہوئی۔

مگر مولوی صاحب نے آیت ۱۹ کو اسکے ساتھ بغیر سمجھے پڑھ کر دورہ آخر بنالیا اور کسی مباحثہ میں سے کسی آدمی کے وہمی خیال اس میں ملاکے ٹھٹھہ بنالیا پر یہ تووہی بات ہے کہ (چہ خوش گفت است سعدی درزلیخا) (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ ناحق عماد الدین نے انٹیوکس کا نام لکھ دیا ناظرین آپ ہی انصاف کریں کہ ناحق ہے یا حقیقت میں یوں نہیں ہے۔

(۶۱۔ فساد) دانیال ۱۲۔ ۱۱، ۱۲ میں جو پیشنگوئی ہے مولوی صاحب کے نزدیک پوری نہیں ہوئی۔ جواب۔ اسی انٹیوکس کے وقت میں یہ خبر بھی پوری ہوئی پر جو شخص انٹیوکس کی تواریخ اوراس کی شرارت اورہیکل کی دوبارہ آبادی کی حالت سے واقف ہے وہ یہ سب کچھ جانتا ہے پر جو واقف نہیں ہے اس جواب کو مہمل جانتاہے اس لئے ناظرین انہیں آیتوں کے نیچے تفسیروں میں انٹیوکس کےواقعات دیکھ سکتے ہیں۔

(۶۲۔ فساد) دانیال ۹ باب ۲۴ میں جو خبر ہے مولوی صاحب کے نزدیک وہ بھی پوری نہیں ہوئی۔ پھر مولوی صاحب کو موافق تواریخ یوسیفس مورخ کی کورس شاہ کے اول سال جلوسی سے مسیح کے خروج تک عرصہ ۶ برس کا معلوم ہوتاہے۔ پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ دنوں سے مراد سال لینا عیسایئوں کی زبردستی ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ ضرور یہ خبر پوری ہوگئی ہے اوردنوں سے ضرور یہاں سال ہی مراد ہیں۔ کلام میں لفظ دن کئی معنوں میں آیا ہے۔ کبھی بارہ گھنٹہ کا کبھی ۲۴ گھنٹہ کا (پیدائش ۱۔ ۱۸، ۱۹) اور کبھی دن ایک برس کا ہے۔ یعنی اس پوری سالانہ گردش کا نام ایک دن ہے جوزمین سورج کے گرد سال میں کرتی ہے اور یہ عیسائیوں کی زبردستی نہیں ہے بلکہ خود کلام یعنی حزقی ایل ۴۔ ۶ میں لکھاہے کہ میں نے تیرے لئے ایک سال کے بدلے ایک ایک دن مقرر کیا۔ اور جب بعض پیشنگوئیاں۔ مثلاً وہی جواوپر بھی سال کے حساب سے پوری ہوئیں تواور بھی زیادہ یقین ہوا کہ وہاں سال کے عرصہ کوایک دن کہا گیا تھا پس یہ خوب ثابت ہے کہ اس کلام کی اصطلاح میں دن کبھی ۱۲ گھنٹہ

کبھی ایک سال کے معنی میں آتاہے۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ کبھی ہزار برس کے معنی میں یہ بھی کہا گیاہے مگر ایسی پیشنگوئیاں قیامت میں پوری ہوئی نظر آئینگی چنانچہ قیامت ہی کے بارہ میں پطرس رسول نے دن کو ہزار برس کے برابر بتلایاہے (۲ پطرس ۳۔ ۸) پرسوچو۔ پس یہ خبر سیدنا عیسیٰ مسیح میں پوری ہوئی ہے اوراس کے اندر کئی ایک واقعات کاذکر ہے جواپنے اپنے وقت پر اسی خبر کے موافق ہوئے اور ہوں گے۔

(۶۳۔ فساد) اول سلاطین ۱۵۔ ۱۶ میں ہے آسا وبعشا میں زندگی بھر لڑائی رہی۔ ۲ تواریخ ۱۵۔ ۱۹ میں آسا کی سلطنت کے ۳۵ویں برس تک جنگ نہ ہوئی۔ پھر ۱۶۔ اول میں ہے آسا کی سلطنت کے ۳۶ویں برس اسرائیل کا بادشاہ بعشا یہودا پر چڑھا۔ بظاہر ان میں اختلاف ہے۔ جواب۔ کچھ اختلاف نہیں ہے ۳۵ سال تک جنگ نہ ہوئی مگر ۳۶ سال میں جنگ ہوئی اورجب تک جئے ہمیشہ لڑائی رہی اس کے معنی یہ ہیں کہ عداوت رہی اورایک دوسرے کا مخالف رہا نہ یہ کہ برابر تمام عمر فوج لے لے لڑتے رہے۔

(۶۴۔ فساد) ۲ سموئیل ۲۳۔ ۸ میں اورپہلی تواریخ ۱۱۔ ۱۱ میں جو داؤد بادشاہ کے بہادروں کا ذکر ہے ان کے ناموں میں اور تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ جواب اختلاف نہیں ہے مگر دوجدی مضمون بیان ہیں بادشاہوں کے ملازم بدل بھی جاتے ہیں موت کے سبب اور کسی خطا وغلطی کے سبب موقوف اوربحال اور نئی بھرتی بھی ہوتے ہیں پس ایک نے اور وقت کا اور دوسرے نے دوسرے وقت کا بیان لکھا یہ کچھ مخالفت نہیں کہلاتی۔

(ف) داؤد کے ملازم تین قسم کے مفسروں نے بتلائے ہیں اول وہ جو ہمیشہ اسکے ساتھ رہے دوم وہ جو ذکلاک میں آئی تھی اس سے پہلے کہ داؤد یہودا کا بادشاہ ہوا تیسرے وہ جو حبرون میں آئے تھے جنکہ داؤد بارہ فرقوں کا بادشاہ ہوا تھا۔

(ف) امام صاحب جو سب مفسروں کے قول کو جس سے کلام ثابت ہو بے دلیل غلط بتلایا کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ کیا یہ بات مصنف کتاب سموئیل وتواریخ کو معلوم نہ تھی جو ایسا اختلاف کیا۔ جواب معلوم تھی اس لئے ہر مصنف نے ان میں سے جس کا ذکر اپنے خیال میں مناسب جانا لکھ دیا۔ اب مولوی صاحب کے ۶۴ فساد تمام ہوئے اورامام صاحب کے حاشئے بھی تمام ہوئے۔

مولوی رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر وزیرخان صاحب کے (۷۰) اعتراض خدا تعالیٰ کی ذات پر جن کو (۷۰) مخالفتیں بتلاتے ہیں

امام صاحب ان مخالفتوکے بارے میں کچھ نہیں لکھنا چاہتے کیونکہ خوب جانتے ہیں کہ مولوی صاحب نے بے فائدہ مغزخالی کیاہے پر امام صاحب کے تعصب پر غور کرنا چاہیے نہیں کہتے کہ مولوی صاحب نے بُرا کیاجو یہ اعتراض دین عیسائی پر کئے۔ مگرکہتے ہیں کہ صرف گالیاں اورمحض فحش اورنالائق گفتگو میں ہیں یعنی الزام عماد الدین ہی کو لگانا چاہیے۔ ان باتوں کا جواب خدا کی عدالت میں دینا ہوگا ناظرین مہربانی کرکے ذرا اس کتاب میں آپ ہی دیکھ لیں کہ کونسی محض فحش اورگالیاں وہاں ہیں اس کے بعد امام صاحب کو شاباشی حمایت اسلام کی دیں۔

(۱۔ مخالفت) ۱۴۵ زبور میں ہے خداوند مہربان اور سراسر لطف ہے (۱۔ سموئیل ۶۔ ۱۹ میں ہے) ۵۰ ہزار ستر آدمی مار ڈالے۔ یہ کیسا مہربان ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ عادل بھی ہے گناہ پر سزا بھی دیتا ہے یہ اعتراض قرآن کے خدا پر پڑتاہے کہ رحمن کہلاکے بردہ فروشی اورظلم کے حکم جاری کرتاہے۔

(۲۔ مخالفت) استثنا ۳۲۔ ۱۰ میں ہے بنی اسرائیل کی محافظت خدا نے آنکھ کی پتلی کی مانند کی (گنتی ۲۵۔ ۴، ۵، ۹) میں ہے کہ ۲۴ ہزار کو بے رحمی سے سولی پر مرواڈالا۔اس کا

جواب یہ ہے کہ شریروں کو سزا دینا پیار کے منافی نہیں۔ محمد صاحب کہتے ہیں بقر میں یا بنی اسرائیل اذکرو وانعمتی التی انعمت علیکمہ وانی ففھتکمہ علی العالمین یعنی بنی اسرائیل میرا احسان یاد کرو کہ میں نے تمہیں سارے جہاں سے بڑا کیا۔ پھر وہیں لکھاہے (ماقتلو نفکمر ذالکمہ خیر لکمہ) مار ڈالو اپنی جانیں یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ جلالین میں ہے کہ ستر ہزار چھ بنی اسرائیل اس حکم سے مارے گئے تھے پس محمد صاحب اس عقیدہ میں ہماری طرف ہیں اور مولوی صاحب عجیب مسلمان ہیں جو ایسا اعتراض کرتے ہیں۔

(۳۔ مخالفت) استثنا۔ ۸ ۵) خدا مثل باپ کے تربیت کرتاہے گنتی ۱۱ - ۲۳ میں ہے۔ گوشت دانتوں ہی تلے تھا کہ خدا نے سخت مار سے مارا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیاوی والدین بھی حسب موقع اسی طرح بچوں کو تنبیہ اور سزا وجزا دیتے ہیں۔

(۴۔ مخالفت) میکاہ ۷۔ ۱۸ میں ہے کہ خدا رحم سے خوش ہے (استثنا ۷۔ ۲ میں ہے کہ بنی اسرائیل کو رحم کرنے سے منع کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وقت رحم ہوتاہے اور عدالت کے وقت عدالت ہے وہاں رحم کا کیا کام ہے۔

(۵۔ مخالفت) نامہ یعقوب ۵۔ ۱۱ میں ہے خدا دردمند اور مہربان ہے ۔ہوسیع ۱۳ - ۱۶ میں ہے ان کے لڑکے پٹکے جائینگے اوران کی پیٹ والی عورتیں چیری جائیں گی پس یہ کیسا درد مند ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر حالت میں دردمندی کا موقع نہیں ہے لاچاری عاجزی مسکنت دردمندی کاوقت ہے مگر بغاوت وسرکشی میں پوری سزا چاہیے ورنہ خدائی شان برباد ہوتی ہے اور انتظام جہاں بھی جاتاہے۔

(۶ ۔ مخالفت) نوحہ یرمیاہ ۳۔ ۳۳ میں ہے کہ وہ نہیں ستاتا (اول سموئیل ۵۔ ۶ میں ہے اشدودیوں کو بواسیر سے مارا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا آپ نہیں ستاتا پر بنی آدم آپ گناہ کرکے اپنے سر پر بلالاتے ہیں پس یہ لوگ بھی سزا کے طور پر ستائے گئے اور حق تھا کہ ستائے جائیں۔

(۷۔ مخالفت) اول تواریخ ۱۶ - ۳۴ خدا کا فضل ابدی ہے (۱۴۵ زبور ۹) اس کا لطف لطیف ساری خلقت پر ہے (پیدائش ۷ باب میں ہے کہ طوفان میں اس نے سب کو مارا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ اور بدی کی سزا دینا عام لطف کے منافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی لطف ہے۔

(۸ ۔ مخالفت) خروج ۳۴۔ ۷ میں ہے والدین کے گناہ کا مطالبہ تیسری چوتھی پشت کے فرزندوں سے ہوگا (حزقی ایل ۱۸ - ۲۰ میں ہے) جوجان گناہ کرتی ہے سووہی مرے گی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خروج ۲۰ - ۵ کی آیت اس کی مفسر ہے کہ تیسری چوتھی پشت تک گناہ کا وبال اس صورت میں فرزندوں تک متعدی ہوتاہے جبکہ فرزند بھی خدا سے مثل اباء کے کینہ رکھتے ہیں اوراپنے اباء کے گناہوں کا پیالہ لبریز کرتے ہیں اور جبکہ وہ خدا سے محبت رکھتے ہیں تب اباء کے وبال سے بچ جاتے ہیں اسی مطلب کا خلاصہ حزقی ایل میں ہے اور کچھ مخالفت نہیں ہے محمد صاحب بھی مانتے ہیں کہ آدم کے گناہ کے سبب سے آدمی بہشت سے نکالے گئے ہیں اور سب لامذہب بھی جانتے ہیں کہ موروثی بیماری خاندان میں چلتی ہے اگر معالجہ نہ ہو۔

(۹ ۔ مخالفت) استثنا ۲۴۔ ۱۶ میں ہے ہر کوئی اپنے ہی گناہ کے سبب مارا جائے ۔(۲ سموئیل ۲۱ - ۸، ۹ میں ہے ساول کے گناہ کے سبب سات آدمی ساؤل کی اولاد سے داؤد نے مارے (۱ سموئیل ۲۴ - ۱۷، ۲۱ میں داؤد نے قسم بھی کھائی تھی کہ تیری اولاد کو قتل نہ کرونگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ۲ سموئیل ۲۱ میں ہے کہ سارا گھرانا ساؤل کا خونریز تھا پس اگر حساب کے موافق مارے جاتے تو کوئی بھی ان میں سے نہ بچتا انہوں نے توبرائے نام ہی بدلا لیا اور داؤد کی قسم اس معاملہ میں تھی کہ میں اپنی غرض سے قدیمی رنج کے سبب سے نہ مارونگا

سواس نے ایسا نہیں کیا پروہ اگرآپ مجرم ہوکے سزا یاب ہوں تو قسم خورندہ کی کیا خطا ہے یہ بات نہ قسم کی منافی ہے نہ خدا کے رحم کی بلکہ عدالت کی بات ہے۔

(۱۰۔ مخالفت) زبور ۳۰۔ ۵ میں ہے اس کا غصہ ایک دم کا ہے (گنتی ۳۲۔ ۱۳) میں ہے چالیس برس بنی اسرائیل کو آوارہ رکھا۔ جواب ایک دم کے یہ معنی ہیں کہ ابد تک اپنے لوگوں پر خفا نہیں رہتا چنانچہ اس کی تفسیر ۱۰۳ زبور ۹ میں موجود ہے اس کے سوا زبور ۹۰۔ ۴ میں دن کے معنی بتلائے گئے ہیں کہ ہزار برس خدا کے سامنے ایک دن کے برابر ہیں پس اسی حساب سے ۴۰ برس ایک دم سے کم ہیں۔ اور یہ بھی ہے کہ اگرچہ اپنے بندوں کے ساتھ ابدی رنج وہ نہیں رکھا مگر بے ایمانوں اور کافروں پر ابد تک خفا رہیگا کیونکہ شریروں کی سزا ابدی ہے۔

(۱۱۔ مخالفت) پیدائش ۱۷۔ ۱ میں ہے میں خدا قادر ہوں (قاضی ۱۔ ۱۹ میں ہے خداوند یہوداہ کے ساتھ تھا اس نے کوہستانیوں کو خارج کیا مگر صحرا نشینیوں کو خارج نہ کرسکا کیونکہ ان کے پاس لوہے کی گاڑیاں تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ غلطی ہے کہ ضمیر اس نے کو خدا کی طرف راجع کرتے ہیں وہ تو یہوداہ کی طرف راجع ہے اور جملہ پہلا کہ خدا یہوداہ کے ساتھ تھا اس کے معنی ہیں کہ وہ نیک آدمی تھا الہیٰ برکات اس کی شامل حال تھیں۔

(۱۲۔ مخالفت) قاضی ۵۔ ۲۳ میں ہے خداوند کی کمک کرنے کو جباروں کے مقابل نہ آئے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ کیسا قادر خدا ہے جو کمک کا محتاج ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند کے لوگوں کی مدد کرنا خداوند کی مدد کرنا کہلاتا ہے اور آدمی ایک دوسرے کی مدد کے ضرور محتاج ہیں۔

(۱۳۔ مخالفت) عاموس ۲۔ ۱۳ میں ہے اینک در زیر شما چسپیدہ ام۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ قادر خدا دب گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس ترجمہ میں حجت ہے کیونکہ درست ترجمہ یہ ہے کہ میں تمہیں ایسا دباؤں گا جیسے گاڑی دباتی ہے اور بالفرض اگروہ ترجمہ بھی ہوسکے تو معنی ظاہر ہیں کہ دیکھو میں نے تمہاری کہاں تک برداشت کی گویا تمہارے تلے دب گیا مگر یاد رکھو کہ ایسی سزا دونگا جیسی لکھی ہے یہ مہمل اعتراض ہے۔

(۱۴۔ مخالفت) ملاکی ۳۔ ۹ میں ہے تم نے مجھے لوٹا۔ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ تمہارا قادر خدا لٹ گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نہیں کہتا کہ میری قدرت لٹ گئی بلکہ وہ کہتا ہے کہ خیرات کا پیسہ جو محتاجوں کے لئے تھا تم نے کھالیا بموجب شرع کی دہ یکی ادا نہیں کی۔ پس یہ میرا لوٹنا ہے۔

(۱۵۔ مخالفت) امثال ۱۵۔ ۳ میں ہے کہ خدا سب کچھ دیکھتا ہے پیدائش ۳۔ ۹ میں ہے کہ آدم سے کہا کہ تو کہاں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ آدم کہاں اور اس نے کیا کیا مگر اس کی حالت سے اسے خبر دار کرتا ہے تاکہ وہ خود معلوم کرے کہ میں کہاں سے کہاں پہنچا عصمت سے ناپاکی میں آگیا اس لئے تو آدم کہتا ہے کہ میں حیا اور شرم میں مبتلا ہوں کہ ننگا ہوں عصمت کا لباس اڑ گیا ہے۔

(۱۶۔ مخالفت) ۲ تواریخ ۱۶۔ ۹ میں ہے خدا کی آنکھیں ساری زمین پر پھرتی ہیں۔(پیدائش ۱۸۔ ۲۱ میں ہے اتر کے دیکھونگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کے حال سے واقف نہیں ہوں اتر کے معلوم کرونگا وہ خود کہتا ہے کہ ان کا شور مجھ تک پہنچ چکا پس میں اترونگا اس کے معنی یہ ہیں کہ بڑا قہر ان پر نازل ہوگا اور وہ ایسی حالت میں ہونگے گویا خدا نے انہیں عین فعل میں پکڑا ہے۔

(۱۷۔ مخالفت) پیدائش ۱۱۔ ۵ میں ہے دیکھنے اترا۔ پس یہاں بھی دیکھنے کا محتاج معلوم ہوا۔ جواب وہی ہے جو ۱۶ مخالفت کا ہے۔

(۱۸۔ مخالفت) خروج ۱۶۔ ۴ میں ہے ان میں جانچوں کہ میری شریعت پر چلیں گے یا نہیں۔ پس خدا امتحان کا محتاج ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امتحان دو قسم کے ہیں۔ اول امتحان گیرندہ امتحان دہندہ کی حالت سے خود واقف ہونا چاہتا ہے جیسے سب آدمی۔ دوم امتحان

گیرندہ امتحان دہندہ کو اس کی حالت سے اسی کو خبردار کرنا چاہتا ہے پس عالم الغیب کی
نسبت ہمیشہ معنی دوم مراد ہوتے ہیں۔

(۱۹۔ مخالفت) خروج ۳۳۔ ۵ میں ہے میں دیکھوں کہ کیا تم سے کروں۔ اس کا جواب یہ
ہے کہ میں نے تم کو ذرا سی مہلت دی ہے کہ اپنی حالت سے واقف ہوکے جانو کہ ہم کس سزا
کے لائق ہیں تب توبہ واستغفار کروگے۔

(۲۰۔ مخالفت) استثنا۸۔ ۲میں ہے تجھے آزمائے۔ اس کا جواب (۱۶۔ مخالفت) کا جواب
ہے۔

(۲۱۔ مخالفت) ملاکی ۳۔ ۶ میں ہے میں خداوند ہوں مجھ میں تغیر نہیں (گنتی ۲۲۔
۲۰)میں ہے رات کو خدا نے جانے کی اجازت دی پر جب وہ گیا تو اس پر غصہ ہوا یہ کیسا غیر
متغیر ہے جواب فعل مختاری کی اجازت تھی نہ رضامندی کی کیونکہ پہلے اسے جانے سے منع کیا
تھا پر وہ لالچ میں آکے جانا چاہتا تھا تب کہا کہ جا اور پھر بھی راہ میں فرشتہ کو بھیج کر آگاہ کیا کہ رضا
مندی کی اجازت نہیں ہے تو بھی وہ جھڑکی کی اجازت سے چلا جاتا ہے اسی سبب سے سزا پائی
یہاں سے تو غیر متغیر ہونا زیادہ ثابت ہے ناظرین اس قصہ پر سوچیں۔

(۲۲۔ مخالفت) خروج ۳۳۔ ۳ میں ہے تمہارے ساتھ نہ جاؤنگا آیت ۱۴ میں ہے میں خود
تمہارے ساتھ جاؤنگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہا تھا کہ تم سرکش ہو اس لئے میں تمہارے
ساتھ نہ جاؤنگا صرف ایک فرشتہ کو بھیجونگا پس جب انہوں نے توبہ کرکے بموجب آیت ۱۰
کے سخت گردنی کو دور کیا تب وہ آپ جانے پر راضی ہوا اگر وہ سبب جس کے باعث نہ جانے
کو کہا تھا قائم رہتا اور پھر بھی وہ جاتا تو مخالفت تھی۔

(۲۳۔ مخالفت) پیدائش ۱۔ ۳۱ میں ہے کہ سب مخلوقات کو دیکھا کہ بہت اچھے ہیں
(ایوب ۱۵۔ ۱۵) میں ہے ستارے اس کی نظر میں پاک نہیں اور کئی چیزوں کو ناپاک بتلایا
ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز اپنے موقع پر درست بنی ہے
دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی نسبت اور خدا کی پاکیزگی کی نسبت سب
چیزوں میں فرق ہے پس دو نسبتوں کے ساتھ دو حکم ہیں یہ مخالفت نہیں ہے۔

(۲۴۔ مخالفت) نامہ یعقوب ۱۔ ۱۷ میں ہے خدا میں پھرنے اور بدلنے کا سایہ بھی نہیں
حالانکہ پادری لوگ بجائے سبت کے اتوار کو مانتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سبت کی
محافظت ضرور دائمی ہے اور سبت سے مراد ساتواں دن ہے شریعت کا سبت سنیچر تھا پر جب
ساری شریعت کا مغز نکال کے کلیسیا کو خدا نے دیا تب سب کا مغز بھی کلیسیا کو دیا گیا کہ وہ
سیدنا مسیح کے جی اٹھنے کا دن ہے پس نہ شریعت اور ہے نہ سبت اور ہے بلکہ اسی پہلی شریعت
اور سبت کا مغز ہے اس میں تبدیل کیا ہوئی وہی ایک چیز ہے جو زیادہ صفائی سے دی گئی۔

(۲۵۔ مخالفت) حزقی ایل ۱۸۔ ۲۵ میں ہے کہ میری راہ درست ہے (ملاکی ۱۔ ۲ میں
ہے) میں نے تمہیں پیار کیا اور عیسو سے دشمنی رکھی۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جب اس کی راہ راست ہے تو عیسو سے ناحق دشمنی کیوں
رکھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی راہیں راست ہیں یعقوب بھی نیک چلن آدمی تھا خدا نے
اسے پیار کیا عیسو کجرو تھا چنانچہ اس کے قصہ سے ظاہر ہے اس لئے خدا نے اس سے نفرت کی
پس اب وہ بنی اسرائیل سے کہتا ہے کہ میں راست ہوں ناراستی سے نفرت کرتا ہوں تمہیں
چاہیے کہ یعقوب وعیسو کی حالت پر غور کرکے راستی کی چال چلو۔

(۲۶۔ مخالفت) مکاشفہ ۱۵۔ ۳ میں ہے خدا کی راہیں سیدھی ہیں (حزقی ایل
۲۰۔ ۲۵) میں ہے ان کو حقوق دیئے جو بھلے نہیں اور قوانین جن سے وہ نہ جیتے۔ اب
مولوی صاحب کہتے ہیں کہ شریعت الہیٰ جس پر سب انبیاء عمل کرتے آئے وہ بُری چیز تھی
جس پر عمل کرنے سے وہ نہ جیتے پھر خدا کی راہیں درست کیونکر ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ
حزقی ایل ۲۰۔ ۲۵ میں شریعت الہیٰ کا ذکر نہیں ہے بلکہ خود حزقی ایل آیت ۳۹ میں
بتلاتا ہے کہ وہ بُرے قوانین کیا ہیں یعنی بت پرستی اور بتوں کی قربانیاں جن پر وہ مائل تھے

پس خدا نے کہا کہ اگر یہی مرضی ہے اور اسی سے راضی ہو تو یہی کرو اور مرو (۸۱ زبور ۱۲) میں ہے اور (رومیوں ۱ - ۲۴) میں بھی اس کی شرح ہے۔

(۲۷- مخالفت) بہت آیتوں میں زنا کی حرمت پائی جاتی ہے اور پادری لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا مسیح خدا کا بیٹا ہے پس خدا نے زنا کیا ہوگا اس کے بعد مولوی صاحب نے بہت کچھ کہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر وزیر خان صاحب کی بزرگی اور اس تحریر پر سوچ کے میں سرنگوں ہوں اور تو میں زیادہ نہیں لکھتا مگر یہ بُرا آدمی دل کے بُرے خزانے سے برُی چیزیں نکالتا ہے پھر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ عیسائی لوگ زینب پر عیب کیوں لگاتے ہیں اس لئے میں بھی ایسی بات کہتا ہوں پر واضح ہو کہ زینب پر محمد کا مائل ہونا جبکہ وہ زید کی نکاح ہی میں تھی قرآن میں لکھا ہے پر مریم کی نسبت ایسا کفر بولنا ملحدوں کا شیوہ ہے بہر حال جواب یہ ہے کہ وہ خدا کی قدرت سے حاملہ ہوئی تھی حواریوں کی تحریر سے اور یسعیاہ پیغمبر کی تحریر سے اس کی عصمت ثابت ہے اور محمد صاحب بھی اس معاملہ میں ہماری طرف ہیں (امہ صدیقہ) اس کی ماں سچی تھی اور صدیقین میں سے تھی۔

(۲۸- مخالفت) ۱۱۹ زبور ۶۸ میں ہے ک تو نیک ہے اور نیکی کرتا ہے (قاضی ۹ - ۲۳) میں ہے کہ خدا نے اہلِ سکم کے درمیان روح فساد کو بھیجا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ (قاضی ۹ - ۲۴) کا ذکر مولوی صاحب نے نہ کیا کیوں ایسی روح بھیجی گئی پس شریر کو شر کا بدلہ صریح نیکی ہے نہ بدی شاید مولوی صاحب گناہ کے وبال کو بدی جانتے ہیں۔

(۲۹- مخالفت) گنتی ۲۳- ۱۹ میں ہے کہ خدا آدمی نہیں جو جھوٹ بولے - ۱ سموئیل ۱۵ - ۲۹ میں ہے کہ وہ انسان نہیں ہے جو پچھتائے (گنتی ۱۴ - ۳۰) میں ہے تم اس زمین تک نہ پہنچوگے جس کی بابت میں نے قسم کھائی۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ جھوٹ بولنا تو الگ رہا اپنی قسم بھی پوری نہیں کرتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں سے جو موسیٰ کے عہد میں ہیں قسم نہیں کھائی تھی کہ خاص تم کو وہ زمین ملے گی ابراہیم وغیرہ سے قسم کے ساتھ کہا گیا تھا کہ تیری اولاد کو وہ زمین دی جائیگی۔ پس یہ نہ ہوئے ان کے دوسرے بھائی ہوئے بنی اسرائیل کو ضرور وہ زمین دی گئی یہاں کچھ وعدہ خلافی نہیں ہے۔

(۳۰- مخالفت) پیدائش ۶ - ۷ میں ہے پچھتاتا ہوں جواب بموجب آیت سموئیل کی پچھتانا اپنی حقیقی معنی میں نہیں ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ میں ان سے خوش نہیں ہوں اپنی خفگی کا اظہار ان کی نسبت کرتا ہوں۔

(۳۱- مخالفت) یرمیاہ ۱۸ - ۸ پچھتاؤنگا جواب در گذر کرونگا۔

(۳۲- مخالفت) یرمیاہ ۲۶ - ۳ پچھتاوں جواب باز آؤں

(۳۳- مخالفت) یرمیاہ ۴۲ - ۱۰ پچھتاتا ہوں جواب رجوع برحمت کرتا ہوں۔

۳۴- مخالفت) زبور ۱۰۶ - ۴۵ پچھتایا جواب رجوع برحمت کیا یعنی مہربان ہو گیا۔

(۳۵- مخالفت) یرمیاہ - ۱۵ - ۶ پچھتاتے پچھتاتے تھک گیا جواب یعنی کثرت سے بار بار رحم کرچکا پر تم باز نہیں آتے اب برباد کرونگا۔

(۳۶- مخالفت) عاموس ۷- ۶ پچھتایا جواب یعنی معاف کیا۔

(۳۷- مخالفت) یوایل ۲- ۱۴ شاید وہ پچھتائے جواب شاید وہ رحم کرے۔

(۳۸- مخالفت) امثال ۱۲ - ۲۲) جھوٹے لبوں سے خداوند کو نفرت ہے خروج ۳- ۱۷، ۱۸ میں ہے کہ تین دن کی اجازت مانگو حالانکہ ارادہ ہمیشہ کے لئے جانے کا تھا پس یہ جھوٹ بولنا سکھلایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے چاہا کہ فرعون کی سختی خوب ظاہر ہوئے کہ وہ تین دن کی بھی اجازت دینے پر راضی نہیں ہے یہاں تک سختی اور تنگی ہے تب جنگ کرکے ہمیشہ کو نکلنا جائز ہے ہاں اگر وہ خوشی سے تین دن کی اجازت دیتا ہے اور ہمیشہ کو بھاگ جاتے تو جھوٹ تھا۔ پر اب تین دن کی اجازت مانگتا جھوٹ بولنا نہیں ہے۔

(۳۹۔ مخالفت) خروج ۵۰۔ ۳ تین دن کی اجازت مانگتے ہیں (۱۱۔ ۲) میں سونے وروپے کے برتن فریب سے عاریت لینا خدا سکھلاتاہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مصریوں نے بلااجرت اس قدر محنت ومشقت خشت بنانے وغیرہ میں لی تھی کہ یہ لوگ بیگار کے کام کرتے کرتے جان سے تنگ آگئے تھے گویاآگ میں خدا کا بوٹا جلتا تھا اب وقت آیا تھا کہ خدا انہیں سزا دے ان کے اموال بنی اسرائیل لیں اوران کی جانیں ملایکہ دوزخ کے سپرد ہوں اور ان کی لاشیں رود نیل میں غرق کی جائیں اس لئے اجازت ہوئی کہ ان سے عاریت لو پس بنی اسرائیل نے توحسب ضرورت اپنی راہ زاد کے لئے کسی قدر لیا باقی معاف کیا اور چھوڑ دیا ان کے پاس سے بطور صلح کی نہیں جاتی بلکہ قہر الہیٰ نازل کرکے نکلتے ہیں پس ایک قہر یہ بھی ہوکے ان کے اموال لےلو (خروج ۱۲۔ ۳۵۔ ۳۶) دیکھواب رعب اللہ کی طرف سے ان پر ایسا ڈالا گیا کہ سب کچھ انہیں دے کے مصریوں نے غنیمت جانا کہ وہ جلدی نکلیں۔

پس ہ ایسا قرض نہ تھا جیسے اب بعض دغا باز فریب سے لے جاتے ہیں اورانہیں دیتے یہ توایک لوٹ تھی الہیٰ قہر سے (خروج ۳۔ ۲۲)

(۴۰۔ مخالفت) خروج ۱۲۔ ۳۵اس کا جواب بھی ۳۹مخالفت میں ہے۔

(۴۱۔ مخالفت) پہلاسموئیل ۱۶۔ ۲ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ خدانے سموئیل کو جھوٹ بولنا سکھلایا کہ میں ذبح کرنے کو آیا ہوں حلانکہ داؤد کو مسح کرنے آیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جھوٹ نہیں ہے مگراپنا بھید چھپانا ہے اور جب دورا کام بھی کرنا ہے توایک کام کو بتلاتے ہیں اور دوسرا کا مصلحتاً نہیں بتلاتے اس معاملہ میں آدمی آزاد ہیں میں نہیں بتلاتا کہ میں کیا کرتا پھرتا ہوں مگر پوچھنے والوں کو ایک سچا جواب دے کے ٹلادیتا ہوں پس میں شرعاً وعقلاً گناہ نہیں کرتا یہ نہ تشقہ ہے نہ توریہ مگر اخفائے سر الہیٰ ہے خدا کے حکم سے۔

(۴۲۔ مخالفت) اول سلاطین ۲۲۔ ۱۹ سے ۲۳ میں ہے کہ اخیاب پر خدا نے جھوٹی روح کو جانے دیا پس خدا جھوٹی روحیں بھیج کر خلق کو بہکاتا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ اسی وقت میکاہ کی معرفت اسی پاک روح سے ہدایت فرمائی کہ شیطان تیرے درپے ہے اور تیری طرف آیا ہے ہوشیار ہو خدا کی روح کی ہدایت مان پر اس نے خود نہ مانا۔ وہ جو کہتے ہیں کہ نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی۔ پس معلوم ہوجائے کہ وہ خدا کے نبی نہ تھے بلکہ فریبی مشائخ اورملالی تھے لالچ سے بادشاہ کوراضی کرنے والے شیطان کے فرزند دنیا کے لوگ دینداری کالباس پہنے ہوئے تھے جیسے اب بھی دنیا میں ہزاروں ایسے ہیں پر خدا کا نبی ایک تھا جس نے فوراً نیک ہدایت کی یعنی میکاہ۔

(۴۳۔ مخالفت) خروج ۲۰۔ ۲۳ میں ہے تاکہ تیری برہنگی اس پر ظاہر نہ ہو۔(یسعیاہ ۳۔ ۱۷) میں ہے خداوند ان کے اندام نہانی کو اکھاڑیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سزانام ہے اس بات کا جو پسند کے برخلاف ہے پس رضا مندی وغیر رضامندی میں ہمیشہ مخالفت ہے۔

(۴۴۔ مخالفت) یسعیاہ ۴۷۔ ۱، ۲ میں ہے تیری برہنگی کھلے گی۔ جواب یعنی سزا آئیگی جو میری اور تمہاری مرضی کے بھی خلاف ہے پس مطلب یہ ہے کہ بابل کے باشندے بےعزت ہونگے۔

(۴۵، ۴۶۔ مخالفت) پیدائش ۲۹۔ ۳۱، ۳۰، ۲۲و ۲۰، ۱۸) میں رحم کھولنے کا ذکر ہے مولوی رحمت اللہ صاحب جو اسلام کے معزز بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ خدا کو عورتوں کی رحم کھولنے کا بڑا شوق ہے۔ یعنی خدا زناکار ہے دیکھو ان بزرگوں کے کیسے خیالات ہیں اور ذرا خدا کا خوف ان کے دل میں نہیں۔ جواب یہ ہے کہ خدااپنی قدرت سے عورتوں کے رحم کھولتاہے۔

(۴۷۔ مخالفت) یرمیاہ ۳۱۔ ۳۴میں ان کی بُرائی بخشونگا (خروج ۲۳۔ ۷) بے سزا نہ چھوڑونگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریروں کو بے سزا نہ چھوڑیگا پر جب توبہ ہوئی تو خطاؤں کو بخشیگا کچھ مخالفت نہیں ہے۔

(۴۸- مخالفت) یرمیاہ ۹- ۲۴ میں ہے خدا منصف ہے (حزقی ایل ۲۱- ۳ میں ہے نیک اور بد سب پر تلوار چلاؤنگا- اس کا جواب یہ ہے کہ دوسری آیت میں غضب کی تندی کا ذکر ہے - اور نیک لوگوں سے وہ مراد ہیں جو لوگوں کے نزدیک نیک ہیں پر حقیقت میں بدوں کے شریک ہیں ہاں بعض وقت بھلے آدمی بھی شریروں کی سزا کی آنچ میں آجاتے ہیں پر وہ اللہ سے نیک اجر پاتے ہیں اوران کا انجام بخیر ہے نہ شریروں کا ہے۔

(۴۹- مخالفت) یرمیاہ ۱۳- ۱۳ کو دیکھو مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ کیا رحم ہے کہ متوالا کرنا اور بغیر قصور کے سب کو مارنا ان میں تو معصوم لڑکے بھی تھے- اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی صاحب خدا سے زیادہ عالم الغیب ہیں کہ وہاں سیکڑوں نیک بھی معلوم کرلئے کیا خدا کو معلوم نہ تھا پس معلوم ہو کہ ان سب کی شرارت حد سے بڑھ گئی تھی اب سزا کا وقت آیا اب رحم کا وقت نہیں ہے- ہاں سچے نیک ہمیشہ عقلاً مستثنیٰ ہیں وہ جلتی آگ میں بھی خدا سے محفوظ ہیں اور بچے جو مولوی صاحب کے عقیدہ میں معصوم ہیں خدا کے کلام سے اور عقل سے بھی معصوم ثابت نہیں ہوتے جو ان میں تمیز دار ہیں وہ بالغوں میں شمار ہیں جو نابالغ ہیں وہ مثل مصغہ گوشت کے حکماً والدین کے بدن کا حصہ ہیں جو آفت والدین پر آتی ہے ان پر بھی آتی ہے تاکہ والدین کی تکلیف زیادہ ہو یہ کچھ اعتراض نہیں ہے ہم تورات دن دیکھتے ہیں کہ الہیٰ غضب جب آتا ہے قحط اور وباء سب پر اثر کرتی ہے زناکاری اور شرارت بڑے لوگ کرتے ہیں اور وبال میں بچے بھی مبتلا ہیں تو بھی خدا کا پاک انصاف اور عدالت برحق ہے اور اس کا رحم بھی ظاہر ہے۔

(۵۰- مخالفت) خروج ۱۲- ۲۹ میں ہے کہ فرعون کے پہلوٹے اور قیدیوں اور جانور کے پہلوٹوں کو بھی مارا مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بچوں نے کیا قصور کیا تھا- (جواب) والدین نے قصور کیا تھا بلکہ فرعون کا قصور بہت تھا اس کا بچہ بھی اللہ نے مارا اور سب قیدیوں وجانوروں اور کل مصریوں کے پہلوٹھے بچے مارے اس لئے کہ اسرائیل اللہ کا پہلوٹھا بیٹا وہاں ستایا گیا تھا اوران میں خدا کا حقیقی بیٹا یعنی خداوند مسیح قربانیوں کے وسیلہ سے سکونت پزیر تھا پس خدا نے اس لئے ان کے بچے مارے تاکہ وہ معلوم کریں کہ اپنے بچے کے لئے ان کا کیسا دل کانپتا ہے پس بنی اسرائیل کی مصیبت پر خدا کا دل کیسا دکھایا گیا ہوگا بہر حال وہاں گناہ اور غضب کی تندی میں مولوی صاحب انصاف تلاش کرتے ہیں سوجاننا چاہیے کہ یہی انصاف تھا جو ہوا-

(۵۱- مخالفت) حزقی ایل ۱۸- ۲۳- میں ہے خدا چاہتاہے کہ گنہگار آدمی توبہ کرے اور جئے یوشع ۱۱- ۲۰-خدا کی طرف سے تھا کہ ان کے دل سخت ہوئے تاکہ وہ قتال کرکے حرم ہوں- اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند تو چاہتا ہے کہ سب شریر توبہ کرکے جیوں پر جب اس نے اپنی عالم الغیبی سے جانا کہ کبھی توبہ کرینگے تو بہتر سمجھا کہ شرارت میں ترقی کرکے فنا ہوں اور ایسا دینا کے شروع سے اب تک بھی ہوتا ہے اور یہ ہی بہتر ہے۔

(۵۲- مخالفت) ۱- تمطاؤس ۲- ۴ میں ہے خدا چاہتاہے کہ سب لوگ سچائی کو جانیں اور نجات پائیں- ۲ تھسلنیکیوں ۲- ۱۱ میں ہے کہ خدا ان میں موثر دغا بھیجے گا جھوٹ کو سچ جانیں گے- اس کا جواب یہ ہے کہ اوپر آیت ۱۰ میں ہے کہ انہوں نے راستی کی محبت کو نجات پانے کے لئے اختیار نہ کیا پس اب سزا کے مستحق ہوئے۔

(۵۳- مخالفت) امثال ۲۱- ۱۸ میں ہے شریر صادقوں کے بدلے فدیہ ہونگے (۱ یوحنا ۲- ۳میں ہے) عیسیٰ مسیح سب کا کفارہ ہے- اس کا جواب یہ ہے کہ سلیمان یہ نہیں کہتا کہ شریر لوگ نیکوں کے گناہوں کا کفارہ ہیں یہ منصب توصرف مسیح کہ شریر لوگوں کے گناہوں کفارہ ہیں یہ منصب توصرف مسیح کا ہے کہ وہ سارے نیکوں اور بدوں کا بھی کفارہ ہے اگر وہ سب ایمان لائیں تو نجات پائیں پر سلیمان کا یہ مطلب ہے کہ ہنگاموں اور مصیبتوں اور وباؤں کے وقت اکثر شریر لوگ برباد ہوتے ہیں اور بھلے لوگ بچ جاتے ہیں خدا اپنے بندوں کی

محافظت کرتاہے جیسی غدر کے وقت شریر لوگ جہاد جہاد کرکے کودے اور مارے گئے بعض عرب کو بھاگ گئے پربھلے لوگ آرام سے ہندوستان میں رہے اور انعام بھی پائے۔

(۵۴۔ مخالفت) احبار ۲۱۔ ۷ میں ہے فاحشہ عورت سے نکاح نہ کریں۔ ہوسیع ۱۔ ۲ میں ہے کہ خدا نے ہوسیع کو حکم دیا کہ ایک فاحشہ عورت سے نکاح کرے۔اس کا جواب یہ ہے کہ آیت اول سے ظاہر ہے کہ صرف ہارون کی اولاد کو یہ حکم تھا نہ سب یہودیوں کے لئے پس ہوسیع نے اس عورت سے توبہ کراکے شادی کی تھی۔ ہوسیع ۳۔ ۲)۔

(۵۵۔ مخالفت) خروج ۲۰ ۔۱۳ میں ہے تو خون مت کرنا توزنامت کرنا (زکریا ۱۴۔ ۲) میں ہے کہ خدا ساری قوموں کو یروشلم پر لڑائی کے لئے جمع کریگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سزا میں پسند کے برخلاف کام کئے جاتے ہیں اور ایسی ہی بات کا نام سزا ہے پس پہلی آیت میں رضا کا ذکر ہے دوسری میں سزا کا۔

(۵۶۔ مخالفت) حبقوق ۱۔ ۱۳ خدا بدی کو دیکھ نہیں سکتا آیت ۱۳ شریروں کا خالق بھی خدا ہے میکاہ۔ ۱۔ ۱۲ میں ہے یروشلم کے پھاٹک پر خدا نے بلانازل کی تھی جواب ضرور بدآدمی بھی خدا کے مخلوق ہیں مگر اس کا ذکر نہیں ہے کہ ان میں جو بدی ہے وہ بھی خدا نے ان میں رکھی ہے۔ اس نے آدم کو بھلاآدمی پیدا کیا تھا بدی اس نے آپ کی ہے پس خدا ان کا خالق ہے نہ ان کے بدافعال کا۔

(۵۷۔ مخالفت) ۳۴۔ زبور ۱۵ میں ہے خدا صادقتوں کی سنتا ہے پھر آیت ۱۰ میں ہے کہ داؤد کی نہیں سنی اس لئے داؤد بھی صادق نہ ہوگا (جواب) بعض وقت مصلحتاً صادقوں کو بھی دیر میں جواب ملتا ہے تاکہ وہ کچھ سیکھیں پر خدا انہیں چھوڑتا نہیں ہے ضرور ان کی سنتا ہے۔

(۵۸۔ مخالفت) یرمیاہ ۲۹۔ ۱۳ جب مجھے دل سے ڈھونڈوگے تب پاؤگے۔ (ایوب ۱۔ ۸) ایوب کامل وصادق تھا (۲۳ باب ۳) میں ہے میں کیونکر خدا کو پاؤں۔جواب ایوب اگرچہ اپنے عہد میں کامل وصادق تھا تو بھی انسان ضعیف البیاں تھا دکھ میں اس کے منہ سے کلمات مضطربانہ نکلے تھے گھبراہٹ میں ۳۸۔ باب کے آخر میں) ہے کہ میں نادانی میں بولا تھا۔ ۴۲ باب میں ہے کہ اس نے خدا کو پایا اور اس سے باتیں کیں پس سب درست ہے۔

(۵۹۔ مخالفت) خروج ۲۰۔ ۴ میں ہے مورت نہ بنائیو خروج ۲۵۔ ۱۸ میں ہے کہ دوکروبی بنا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مورتیں پوجنے کے لئے بنانا منع ہے۔ نہ زینت وآرائش کے لئے۔

(۶۰۔ مخالفت) یہوداہ کی آیت ۲۰ میں ہے کہ شیطان قید ہے (ایوب ۱۔ ۶) سے ظاہر ہے کہ شیاطین آزاد پھرتے ہیں جواب کسی کوٹھری میں ابھی قید نہیں ہیں مگر بدی وتاریکی میں گویا قید ہیں جب تک بڑی عدالت کا دن آئے پس وہ اب سوا بدی اور تاریکی کے کچھ نہیں کرسکتے گویا بدی کے مقید ہیں خواہ کہیں پھرا کریں۔

(۶۱۔ مخالفت) ۹۰ زبور ۴ میں ہے کہ ہزار برس اللہ کے آگے ایسے ہیں جیسے کل کا دن۔ پیدائش ۹۔ ۱۶ میں ہے کہ کمان یاددہی کا نشان ہوگا پس خدا کو اس نشان کی کیا ضرورت تھی جبکہ سب کچھ اس کے آگے ہے جواب کلام کا ایک محاورہ ہے کہ بعض جگہ متکلم کے صیغہ سے مراد بندگان سے ہوتی ہے پس بندوں کی ضرورت کے لئے وہ نشان ہے کہ وہ اسے دیکھ کر خدا کے عہد کو یاد کریں اور تسلی پائیں خدا کو کچھ ضرورت نہیں ہے۔

(۶۲۔ مخالفت) خروج ۳۳۔ ۲۰ ایسا کوئی نہیں جو مجھے دیکھے اور جیتا رہے۔ (پیدائش ۳۲۔ ۳۰) میں نے خدا کو دیکھا اور میری جان بچ گئی۔اس کا جواب یہ ہے کہ ذات مطلق کو کوئی نہیں دیکھ سکتا اس کے جلال کی برداشت کل موجودات میں نہیں ہے مگر یعقوب نے اس کی تجلی ایک طرح دیکھی اور جیتا رہا۔ اس لئے خدا انسان کی شکل میں مسیح بن کر آیا تاکہ لوگ اسے دیکھیں اور جیتے رہیں۔

(۶۳۔ مخالفت) ا یوحنا ۴۔ ۱۲ کسی نے خدا کو کبھی نہ دیکھا خروج ۲۴۔ ۹ میں ہے کہ فلاں فلاں نے بلکہ ستر اکابر نے خدا کو دیکھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ذات کے دیکھنے کا ذکر نہیں ہے وہ تو عقلاً محال ہی کہ کوئی دیکھ سکے پر اس کا جلال دیکھا۔

(۶۴۔ مخالفت) یوحنا ۵۔ ۳۷ تم نے کبھی اس کی آواز نہیں سنی اور اس کی صورت نہیں دیکھی (استثنا ۵۔ ۲۱) میں ہے کہ اس کی شوکت دیکھی اوراس کی آواز بھی سنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ مخاطب ہیں انہوں نے کبھی کچھ نہیں دیکھا اور نہ آواز سنی۔

(۶۵۔ مخالفت) یوحنا ۴۔ ۲۴ خدا روح ہے لوقا ۲۴۔ ۳۹ روح کو جسم وہڈی نہیں حالانکہ عہد عتیق میں خدا کے لئے سر بال ، آنکھ ناک ، کان وغیرہ سب اعضا ثابت ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سب استعارے ہیں جو مطلب کے سمجھانے کو سنائے گئے ہیں تاکہ عالم تجرد کے مضامین عالم متعلق کے لوگوں کے ذہن میں آجائیں اس لئے قرآن میں محمد صاحب نے اللہ کے لئے ہاتھ کان ، ناک وغیرہ بھی ثابت کئے ہیں۔

(۶۶۔ مخالفت ہوسیع۔ ۵۔ ۱۲ میں خدا مثل دیمک اور کیڑے کے آپ کو کہتا ہے جواب مجازاً بولا گیا ہے ور نہ یہ عمدہ مطلب سمجھ میں نہ آتا۔

(۶۸۔ مخالفت) نوحہ یرمیاہ ۳۔ ۱۰۔ خدا ریچھ کی مانند ہے (یسعیاہ ۴۰۔ ۱۱) وہ مثل چوپان کے ہے۔ جواب نہایت عمدہ استعارے ہیں یہ مضمون بغیر ان استعاروں کے ذہن نشین نہیں ہوسکتا ہے۔

(۶۹۔ مخالفت) خروج ۱۵۔ ۳۔ خدا صاحب جنگ جو عبرانی ۱۳۔ ۲۰ وہ سلامتی کا خدا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سرکشوں کے لئے صاحب جنگ ہے فروتنوں کے لئے سلامتی کا خدا ہے۔

(۷۰ مخالفت) ا یوحنا ۴۔ ۸ خدا محبت ہے یرمیاہ ۲۱۔ ۵ ہے کہ وہ لڑنے والا ہے اور سراسر غصہ ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اچھے لوگوں کے لئے محبت کا خدا ہے شریر لوگوں کے لئے سراسر غضب ہے۔

اب مولوی صاحب کے ۷۰ مخالفت جو خدا کے ساتھ ہیں تمام ہوئی لیکن دہلی کے امام صاحب نے کہا کہ ان سے کسی مذہب کی حقیقت ثابت نہیں ہوتی ہے پس انہوں نے اقرار کیا کہ یہ ساری فصل اعجازی عیسوی میں ناکارہ لکھی گئی ہے اس لئے وہ یہاں پر بولنا نہیں چاہتے وہ جانتے ہیں کہ یہاں بولنا مشکل ہے۔ ہمیں توضرور تھا کہ جواب لکھیں۔

فصل سوم اعجازی عیسوی کے مقصد سوم کی فصل سوم کے جواب میں جس میں انجیل کے ۲۱ نقصان دکھلائے ہیں

مولوی صاحب نے ۲۱ نقصان عہد جدید میں نکالے ہیں اور ان کا نام ۲۱ شواہد رکھا ہے۔

(۱۔ شاہد) متی ۱۔ ۱۷ میں ہے چودہ چودہ پشتیں ہیں۔ مگر ایک پشت تیرہ ناموں کی ہوتی ہے اور عیسائی لوگ تاویل بعید کرتے ہیں ۔(جواب) یہ سچ ہے کہ ایک پشت تیرہ ناموں کی ہوتی ہے مگر یہ کہنا کہ تاویل بعید کرتے ہیں تعصب ہے یا تاویل بعید کے معنی معلوم نہیں ہیں۔ یہاں تاویلیں دو ہیں اول سہو کاتب سے کوئی نام رہے گیا ہے کیونکہ ہرسہ پشت میں چودہ کی قید ظاہر کرتی ہے کہ ۴۲ نام مصنف نے لکھے ہونگے اور پرانے نسخوں کی طرف جب محققین نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ بعض قدیمی نسخوں میں یوسیاہ سے یہویقیم لکھا ہے اور بعض میں یوسیاہ سے یوکینیا لکھا ہے۔ ہمارا کام نہیں ہے کہ یہویقیم جہاں نہیں لکھا وہاں

بڑھائیں یا جہاں لکھا ہے وہاں سے نکال ڈالیں بلکہ دونوں باتیں ظاہر کردیتے ہیں اورجیسا کلام ہم تک پہنچا ہے ویسا اوروں کو پہنچاتے ہیں دیانت کی راہ سے اب کہو کہ تاویل بعید ہے یا قریب ہے دوسری تاویل یہ ہے کہ بعض لوگوں کے خیال میں مصنف نے داؤد کو دودفعہ شمار کیاہے یعنی داؤد پر ختم کیا اور پھر دوسری پشت کو داؤد ہی شروع کیاہے اوروجہ اس کی نہایت گہری بات ہے جسے موٹی عقل کا آدمی جلدی سمجھ بھی نہیں سکتا وہ یہ ہے کہ داؤد ان سب لوگوں میں انوار الہیٰ کا محیط اور دائرہ عباد کا مرکز اور سلطنت اسرائیل کا پہلا مسیح ہے اور وہ اس تاریکی کے عہد کا قمر بھی ہے کہ اس کے ضیا کی کرنیں پشت اول میں ایسی نظر آتی ہیں جیسی اندھیری رات میں چاند کے نکلنے کے قریب دہندلی سی روشنی ہوا کرتی ہے اور دوسری پشت میں اس کی انوار خوب روشن ہیں اور پھر گھٹتے گھٹتے اس کا غروب ہوجاتا ہے یہاں تک آفتاب صداقت سیدنا عیسیٰ مسیح کا طلوع ہو پس چونکہ ہر دو پشت میں اسی نسبت روحانی ہے اس لئے دو ددفعہ محسوب ہے اس روحانی تاویل کو اگرکہو کہ بعید ہے توکہو کیونکہ جسمانی آدمی کے سامنے بعید ہے پر نہ پہلی تاویل پر ہم پہلی تاویل کی نسبت اس پر زیادہ یقین کرتے ہیں۔ اور امام صاحب کی گفتگو جو اس مقام پر ہے وہ توجہ کے لائق ہی نہیں ہے۔ پھر یہ کہنا کہ آیت ۸ میں یورام سے عوزیا لکھا ہے حالانکہ بموجب پہلی تواریخ ۳۔ ۱۱ کے وہ اس کی تیسری پشت میں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ متی نے بعض پشت بہ پشت اور بعض نام ایک دو پشت کی اونچ نیچ سے انتخاب کرکے چودہ چودہ ناموں کی پشتیں تجویز کی ہیں تاکہ عام عیسائیوں کو آسانی سے یاد رہیں۔ ابن سے مراد ہر وقت کلام میں بیٹا ہی نہیں ہے دیکھو سیدنا عیسیٰ کو ابن مریم ابراہیم وابن داؤد کہا ہے حالانکہ وہ کئی نسلوں کے بعد ہے پھر یوسف کا بیٹا لکھا ہے حالانکہ وہ اسکا حکمی بیٹا ہے نہ اصلی ۔ نسب ناموں کا چرچہ یہود میں اس لئے تھا کہ آنے والا آسانی سے معلوم ہوجائے پس جب مسیح آیا تو اس وقت نسب نامہ جاننے والے لوگ بہت موجود تھے اس عہد میں یہ نسب نامہ اور لوقا والا نسب نامہ بھی مقبول ہوا ہے اوراب کہ سیدنا مسیح آچکا نسب ناموں پر ظلمت چھا گئی ہے اس لئے اس عہد کے اعتراض اس بارہ میں توجہ کے لائق نہیں ہیں۔

(۲ ۔ شاہد) لوقا ۳ باب میں جو نسب نامہ لکھاہے وہ متی کے نسب نامہ سے مخالفت رکھتاہے اورعیسائی اسکو مریم کا اوراس کو یوسف کا بتلاتے ہیں اور یہ تین وجہ سے باطل ہے۔(۱) مریم اولادِ داؤد سے نہیں بلکہ اولادؤ ہارون سے ہیں بموجب لوقا ۱ ۔ ۳۶ کے کہ مریم کو الیصبات کی رشتہ دار بتلایا ہے اوروہ کاہن (امام) کی بیٹی تھی (جواب وجہ اول کا یہ ہے کہ کہاں سے ثابت ہوا کہ الیصبات کے ساتھ مریم کا حقیقی رشتہ تھا بارہ فرقے آپس میں بیاہ کرتے تھے کسی اور رشتہ کے سبب الیصبات کے ساتھ مریم کا بھی رشتہ ہو گیا تھا کیونکہ یہی لوقا جو مریم کو الیصبات کا رشتہ دار بتلاتا ہے یوں بھی کہتاہے کہ یوسف جو داؤد کے خاندان سے تھا وہ اپنے منگیتر مریم کے ساتھ خاندان داؤد میں نام لکھوانے کو گیا تھا پس اگروہ اکیلا خاندان داؤد سے تھا تو اس اسم نویسی کے دنوں میں مریم کو اس خاندان میں لکھوانے کے لئے باوجود یکہ حاملہ تھی کیوں لے گیا پس لوقا ہی کی تحریر سے ثابت ہوگیا کہ مریم کا رشتہ حقیقی نہ تھامگر کوئی اور نسبتی رشتہ تھا اس کے سواء حدیثوں میں اوراجماع امت سے ثابت ہے مریم داؤد کے خاندان سے تھی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قدما نے اس توجیہ کو نہیں مانتا کہ یہ نسب نامہ مریم کا ہے (جواب بعض قدما نے ضرور مانا ہے کہ یہ نسب نامہ مریم کا ہے اگرسب قدما نے نہیں مانا کہ یہ نسب نامہ مریم کا ہے تو بتلائیں کہ کہاں لکھاہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ کالوں صاحب نے نہیں مانا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ نہیں مانا اس کی رائے یوں ہی ہے مگر اسکاٹ وغیرہ معتبر مفسروں نے مان لیا ہے خلاصہ آپ کی ان تین وجہوں سے توہر گز ثابت نہیں ہوتا کہ وہ نسب نامہ مریم کا نہیں ہے پر ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ضرور مریم کا ہی ہے ہم یوں کہتے ہیں کہ بعض مریم کا بتلاتے ہیں بعض اس کو بھی یوسف کا بتلاتے

ہیں اگر میم کا ہے توجدا نسب نامہ پہلے کے ساتھ مطابقت کی حاجت نہیں ہے اور جو مریم کا نہیں ہے یوسف کا ہے تو کیا مضائقہ ہے متی نے منتخب نام لکھے ہیں لوقا نے مفصل نام لکھے ہیں اور یہ کچھ الہامی بات نہیں ہے خاندانی نسب ناموں میں سے اور کچھ بائبل میں سے لے کر نام لکھے گئے ہیں اور زمانہ بہت گذر گیا ہے اور اس زمانہ کی جب ان کی بابت بحث کرنا لازم تھا کچھ اعتراض نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ مقبول ہو چکے ہیں تو پھر اب ہم اسے نقصان نہیں جان سکتے اور وہ جیسے ہیں ویسے قبول کرتے ہیں اقتدا کے سبب اور ایسے امور میں اقتدا مضر نہیں ہے کیونکہ بعض امور میں جہاں اقتدا واجب ہوتی ہے اور بعض جگہ میں جہاں تحقیقات واجب ہے بلکہ فرض ہوتی ہے۔

(۳۔ شاہد) لوقا ۲۔ ۱ متی ۲۔ ۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف ہے لوقا کہتا ہے کہ اوگسطس کے عہد میں مسیح پیدا ہوا متی کہتا ہے کہ ہیرود بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوئے اور اس وقت تک ملک یہودیہ رومیوں کے تحت حکومت نہ آیا تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کچھ بات نہیں ہے سب اہل علم جانتے ہیں کہ مسیح سے پہلے قریب ۴۵ برس کے ملک یہودیہ رومیوں کے ماتحت آگیا تھا اگرچہ وہ لوگ خود حکمران ایسے نہ تھے جیسے مسیح کے موت کے وقت تھے مگر وہ سب ملک ان کا باج گذار اور مطیع ہو گیا تھا پس مسیح تولد ہوئے اس وقت ہیرودیس بادشاہ تھا اور اوگسطس اس کا شہنشاہ تھا اور اس نے مردم شماری کا حکم اپنے ماتحت کے علاقہ میں دیا گیا تھا مگر وہ اسم نویسی شروع ہو کے یہودیوں کی عرض ومعروض سے ملتوی رہ گئی تھی جو پھر قورینوس کے وقت میں اس کی تعمیل ہوئی جس کا ذکر لوقا (۲۔ ۲) میں پہلی اسم نویسی کرکے کیا گیا ہے پس کچھ مخالفت نہیں ہے اوگسطس وہیرودیس ایک ہی وقت میں تھے۔

(۴۔ شاہد) لوقا ۳۔ ۱۹ میں لفظ فلپ غلط ہے کیونکہ ہیرودیا عورت ہیرود کے اس بھائی کی بیوی تھی جس کا نام بھی ہیرود تھا فلپ کی بیوی نہ تھی اور سند اس کی ہارن صاحب جلد اول کے صفحہ ۶۶۲ میں ہے اور اسکاٹ اور ہنری بھی کہتے ہیں۔ جواب ہنری اوسکاٹ کا تو صفحہ مولوی صاحب نے نہیں بتلایا احتمال ہے کہ حوالہ غلط ہے کیونکہ جب وہ دھوکا دیا کرتے ہیں تو حوالہ نہیں بتلایا کرتے البتہ ہارن صاحب نے اس قدر لکھا ہے کہ میں نے کسی غیر مشہور تواریخ میں دیکھا ہے کہ وہ عورت ہیرود کی بیوی تھی اسلئے شائد وہاں لفظ فلپ غلط ہو سو اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ یہ تینوں شخص ہیرود کے بیٹے تھے ہر ایک کے نام کے ساتھ لفظ ہیرود لگانا ناجائز تھا یعنی ہیرود فلپ وہیرود اینٹے پاس وہیرود راسٹوبلس پس جسے لوقا نے لفظ اینٹے پاس چھوڑ کر صرف ہیرود لکھ دیا اسی طرح اس مجہول مورخ نے جس کا ذکر ہارن صاحب کرتے ہیں لفظ فلپ اڑا کر ہیرود اپنی تواریخ میں لکھ دیا اور چونکہ سب محقق مفسر لفظ فلپ پر متفق ہیں اور ہارن صاحب بھی کسی قول دلیل سے اس پر شک قائم نہیں کرتے اس لئے یہ اعتراض مولوی صاحب کا نادرست ہے۔

(امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ مہمل جواب ہے اور عمادالدین نے قول ہارن صاحب کی تصدیق کی ہے) اس کا فیصلہ ناظرین کی تمیز آپ کر سکتی ہے۔

(۵۔ شاہد) لوقا ۳۔ ۱ میں لسانیاس لکھا ہے مولوی صاحب کہتے ہیں کہ کسی تواریخ سے ثابت نہیں ہے کہ کوئی لسانیاس نامے اپیلنی کا حاکم ہیرود اور فلپ کے عہد میں ہو۔ کالوں صاحب اٹکل سے کہتے ہیں کہ شاید کوئی پرپوتا بطلیموس کا ہو۔

جواب۔ یوسیفس مورخ اپنی کتاب کے صفحہ ۲، ۱۹، ۲۰ میں لکھتا ہے کہ اپیلنی لسانیاس کا شہر ہے اور یہ لسانیاس بطلیموس کا بیٹا تھا جس کو انٹنی حاکم نے مروا ڈالا تھا (حضرت مسیح سے ۳۵ برس پہلے) آگے پس یہ لسانیاس جس کا ذکر لوقا کرتا ہے اس اول لسانیاس کی اولاد سے ہے یقیناً اور یقین کی وجہ یہ ہے کہ لوقا کہتا ہے کہ لسانیاس حاکم وہاں کا عقل کہتی ہے کہ لسانیاس متوفی کی جگہ اس کے شہر میں کوئی اس کا بیٹا وغیرہ حاکم ہوا ہو پس اگرچہ مورخ نہیں لکھتے مگر مورخ انکار بھی نہیں کرتے چھوٹے سے حاکم کا ذکر ہے اگر کبھی تواریخ سے رہ گیا تو کیا ہوا۔

اور جو یہ کہا کہ کالوں صاحب اٹکل سے کہتاہے کہ یہ عجیب بات ہے اور یہ محاورہ وزیر
خان کے منہ کا ہے جوعلوم اسلام سے ناواقف تھے صرف انگریزی اور اردو جانتے تھے وہ یہ لفظ
بہت بولا کرتے تھے پس انہوں نے کالوں کے قیاس کا اٹکل بتلایا سواس کاجواب یہ ہے کہ اولہ
اربعہ میں سے قیاس کو اہل اسلام ترک کریں تو ہم سے بھی کہنا چاہیے کہ کالوں کا قول نہ مانو ہم
بھی تو قیاس کے قائل ہیں اورایسے امور میں قیاس کا ماننا کچھ نقصان کی بات نہیں ہے۔

(ف)امام صاحب کہتے ہیں کہ شاہد دوم میں عماد الدین نے کالوں کا قول نہ مانا تھا اب مان لیا۔
جواب ۔ جس آدمی کی جو بات مضبوط ہے وہ مانی جاتی ہے اور جو بات مضبوط نہیں ہوتی نہیں
مانی جاتی ہم کسی آدمی کے غلام نہیں ہیں مگر سچائی کے ہر حال میں پابند ہیں میں توآپ کی بھی
بعض درست باتیں مانتاہوں اور صدہا باتیں آپ کی غلط بھی جانتاہوں۔

(۶۔شاہد) متی ۲۔ ۱۶) میں ہے کہ ہیرود نے لڑکی قتل کروائی۔

مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس قتل کا ذکر کسی تواریخ میں نہیں ہے اور یوسیفس نے بھی اسکا ذکر
نہیں کیا اگر ایسا حادثہ گذرتا تو مورخ ضرور ذکر کرتے ۔ جواب ۔ یہ اعتراض والٹر ملحد کا ہے جو
مشہور کاذب اور مسیح کا دشمن تھا اور ۱۷۰۰ء میں وہ مرا ہے اسی کی کتاب سے یہ وزیر خاں
صاحب نے اڑایا ہے پس اس کا حقیقی جواب یہ ہے کہ اگر یہ بچوں کا قتل غلط بات تھی تو اسکا
چرچہ مخالف سے پہلی صدی میں ہونا چاہیے تھا نہ سترھویں صدی میں کیونکہ یروشلم کی تباہی
سے پہلے متی نے اپنی انجیل لکھ کے کلیسیا کودی تھی یعنی ۳۸ء میں یا اس کے آگے پیچھے اس
وقت ہیرودیس کے دیکھنے والے بہت زندہ تھے انہوں نے متی کو کیوں نہ جھٹلایا اور تہمت کا
دعویٰ اس پر کیوں نہ کیا۔ سلسس جودوسری صدی میں تھا جس نے عیسائیوں کی رد میں ہر قسم
کی دلیل بیان کی ہے اوراس نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا۔ یوسیفس نے جو اس قسم کا ذکر
نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس قتل کے ذکر میں سیدنا عیسیٰ مسیح کی بزرگی ظاہر تھی
اور یوسیفس اسے مسیح نہیں جانتا اس کا مخالف ہے پس وہ ایسی روایت دیدہ و دانستہ کب بیان
کریگا جس سے سیدنا عیسیٰ مسیح کی عزت ہو علاوہ ازیں بیت للحم گاوں ایک چھوٹی سے جگہ تھی
جس کے اندر مع گردو نواح کے دوہزار کے قریب باشندے ہونگے اور قیاس بھی چاہتا ہے کہ
اتنے تھوڑے باشندوں میں دو برس تک کے بچے بہت ہی تھوڑے ہونگے پس ہیرودس جو بڑا
خونی ظالم آدمی تھا اس کی نسبت اس چھوٹے سے ظلم کا ذکر چھوڑدینا کونسی بڑی بات ہے اس
پر یہ کہنا کہ کسی مورخ نے نہیں لکھا درست نہیں ہے کیونکہ لاطینی کی تواریخ ایک کتاب
ساٹرنالیا ہے جسے سب لاطین دان جانتے ہیں اس کے باب دوم کی فصل چہارم میں مکروبیس نے
اوگسطس قیصر کی بابت یوں لکھاہے کہ جب قیصر کو خبر پہنچی کہ ہیرودیس نے بچوں کو قتل
کرایا ہے اور یہ بھی سنا کہ اس نے اپنا بھی ایک بچہ ان کے ساتھ مارا ہے تو غصہ ہوکے کہا کہ
بجائے فرزند پیدا ہونے کے اگر خود ہیرودیس سورہوجاتا تو بہتر تھا پس اتنا ذکر تو تواریخ میں
ہے۔

(ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ عماد الدین جھوٹ بولتا ہے اس کا جواب میں کچھ نہیں دے سکتا
مگر یہ کہ ناظرین آپ دریافت کریں کہ ساٹرنالیا کوئی کتاب ہے کہ نہیں اور یہ کہ میری ساری
تقریر اس میں میں عقلاً ونقلاً غلط ہے یا درست ہے امام صاحب تو اسکا جواب خدا کودینگے کہ سچی
بات کو جھٹلاتے ہیں اور دلیل نہیں رکھتے۔

(۷۔شاہد) متی دوم باب میں لکھاہے کہ مسیح بیت اللحم میں پیدا ہوئے اوروہاں پر مجوسی آئے
اور حضرت مسیح کے والدین وہاں سے مصر کو چلے گئے ۔ ہیرود نے بیت اللحم کے بچوں کو مارا
اور والدین مسیح موت ہیرود تک مصر میں رہے۔ پھر وہاں سے ناصرہ میں آئے۔

لوقا لکھتاہے کہ مسیح کی پیدائش بیت اللحم میں ہوئی۔ آٹھویں دن ختنہ ہوا اور نام رکھا
گیا۔ بعد طہارت والدین اسے لے کر یروشلم میں آئے۔ وہاں شمعون وحنا نے مسیح کی تعریف
کی پھر والدین اس کے شہر ناصرہ کو گئے اوروہاں سے ہر برس عید میں جایا کرتے تھے جب
۱۲ برس کے ہوئے تو بدوں اطلاع والدین کے یروشلم میں مسیح ٹھہر گئے تھے۔

پس ان بیانوں میں اختلاف ہے۔ آیا امور قوعہ قبل از جانے یروشلم کے جو ۴۰ یوم بعد ہوجانا ہوا تھا ظہور میں آئے یا بعد اس کے صورت اول تو تصریح باطل ہے اور صورت دوم تین وجہ سے باطل ہے۔

(۱) یہ کہ مسیح کے والدین بعد فراغت رسوم شرعی کے ناصرہ میں گئے تھے نہ بیت اللحم کو پس اگر مجوسی آتے توراہ میں ملتے یا ناصرہ میں نہ بیت اللحم میں (۲) یہ کہ جب ہیرودیس ایسا دشمن تھا توکس طرح سے روح القدس نے اس کی تعریف کا ذکر شمعون وحنا سے ہیرود کی تخت نگاہ یروشلم میں کرایا ہوگا (۳) سال بسال بموجب تحریر لوقا کے یروشلم کو ناصرہ سے جایا کرتے تھے پھر مصر کا رہنا کس وقت ہوا۔

جواب ۔بیان متی ولوقا کا بالکل درست ہے شق ثانی جس کو معترض تین وجہ سے باطل کرتا ہے وہی صورت وقوع میں آئی تھی اور تینوں وجہ ان کی باطل ہیں (وجہ اول کا جواب) یہ ہے کہ بیت اللحم یروشلم سے چار ، پانچ میل ہے اور ناصرہ سے ۷۰ میل ہے اور مصر ۲۶۰ میل کہ قریب ہے پس تفسیر ہنری کے مطابق اس کے والدین اولاد یروشلم کو گئے بموجب شریعت کے اور بعد ادائے رسوم شرعی پھر بیت اللحم کو واپس آئے (تاکہ کچھ مدت اور بھی اپنے قدیمی وطن میں رہیں یا اب تک اسم نویسی سے خلاصی نہ پائی ہوگی اور رخصت نہ کئے گئے ہونگے وہاں پر مجوسی آکے ملے اور بعد روانگی مجوسیوں مصر کا ارادہ کیا فرشتہ کے کہنے سے پھر بعد وات ہیرود کے (معلوم نہیں کہ کتنی جلدی یا دیر میں مر گیا)وہاں سے آئے اور ناصرہ میں رہے اب یہاں سے سال بسال یروشلم کو جایا کرتے تھے لوقا نے جولکھا ہے کہ یروشلم سے ناصرہ کو گئے اس نے بیچ کا قصہ چھوڑ دیا ہے چنانچہ اسکاٹ میں ہے کہ بہت مدت کے بعد مصر سے ناصرہ کو گئے تھے اسی لوقا نے دوسری جگہ خود بارہ برس کا ذکر چھوڑ دیا ہے اورکہا کہ جب مسیح بارہ برس کا ہوا تو یوں ہوا۔ قرآن میں بھی ایسے محذوفات بہت ہیں (دوسری وجہ کا جواب) روح القدس خدائے قادر اس نے فرعون کے گھر میں موسیٰ کی پرورش کرائی خدا کسی سے نہیں ڈرتا اس نے شمعون وحنا سے اسکی صفت کرائی امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر یہ خدا نہیں ڈرتا تو مسیح مصر کو کیوں بھاگے گئے تھے اور ہیرود کے خوف سے جنگل میں کیوں چلے گئے تھے (متی ۱۴ - ۱۲) اور قیصر کو باج کیوں دیا تھا(متی ۱۷ - ۲۷) اور کیوں روئے تھے (یوحنا ۱۱ - ۳۵) اوریہودیوں سے کیوں بچ نکلے تھے(یوحنا ۸ - ۵۹)۔

جواب اس کا یہ ہے کہ مسیح نے کبھی قیصر کی باجگذاری نہیں کی ہے اورامام صاحب حوالہ (متی ۱۷ - ۲۷) کا بے سمجھے دیتے ہیں وہاں دینی چندہ کا ذکر ہے نہ دنیاوی باجگذاری کا اس کے سوا مسیح نہ صرف خدا ہوکے بندوں کے ساتھ لڑنے کو آیا تھا بلکہ وہ انسان ہوکے فروتنی اور عاجزی کے سب مدارج طے کرکے نجات کی راہ کھولنے کو آیا تھا وہ تومر بھی گیا اور گاڑا بھی گیا اس کی نہایت بے عزتی ہوئی وہ مردالم ورنج کا آشنا تھا۔

پر لکم وینکم والا خدا فوج کشی کرنے والا تھا اس پر وہ اعتراض کرتا ہے۔ نہ اس پر(تیسری کا جواب) جب ناصرہ میں پھر آکے بسے تو اس سے پہلے ہی مصر میں ہو آئے تھے پس ہرسہ وجہ باطل ہیں انجیلوں کے بیان درست ہیں۔

(ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ مسیح مصری کیوں نہ کہلائے ناصری کیوں کہلائے جواب۔ اس سبب سے کہ ناصرہ میں بہت رہے اور ۳۰ برس کے ہوکے وہاں سے کام کرنے کو نکلے مگر مصر میں بہت تھوڑے دنوں رہے اور نہایت طفل تھے پس وہاں مشہور نہیں ہوئے اور خدا بھی چاہتا تھا کہ ناصری مشہور ہوں۔

(ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ فارس میں دیندار ہونا تو الگ رہا کوئی خدا پرست بھی نہ تھا جو یہودیہ کے سب پرہیزگاروں مثل شمعون وحنا کو چھوڑ کر صرف مجوسیوں ہی کو ستارہ دکھائی دیا اس لئے یہ بات بھی غلط ہے ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا کہ اس ملک میں کوئی بھی خدا پرست نہ تھا یہ عالم الغیبی کا دعویٰ ہے یا تحکم ہے بعض لوگ بت پرستوں میں بھی خدا پرست ہوتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ یہود کے پرہیزگاروں کو کیوں ستارہ نہ دکھائی دیا جواب یہ ہے کہ یہودیہ میں

تو آپ آفتاب ہی طلوع ہوا تھا اور گڈریوں کو تو وہاں بڑی روشنی اور ملائکہ کی فوج نظر آئی تھی پر غیر قوموں کا بھی وہ خالق تھا اس لئے اس نے ستارے کے وسیلے سے انہیں بھی ہدایت کی ناظرین اگر چاہیں تو یہ سب بیان خزانتہ الاسرار میں دیکھ لیں۔

(۸۔ شاہد) متی ۸، ۱۳ باب مرقس ۴ باب میں دیکھو طوفان وغیرہ کا ذکر مرقس بعد وعظ تمثیلوں کے لکھتاہے کہ اور متی بعد پہاڑی وعظ کے لکھتاہے اور تمثیلوں کا وعظ اسکے بعد بیان کرتاہے حالانکہ ہر دو وعظ میں ایک زمانہ کا فرق ہے۔ جواب۔ مرقس نے ترتیب وار لکھاہے متی نے ترتیب وار ان بیانوں کو نہیں لکھا اس میں کیا قیامت ہے۔ امام صاحب کہتے ہیں کہ بے ترتیبی تو ثابت ہوئی اچھا ہوئی پر کچھ قباحت نہیں ہے اگر ہے تو قرآن زیادہ بے ترتیب ہے وقوع واقعات کے موافق ہر گز نہیں ہے آیتوں کی شان نزولوں سے خوب ثابت ہے ایسا اعتراض مولوی صاحب کو کرنا نہیں چاہیے تھا اور نہ قرآن کو باترتیب دکھلانا ہوگا جو محال ہے مگر فی الحقیقت یہ بے ترتیبی اس کے حق میں مصر ہی نہ آسکی۔

(۹۔ شاہد) مرقس ۱۱ باب میں تیسرے دن اور متی ۲۱ باب میں دوسرے دن یہودیوں کا مسیح سے سوال کرنا لکھتاہے اور یہ مخالفت ہے جواب یہ بھی وہی بات ہے کہ متی وقت کی ترتیب سے نہیں لکھتا مرقس ترتیب سے لکھتاہے۔

(۱۰۔ شاہد) مرقس ۱۰ باب ۴۶ سے ۵۲ تک لکھتاہے کہ یریحو سے نکلتے ہی مسیح کو ایک اندھا ملا متی ۲۰ باب ۳۰ سے ۳۴ تک لکھتاہے کہ دو اندھے ملے پس ایک بیان خلاف واقع ہے جواب اسکاٹ اپنی تفسیر میں لکھتاہے کہ پہلے ایک اندھا ملا تھا اس کے بعد دوسرا ملا متی نے دونوں کو جمع کیا اور لکھ دیا مرقس نے صرف پہلے کا ذکر کیاہے دوسرے کا ذکر چھوڑ دیا

(ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ عماد الدین نے انجیل سے جواب نہ دیا جیسے مولوی صاحب نے انجیل سے اعتراض کیاہے یہ کیا خوب بات ہے اول حالانکہ جو بات کسی مفسر کے قول سے بھی میں لکھوں وہ بھی میری بات امام صاحب قرار دیتے ہیں دوم حالانکہ وہ ہمیں یہ بھی سکھلاتے ہیں کہ جو اعتراض ہم قرآن سے نکالینگے اس کا جواب بھی مسلمانوں سے قرآن ہی سے طلب کرینگے اور مفسر کا قول ناقل کا قول سمجھا جائے گا اچھا صاحب انجیل سے جواب نہیں دیا پر محقق کے قول سے تو دیا۔

(۱۱۔ شاہد) متی ۹ باب میں لکھتاہے کہ بیٹی ابھی مر گئی مرقس ۵ باب ولوقا ۸ باب میں لکھتا ہے کہ مرنے پر ہے اور مرقس ولوقا حاکم کا نام اور لڑکے کی عمر اور اکلوتا ہونا اور وقت زندہ کرنے کے تین شاگردوں کا ساتھ جانا بھی لکھتے ہیں اور متی نہیں لکھتا۔ کوئی کہتاہے کہ یہ انجیل متی کی نہیں ہے ورنہ وہ ایسا مجمل نہ لکھتا۔

بالش شلی میشر واولشاسن کہتے ہیں کہ مری نہیں تھی غش میں تھی اور نینڈر اس کی موت کا اعتقاد یقیناً نہیں رکھتا۔

جواب ۔متی نے تصریح نہیں کی مجمل واقعہ لکھ دیا ہے مرقس ولوقا نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے۔ اور یہ کہنا کہ انجیل متی کی نہیں ہے ورنہ وہ انجیل نہ لکھتا جواب یہ ہے کہ اسکی اور کونسی کتاب سوا اس انجیل کے دنیا میں موجود ہے کہ اس کا محاورہ معلوم کرکے اس انجیل پر حکم دیں کہ اس کی ہے یا نہیں اسی انجیل سے اس کے محاورے دریافت ہوتے ہیں۔ پر یہ کہنا کہ وہ مری نہیں تھی اور فلاں فلاں شخص اسکی موت کو غشی بتلاتے ہیں ان کی تردید میں اتنا کہنا بس ہے کہ نوکرنے راہ میں آکر گواہی دی کہ مر چکی ہے۔

مگر اتنا اعتراض باقی ہے کہ متی نے کہا مر گئی وہ دو کہتے ہیں کہ مرنے پر ہے سو جواب یہ ہے کہ پہلا قول اس حاکم کا اضطراب کی حالت کا اور دوسرا قول اس وقت کا ہے کہ جب خداوند کو اپنی طرف متوجہ پایا متی نے پہلا قول لکھ دیا دوسروں نے دوسرا قول لکھاہے دونوں قول اسی کے ہیں حضرت یہ شق القمر کے معجزہ کی عبارت نہیں کہ سمجھ میں نہ آئے امام صاحب کہتے ہیں کہ چراغ جلاکے اس عبارت کو دیکھ لیا ہوتا جواب یہ ہے کہ ہزارہا آدمیوں نے مشعلیں جلاکے بھی دیکھ لیا کچھ ہو تو نظر آئے اگر آپ کو کچھ نظر آتا ہے تو ذرا منہ سے بولنا چاہیے۔

(۱۲ - شاہد) متی ۴ مرقس ۱ کودیکھنے سے معلوم ہوتاہے کہ مسیح نے شمعون واندریاس کو بلایا وہ پیچھے ہولئے اور تھوڑی دور بڑھ کر یعقوب اور یوحنا کو بلایاوہ بھی آگئے۔

انجیل یوحنا سے ظاہر ہے کہ پہلے دن اندریاس و یوحنا اور دوسرے روز پطرس اندریاس کے کہنے سے اوراس کے دوسرے روز فلیبوس و نتھانئیل آئے تھے پس ان بیانوں میں کئی وجہ سے فرق ہے۔ جواب کچھ فرق نہیں ہے بلکہ انجیل میں ان رسولوں کی تین بلاہٹیں مذکور ہیں پہلی بلاہٹ جو عیسائی ہونے کے لئے ہے وہ (یوحنا ۱ - ۳۵- ۴۲تک) دوسری بلاہٹ جو خدمت میں رکھنے کے لئے ہے تاکہ منادی کا کام سیکھیں اورمنادی بھی کریں (متی ۴- ۱ سے ۳۳تک ہے) تیسری بلاہٹ رسالت اور پیغمبری کا عہدہ بخشنے کے لئے (لوقا ۵- ۱ سے ۱۱تک)دیکھواس لئے ہرسہ بلاہٹ میں فرق ہے وقت میں موقع میں ناموں میں۔

(۱۳ - شاہد)متی ۱۰ - ۳مرقس ۳-لوقا ۶ - ۱۶ میں دیکھو کہ حواریوں کے نام لکھے ہیں گیارہ ناموں میں سب کا اتفاق ہے بارھویں نام میں لوقااختلاف کرتاہے متی کہتاہے کہ وہ لبی ملقب بہ تھدی تھا مرقس تدی کہتاہے کہ لوقاکہتاہے کہ وہ یہوداہ یعقوب کا بھائی تھا۔ جواب رسولوں کے تواریخ میں لکھاہے کہ یہ رسول تین ناموں سے مشہور ہے یہودا، تدی لبی اور یہ ایک ہی شخص ہے پس کچھ اختلاف نہیں ہے۔

(۱۴ - شاہد) متی ۲۰، ۲۱، باب ومرقس ۱۱ باب سے معلوم ہوتاہے کہ جناب مسیح یریحو سے چل کر یروشلم میں آئے (یوحنا ۱۱ باب ، ۱۲ باب سے ظاہر ہے کہ افرائم سے چل کر بیت عنیاہ آئے اور رات کو وہاں رہے دوسرے روز یروشلم میں آئے۔ جواب متی مجمل لکھتاہے کہ یوحنا کچھ تفصیل بھی کرتاہے یہ کچھ بات نہیں ہے۔

(ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ اعتراض اور ان کے جواب کچھ بڑی بات نہیں ہے یعنی مولوی صاحب نے بیجا مہمل اعتراض کئے ہیں پر جوابوں کو بھی پسند نہیں فرماتے کیونکہ مصنف آدمی ہیں۔

(۱۵ - شاہد) مرقس ۱۴- ۱ سے ۸- متی ۲۶- ۱۴، لوقا ۷- ۳۹، یوحنا ۱۲- ۱ سے ۸ تک ان سب آدمیوں میں کئی وجہ سے مخالفت ہے۔

(اول) وقوع اس واقعہ کا موافق لوقا کے قبل خروج جلیل کے ہوا اور موافق تینوں کے متصل یروشلم کی صلیبی ہفتہ (۲)لوقا عورت کو فاحشہ بتلاتاہے متی ومرقس نیک کہتے ہیں یوحنا مریم لعزر کی بہن بتلاتاہے (۳) اعتراض مردم بجہت فحش تھا اور موافق ان تینوں کے بجہت اصراف مال (۴) لوقا اس فعل کا سبب پیار بتلاتا ہے اور وہ تین مسیح کا ہمیشہ نہ رہنا اور غیر کا ہمیشہ رہنا بتلاتے ہیں۔

پس جمہور کہتے ہیں کہ دو دفعہ یہ امر ظہور میں آیا ایک دفعہ کو لوقا اور دوسری دفعہ کو وہ تینوں بیان کرتے ہیں پر یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ تینوں کے بیان میں بھی اختلاف ہے(۱)متی ومرقس کہتے ہیں کہ عید کے دو دن بعد ہوا۔ یوحنا۔ عید سے چھ روز پہلے بتلاتا ہے (۲) دو شخص شمعون کا گھر بتلاتے ہیں اور یوحنا الیعذر کا گھر بتلاتاہے (۳) وہ کہتے ہیں کہ عطر سر پر ڈالا یوحنا کہتا ہے پاؤں پر (۴) متی معترض کو شاگرد بتلاتا ہے مرقس الفاظ عام بولتا ہے یوحنا کہتا ہے کہ یہودا اسکریوتی تھا (۵)مرقس عطر کی قیمت ۳سو سے زائد کہتا ہے یوحنا تین سو کہتاہے۔ پس اوریجن لاچار ہوکے تین واقعہ کہتاہے اور تاویل بعید ہے۔

(جواب) اگر اوریجن نے تین واقعہ بھی کہے تو بعید تاویل کیوں ہوئے کیا یہ تیل ملنے کا دستوراس ملک میں عام نہ تھا کہ تاویل بعید ہوئے۔ مگر ہم جمہور کے قول کو مانتے ہیں کہ دو واقعہ میں لوقا ضرور کسی اور عورت کا ذکر لکھتاہے کیونکہ لوقا ۸- ۱ سے معلوم ہے کہ وہ ذکر اس وقت کا ہے جب مسیح شہر شہر اپنے شاگردوں کے ساتھ پھرتا تھا اور (۷- ۱) سے ظاہر ہے کہ وہ کفر ناحوم میں تھا۔ پر واقعہ جس کا ذکر ہرسہ کرتے ہیں جب ہوا کہ مسیح بیت عنیاہ میں تھا (یوحنا ۱۲ - ۱ اور یوحنا ۱۱ - ۵۴) سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ وہ ظاہر نہیں

پھرتا تھا پس ضرور دو واقعہ ہیں اور نہ تاویل ہے مگر صاف ظاہر ہے کہ دو واقعہ ہیں پس ایک واقعہ جان کر چار وجوہات مخالفت بیان کرنا لاحاصل ہے۔

ہاں پانچ وجوہات جو قول جمہور پر ہیں جواب دینے کے قابل ہیں(پہلی وجہ کا جواب) متی ومرقس یہ نہیں کہتے کہ عید کے دوروز بعد یہ واقعہ ہوا ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ عید سے دو روز پیشتر یہ واقعہ ہوا ہے اور یوحنا بھی یہ نہیں کہتا کہ عید کے چھ روز پہلے یہ واقعہ ہوا ہے یوں کہتا ہے کہ مسیح عید چھ روز پیشتر بیت عنیاہ میں آیا تھا اور ضیافت کا دن نہیں بتلاتا کہ چھ دن میں سے کونسا دن تھا پر وہ دونوں بتلاتے ہیں کہ جب عید کے دوروز باقی تھے تب یہ ہوا پس یہ مخالفت نہیں ہے۔

(دوسرا جواب یہ ہے) متی کہتا ہے کہ جب یہودی مسیح کو پکڑنا چاہتے تھے تو یہودا ان سے جاملا اوریہودا کی بغاوت کا بنیاد کا شروع یہ عطر کا قصہ ہے پس قصہ جو چھ روز پیشتر کا ہے یہودا کی بغاوت کے دن میں جو عید کے دو دن پہلے ہوئی بیان کرتا ہے۔

(وجہ دوم کا جواب) شمعون ولعزر کا ایک ہی گھر تھا اور ہر گھر اپنے سب باشندوں کی طرف مضاف ہوتا ہے زید وعمر وبکر ملکی خواہ رشتہ داری خواہ دوستی کے سبب سے اگر ایک گھر میں رہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ گھر زید کا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ یہ گھر عمر کا ہے یا بکر کا ہے گھر ایک ہی ہے (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ یہ جعلسازوں کا دستور ہے کہ ایک گھر دو کے نام سے ثابت کریں تاکہ جب کوئی ایک پر نالش کرتے تو دوسرا دعویدار ہوجائے ۔ اس وقت امام صاحب کے فہم کی تعریف ہونا چاہیے کہ حضرت یہاں ملکیت کی دعویداری کا دو کی نسبت ذکر نہیں ہے صرف سکونت کے بارہ میں ذکر ہے اور یہ دستور جو مذکور ہوا ساری زمین پر جاری ہے۔

(درجہ سوم کا جواب) متی کی آیت ۷ سے ظاہر ہے کہ جب مسیح بیٹھے تھے تب اس عورت نے عطر کی شیشی سر پر ڈھائی تھی پس ضرور ہے کہ پیروں تک بہکے آیا ہو پس یوحنا نے سر کا ذکر چھوڑ کر پیر پوچھنے کا ذکر کیا تاکہ اس کی الفت کو ظاہر کرے اور ان دونوں نے شروع کا ذکر لکھا ہے پر اسکاٹ کہتا ہے کہ سر اور پیر دونوں پر تیل وعطر ملنے کا دستور تھا (ف) امام صاحب کہتے ہیں اتنا عطر تو کوئی امیر بھی کسی کے نہیں ملتا یہ سچ ہے کہ اس ملک کے امیر بھی خوشبو کی صرف پھیئے دیا کرتے ہیں ذرا سا عطر کپڑوں پر ملتے ہیں یا گلاب کے چھینٹے دیتے ہیں یا خوشبو کا ہاتھ موچھوں پر لگاتے ہیں اور یہ تفریح طبع کی بات ہے مگر یہود میں دستور کچھ اور ہی تھا جوان امیروں کے دستور سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا وہ سینگ میں تیل بھر کے بادشاہ اور کاہن اور نبی کے اوپر بوقت تقرر ڈالتے تھے اور یہ دینی رسم تھی اور ایک پاک بھید پر اس کا اشارہ تھا مسیح جو بپتسمہ کے وقت خدا کی طرف سے ہرسہ عہدے کے لئے ممسوح ہوا تھا روح کے تیل سے اس وقت اپنے کہانت کے کام پر جاتا تھا کہ اپنی قربانی کو آپ ہی باپ کے سامنے پیش کرکے سب کے لئے نجات حاصل کرے پس یہ ظاہری نشان اللہ نے اس عورت کے ہاتھ سے ظاہر کرایا۔

(وجہ چہارم کا جواب) معترض کے نام میں کچھ اختلاف نہیں ہے یہودا کہنا یا ایک شاگرد کہنا ایک ہی بات ہے کیونکہ یہودا بھی شاگرد تھا ہاں مرقس بعض کہتا ہے پر اس بعض کی تفسیر وہ بتلاتے ہیں کہ فلاں تھا۔

(وجہ پنجم کا جواب) تین سو سے زائد یا تین سو کہنا کچھ مخالفت نہیں ہے تخمیناً ہے ایک نے کسر پر چھوڑ کے عدد صحیح کا تخمینہ کردیا ایک نے زائد کی لفظ میں اجمالاً کسر بھی بتلادی۔

(ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ ناممکن ہے کہ دو یا تین دفعہ ہمیشہ تین ہی سو دینار کا عطر ہو جواب ایک ہی دفعہ کی بات ہے جس ہرسہ لکھتے ہیں تین دفعہ کا ذکر نہیں ہے اور تین سو دینار کے (۹۰) روپیہ ہوتے ہیں پس اس مطلب کے سامنے (۹۰) روپیہ کیا لاکھ بھی کچھ چیز نہ تھی اور لوقا میں اور ذکر ہے وہاں عطر کی قیمت کا ذکر نہیں ہے (ف) پھر امام صاحب کہتے ہیں کہ خدا کے انتظام میں ایک پل کا بل نہیں پڑتا تخمنینہ نہیں چاہیے لیکن قرآن میں لکھا ہے (قاب

قوسین اوادنیٰ) نزدیک ہوگیا دو کمان کے موافق یا اس سے بھی کم یہ تخمینہ ہے اور بھی بہت تخمینے ہیں۔

(۱۶۔ شاہد) متی ۲۴ باب لوقا ۲۱ باب مرقس ۱۳ باب کو دیکھو حواریوں نے ہیکل کی خرابی کی علامت اور مسیح کا نزول اور قیامت کا سوال کیا تھا اور مسیح نے جواب میں ان سب باتوں کو ساتھ ہی بتلایا تھا اور کہا تھا کہ جب تک یہ سب کچھ نہ ہولے اس طبقہ کے لوگ گذر نہ جائینگے پس ہیکل تو خراب ہوگئی پر اب تک قیامت نہیں آئی اور طبقہ اول کے لوگوں نے قیامت کو نہیں دیکھا۔

جواب اس کا یہ ہے کہ شاگردوں نے تین سوال کہ ہیکل کب برباد ہوگی اور قیامت کب آئیگی اور تو کب آئیگا ملاکے کئے تھے سیدنا مسیح نے ان کے جواب بھی ملاکے دئیے اگرچہ واقعات میں بہت سے زمانہ کا فرق ہے۔

مسیح نے یروشلم کی بربادی کی خبر دی اور کہا کہ یہ بربادی اس طبقہ کے لوگ بھی دیکھیں گے سو بہت لوگ اس وقت اس طبقہ کے زندہ تھے جنھوں نے دیکھا۔ پھر اس نے قیامت کی بابت بھی بتلایا مگر یہ نہیں کہا کہ اسی وقت قیامت آئیگی بلکہ آیت ۳۶ میں کہا کہ اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا (آیت ۱۴) میں کہا کہ انجیل کی تبلیغ ساری قوموں میں ہوگی اس وقت آخر ہوگا پس بربادی یروشلم کے ساتھ ہے قیامت کا وعدہ ہرگز نہیں ہے اور وہ جو امام صاحب لفظ ترت کو پکڑتے ہیں وہ اور معنی ہے یعنی جب تبلیغ سب جہاں میں ہوجائے اور مشرکین تمام ہوئے تب ترت قیامت آئیگی جیسے یہود کا وقت تمام ہونے کے بعد ترت یروشلم کی بربادی آئی تھی ان آیتوں کے معنی خزانتہ الاسرار میں دیکھنے چاہئیں۔

(۱۷۔ شاہد) متی ۱۲ باب ۳۹ وغیرہ سے معلوم ہے کہ مسیح نے اپنے مریدوں کاہنوں وفریسیوں وصدوقیوں سے یہی کہا تھا کہ تین دن اور تین رات زمین کے اندر رہونگا اس پر دو اعتراض ہیں۔

(اول) تین دن رات قبر میں نہیں رہا ایک دن اور دو رات رہا۔

(دوم) اگر یہ پیشنگوئی اس نے کی تھی توجی اٹھنے کے وقت شاگردوں نے تعجب کیوں کیا تھا

(جواب) تین دن رات کا ذکر عام محاورہ کے موافق ہے ورنہ اس سے مراد تیسرا دن ہے چنانچہ جمعہ کے روز شام کے چار بجے کے بعد دفن ہوا اور تیسرے دن اتوار کے روز علی الصباح جی اٹھا جیسا کہ جگہ جگہ لکھاہے کہ تیسرے دن جی اٹھونگا ویسا ہوا پر صرف متی میں ایک جگہ جو دن وار رات کا ذکر ہے وہ یونس کی تشبیہ کے ساتھ ہے اور اس سے مراد تیسرا دن ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یونس بھی اسی طرح تیسرے دن مچھلی کا پیٹ سے نکلا ہوگا یہ اعتراض کچھ کام ہی کا نہیں ہے کیونکہ واقعہ کی صورت اور سب اقوال مل کے مت کے قول کے معنی دکھلاتے ہیں۔ تعجب کا جواب یہ ہے کہ بشریت اور ضعف اعتقادی انسان کی اس کا باعث تھی جیسے قرآن میں ابراہیم کا ذکر لکھاہے کہ اس نے کہا اے خدا تو مردے کس طرح جلایا کرتا ہے مجھے دکھلا خدا نے کہا کہ کیا تو ایمان نہیں لایا اس نے کہا ایمان تو لایا پر اطمینان قلبی کے لئے مشاہدہ چاہتا ہوں۔

(۱۸۔ شاہد) ۱کرنتھیوں ۱۵۔ ۵ میں لفظ بارہ غلط لکھا ہے گیارہ چاہیے کیونکہ یہوداہ مرچکا تھا۔ چنانچہ مرقس ۱۶۔ ۱۴ میں بھی گیارہ لکھاہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ مسیح کو بعد جی اٹھنے کے پانچ سو سے زیادہ آدمیوں نے دیکھا ہے (۱کرنتھیوں ۵-۶) پس متیاس بھی اس کا دیکھنے والا تھا (اعمال ۱۔ ۲۱، ۲۲) کو دیکھو پس وہ رسول جو پانچ سو دیکھنے والے بتلاتاہے وہ متیاس کو گیارہ میں ملاکے بارہ بتلاتا ہے اور مرقس اس کو بھیڑ میں ملاکے گیارہ بتلاتا ہے یہ کچھ بات نہیں ہے اور امام صاحب کی باتیں توجہ کے لائق نہیں کیونکہ پولوس ضرور رسول ہے اور اس کا کلام خدا کا کلام ہے چنانچہ ناظرین کو تذکرۃ الابرار یعنی تفسیر اعمال کے دیکھنے سے معلوم ہوگا جو ابھی مطبع میں ہے۔

(۱۹۔ شاہد) وارڈ صاحب اپنے اغلاطنامہ کے صفحہ ۳۷ میں لکھتے ہیں کہ جان کالوں صاحب عقیدہ حواریوں میں شک رکھتاہے اور متی ۲۰۔ ۱۶ کے اس فقرہ کو (کہ بلائے ہوئے بہت پر چنے ہوئے تھوڑے ہیں) رد کرتا ہے دیکھو جان کالوں نے ہمیں دو باتیں عنایت کیں کہ ایک یہ کہ عقیدہ حواریوں کا جس پر عیسائیوں کا مدار ہے دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ وہ فقرہ انجیل میں مردود ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عقیدہ حواریوں سے مراد مولوی صاحب نہیں سمجھے وہ سمجھے کہ ان کے اعتقاد پر کالوں صاحب شک بتلاتے ہیں مگر مطلب یہ ہے کہ (ایک عبارت ہے) جس کا نام رسولوں کا عقیدہ ہے اور نماز کی کتاب میں وہ عبارت لکھی ہے اور ہم سب جو چرچ انگلینڈ کے ممبر کہلاتے ہیں اس عبارت کو حفظ رکھتے ہیں یہ جانتے ہیں کہ یہ ایمان کی عبارت حواریوں نے کلام سے انتخاب کرکے کلیسیا کو دی ہے جیسے بعض مسلمانوں میں (است باالله الخ) ایک عبارت ہے پس بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسولوں کے انتخاب کی ہوئی یہ عبارت ثابت نہیں ہوتی ہے کیونکہ ہزار برس تک تو اسکا ثبوت ملتاہے اور آگے نہیں ملتا اس لئے بعض فرقے کےعیسائی اسے پڑھتے ہیں اور بعض فرقے مطلق نہیں پڑھتے لیکن اس عبارت کا جو مضمون ہے اسے سب فرقے برابر مانتے ہیں پس اس عبارت کی تالیف پر اعتراض بعض کا ہے نہ اس کے مضمون پر جو مدار سب عیسائیوں کا ہے یہ تو کچھ بات ہی نہیں ہے جس کا ذکر مولوی صاحب نے کیا اور وہ انجیل کا فقرہ اگر کالوں صاحب کو اس پر شک ہے تو یہ ان کی رائے ہے پر ہر عالم کے سب خیالات مفتی نہیں ہوتے ہیں جمہور کے خلاف جو بات ہے قبول نہیں ہوسکتی ہے۔

(۲۰۔شاہد) مرقس ۲۔ ۲۶ میں لفظ امام ابیاتھر غلط لکھاہے بموجب (۱۔سموئیل ۲۱کے) اخی ملک چاہیے تھا جواب تفسیر اسکاٹ سے ثابت ہے کہ اخی ملک بڑا کاہن تھا اور ابیاتھر اس کا بیٹا چھوٹا کاہن تھا اور جب اخی ملک مرگیا تو اس وقت بیٹا اس کا بڑا کاہن ہوا مگر جب داؤد وہاں گیا اس وقت دونوں وہاں تھے اور چونکہ ابیاتھر اخی ملک کی نسبت زیادہ مشہور ہے اس لئے مرقس نے اس کا نام لکھاہے اگرچہ وہ اس وقت سردار کاہن نہ تھا صرف کاہن تھا مگر پھر سردار کاہن ہوگیا تھا اس لئے شخص پہلا اور عہدہ پچھلا ملا کے اس نے عام بول چال کے موافق بول دیا یا درکھنا چاہیے کہ ایسی نکتہ چینی سے کچھ نہیں ہوسکتا ضرور دین محمدی کی رونق دین عیسائی سے جاتی رہی ہے۔

(۲۱۔شاہد) متی ۲۔ ۹ میں لفظ یرمیاہ غلط لکھا ذکریا چاہیے تھا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ سہو کاتب کے سبب ذکریا کی جگہ یرمیاہ لکھا گیا ہے اگر یہ سچ ہے تو ممکن الوقوع صورت تو ہے اس لئے کہ یہ دو نو لفظ تحریر میں یونانی کے درمیان قریب شکل کے ہیں ممکن ہے کہ ایسی غلطی ہوئی ہو لیکن ڈاکٹر لائٹ فٹ صاحب تالمود سے معلوم کرکے کہتے ہیں کہ یہ تین حصوں میں اس وقت کلام الہٰی مشہور تھا پہلا حصہ توریت کا دوسرا زبور کا تیسرا یرمیاہ کا جس میں ملاکی تک سب کتابیں تھیں شاید اس مجموعہ کی طرف متی نے اشارہ کیا ہو کیونکہ اسی مجموعہ میں ذکریا کی کتاب بھی ہے بہر حال بعض کے نزدیک سہو ہے۔ اور بعض درست کہتے ہیں پر اس سے کوئی تعلیم نہیں بدلتی کچھ بات نہیں ہے۔ اب اعجاز عیسوی کا بیان تمام ہوا اور معلوم ہوگیا کہ تحریف لفظی عمدی کا ثبوت مسلمانوں کے پاس مطلق نہیں ہے ضرور بیجا دعویٰ ہے دشمنی کے سبب سے۔

فصل چہارم ہرسہ فصل کی تلخیص میں

باب ششم کی تین گذشتہ فصلوں میں اعجاز عیسوی کی تین فصلوں کا جواب لکھا گیا اگرچہ یہ فصلیں جدے مقصدوں کی تھیں پر ان کے اعتراض ایک ہی قسم کے تھے اس لئے راقم نے انہیں جمع کردیا۔ اب ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ مولوی صاحب نے اپنے دیباچہ میں کہا تھا کہ میں نے یہ مستقل رسالہ تحریف کے ثبوت میں لکھاہے مگر اب تک تحریف

ان سے ثابت نہیں ہوئی اور یہ سب باتیں جوآج تک ہوئیں ثبوت تحریف سے ان کا کچھ علاقہ نہیں ہے پس وہ اپنے دعوے پر دلیل نہیں دے سکتے اس باب کی پہلی فصل میں چودہ آیات توریت شریف سے نکال کے انہوں نے دکھلائیں اورکہا کہ ان کا مضمون بظاہر مخالفت رکھتاہے یہ تحریف کی دلیل نہیں ہے بالفرض اگریہ بات صحیح بھی ہو تو مصنف کی عقل کا نقصان ہوگا نہ تحریف کا ثبوت پر انہیں تفاسیر سے اور محققین کی رائے سے معنی بتلائے گوے اور تاویلیں بھی دکھلائی گئیں اگروہ ان تاویلات کو قبول نہ کریں تو قرآن کی نسبت جو اعتراض آتے ہیں وہاں بھی تاویلات قبول نہ ہونگی۔

دوسری فصل میں ۶۴ فساد انہوں نے دکھلائے سوان کے جواب بھی مع ثبوت مشرح سنائے گئے ان اعتراضوں کو بھی ثبوت دعوےٰ تحریف سے کچھ علاقہ نہیں ہے اس کے بعد مولوی صاحب نے ڈاکٹر وزیر خان کے لکھوانے سے (۷۰ اعتراض) اللہ پاک کی ذات پر بھی کردیئے حالانکہ وہ سب اعتراض یا ان کے امثال قرآن پر بھی پڑے ہیں چنانچہ آگے کچھ ذکر بطور نمونہ کے آنے والاہے اس کا بندوبست مولوی صاحب نے کچھ نہیں کیا۔

وزیر خان صاحب توعربی سے ناواقف تھے ان کو کچھ معلوم نہ تھا کہ قرآن پر بھی یہ اعتراض کرینگے پر مولوی رحمت اللہ صاحب ایک لائق آدمی اور ذی استعداد شخص عربی کے تھے انہوں نے بھی ایسے اعتراضوں سے وزیر خان کو منع نہ کیا بلکہ ہنس ہنس کے میرے سامنے ایسے اعتراض لکھا کرتے تھے ان باتوں کو بھی ثبوت تحریف سے کیا علاقہ ہے امام صاحب بھی یہاں پر چپ کرگئے اور گویا اقرار کرگئے کہ مولوی صاحب کی غلطی ہے۔

وہ جاہل جوکہتے ہیں کہ اگر دین عیسائی حق ہے توسب محمدی عالم عیسائی کیوں نہیں ہوجاتے ان کو چاہیے کہ ان کی چال ڈھال سے اوران کے خیالات سے اوران کی باتوں سے ان کی دلی حالت کو معلوم کریں توعیسائی نہ ہونے کا سب فوراً معلوم ہوجائے گا۔

تیسری فصل میں عہد جدید پر (۲۱) اعتراض اور کئے ہیں اور واہیات باتوں کا ایک ڈھکوسلا بنایا ہے وہ اعتراض حق جوئی کے طور پر نہیں ہیں زبردستی الزام لگانے کے لئے ہیں پر انہیں ثبوت تحریف سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔

کوئی کامل دلیل ان مولفوں نے آج تک اپنے دعویٰ پر نہیں دی اور قیامت تک دے بھی نہیں سکتے کیونکہ کوئی دلیل ہے ہی نہیں ناحق ان لوگوں نے آگرہ کی گلیوں میں شور مچایا تھا اور ایک بزرگ خدا پرست حق گو پادری فنڈر صاحب کے ساتھ ناحق مقابلہ کرنے پر مستعد تھے۔

اب آگے چل کر مولوی صاحب نے ایک تلخیص اورمیزان الحق کے باب اول کی فصل سوم کا جواب بھی لکھا ہے پرمدار ان دونوں باتوں کا انہیں گذشتہ فصلوں پر ہے اورجب ان کے زور کی جڑہی کٹ گئی توآگے بولنا عبث ہے اس لئے میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا ۔لیکن اب میں قرآن اوراس کے مولف یامصنف کی طرف اس لئے توجہ کرتاہوں کہ انہیں دکھلاؤں کہ ایسے قسم کے اعتراض وہاں پر بھی کرتے ہیں ان کے کیا جواب ہیں تاکہ ہمارے جواب ان کی سمجھ میں آجائیں اور یہ بھی غلط دکھلانا منظور ہے کہ کونسی باتیں بطلان دین محمدی کی ہیں جو اسلام میں پائی جاتی ہیں ذرا ان پر بھی سوچیں۔

ابھی اعجاز عیسوی کے مولف جیتے امید ہے کہ کچھ جواب لکھیں گے یا ان کے معاون جو ہندوستان میں موجود ہیں کچھ بولیں گے ور نہ خدا سے ڈر کر اس غفلت دیرینہ سے جو عرب سے یہاں آئی ہے اور تمام انبیاء سلف کے برخلاف ہے جس میں ہمارے باپ دادے خواہ دھوکا کھاکے خواہ جان کے ڈرسے پھنس گئے تھے نکل آئیں خدا سب کو بلاتا ہے اوراب تمہارے پاس بھی اس کا پیغام آپہنچاہے اس کی نافرمانی اور تعصب کی پیروی الہیٰ عدالت میں بہت نقصان پہنچائیگی ۔ بس بھائیو ہوشیار ہوجاؤ آئندہ مختار رہو۔

(ف) ۳۹ برس ہوئے کہ میں نے ہدایت المسلمین لکھی تھی اور بعض مسلمان مکہ میں وزیر خان اور مولوی رحمت اللہ صاحب کے پاس لے گئے تاکہ جواب لکھوا کے لائیں اور وزیر خان نے بمبئی میں ایک سوداگر کو خط لکھ کے تحقیق الایمان کو بھی منگوایا تھا پر تو بھی بغیر جواب لکھے مدت بعد وزیر خان نے انتقال کیا اور توبہ بھی نہ کی پر اب تک مولوی رحمت اللہ صاحب زندہ ہیں پر کچھ نہیں لکھتے ہاں دو شخص ان کے معاونوں میں سے اٹھے ہیں اور کچھ لکھا ہے ایک تو دہلی کے امام صاحب جن کی باتوں کا جواب موقع بموقع اوپر آتا گیا ہے۔

دوسرے مولوی سید محمد صاحب جو مستعد و معتبر آدمی ہیں شاید ہمارے پرانے دوست بھی ہیں انہوں نے ایک کتاب تنزیہ الفرقان لکھی ہے اور وہ بہت امید میں تھے کہ کوئی آدمی ہدایت المسلمین کا جواب لکھے جب کسی نے نہیں لکھا اور عرصہ گذر گیا تب ان صاحب نے قلم اٹھایا مگر امام صاحب کے جواب کو انہوں نے کالعدم تصور فرمایا تھا۔ پھر چونکہ ہدایت المسلمین کے دو حصے ہیں ایک حصہ تو تمام ہوگیا اس گذشتہ حصہ کی بابت مولوی سید صاحب نے کچھ نہیں لکھا اور یہ ان کی حقیقت میں دانائی تھی۔ پر آئندہ بیانات پر وہ اپنی کتاب لکھتے ہیں اس لئے اب وقت بوقت ان کا ذکر بھی آتا جائیگا اور ان دونوں صاحبوں کی کتابوں کی نسبت جو میری رائے ہے اس کتاب کے آخر ضمیمہ میں آئیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب ہفتم محمدیت کے بیان میں

کہ محمدیت یا اسلام کیا چیز ہے اس باب میں بھی چار فصلیں ہیں

فصل اول حضرت محمد صاحب کے بیان میں

حضرت محمد صاحب کا احوال جو کتب سیر اور قرآن وحدیث کے دیکھنے سے ہمیں معلوم ہوا اور ہر حق جو دانا کو معلوم ہوسکتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عرب میں شہر مکہ کے اندر ایک بت خانہ تھا جس کا نام کعبہ ہے محمد صاحب کے آباؤ اجداد وہاں کے پجاری تھے ہر سال وہاں میلہ لگا کرتا تھا جس کو اب حج کہتے ہیں اور پہلے اسے موسم کہا کرتے تھے اہل عرب وہاں جمع ہوکے شراب پیتے اور شعر پڑھتے جانور ذبح کرتے تھے اور وہاں کے بتوں کی پرستش بھی کرتے تھے اور اس مکان کا پرکرما یعنی طواف بھی کرتے تھے قدیمی رسم یوں چلی آتی تھی جب محمد صاحب پیدا ہوئے اور جوان ہوگئے اور روزگار کی فکر ہوئی تب خدیجہ ایک مالدار بیوہ عورت کے گماشتے ہوگئے پھر خدیجہ نے ان سے نکاح کرلیا اور عورت کے مال سے کچھ مالدار ہوگئے اور کئی جگہ کے سفر بھی کر گذرے چونکہ محمد صاحب نے کئی جگہ میں عیسائیوں کی کچھ باتیں سنی تھیں اور بت پرستی کے عیوب ان پر کھل گئے تھے اس لئے بت پرستی سے جو ان کا آبائی دستور تھا متنفر ہوگئے تھے۔

بت پرستی ایسا امر ہے کہ ان پڑھ آدمی بھی ذرا فکر کرتے تو اس کی قباحتیں اور برائیوں کو جلد معلوم کرسکتا ہے خصوصاً ذہن آدمی اور تجربہ کار جہاں دیدہ شخص بہت اچھی طرح اس سے متنفر ہوجاتا ہے۔ بت پرستی کا بہت غوغا ان لوگوں میں رہتا ہے جو کسی جگہ میں جتھا باندھ کر رہتے ہیں اور اقوام متفرقہ سے میل نہیں رکھتے اور غیر ملکوں کے آدمیوں کے خیالات سے کم واقف ہوتے ہیں اور بیہودہ تاویلات میں پھنسے ہوتے ہیں۔ پر جو لوگ اقوام متفرقہ سے ملاپ رکھتے ہیں ان کی عقل میں ایک روشنی ہوتی ہے وہ بت پرستی کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتے۔

دیکھو ہندوستان میں پہلے کیسی سخت بت پرستی تھی جب مسلمان آئے اور انکے خیالات ہندوؤں کو معلوم ہوئے تو بت پرستی گھٹنی شروع ہوئی اب انگریزی عہد میں جو علم نے زیادہ ترقی پائی تو بت پرستی کسی قدر کم ہوجاتی ہے اور ہندوؤں میں سے آپ ہی لوگ اٹھتے ہیں کہ بت پرستی کو مٹادیں اسی طرح جب محمد صاحب نے کار تجارت اختیار کیا اور یہودیوں اور رومن کیتھولک عیسائیوں وغیرہ قسم قسم کے لوگوں سے ملاقات ہوئی تب طبعیت کی وہ

تاریکی جو عادات خاص قوم سے پیدا ہوتی ہے اور بت پرستی کا باعث ہے دور ہو گئی اور اپنے آبائی طریقہ کو برا جانا اور حق دین کی تلاش پیدا ہوئی چنانچہ سورہ الضحیٰ میں لکھا ہے (ووجد ک ضالاً فھدی) اے محمد پایا تجھے اللہ نے گمراہ پس ہدایت کی تفسیروں میں ہے کہ محمد صاحب کے پاس کوئی دین نہ تھا اور باپ دادے کے دین سے انہیں نفرت ہو گئی تھی اس لئے پریشان تھے کہ کیا کریں پس انہیں خدا نے دین اسلام دیا۔

اس بیان سے ہماری مراد یہ ہے کہ نبوت سے پہلے ضرور محمد صاحب متلاشی حق تھے اور اسی مطلب کے لئے عیسائیوں ویہودیوں سے بہت ملاقاتیں کیں اور ان کی باتیں سنیں مگر کسی کو بھی پسند نہ کیا بلکہ ان دونوں سے بھی ان کا دل ہٹ گیا۔اسکا ذکر پہلے سپارہ کے ۱۳ رکوع میں ہے (قالت الیھود لست النصاریٰ علی شی وقالت النصاری لیست الیھود علی شئ رھم بتلون الکتاب کذالک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم فالہ محکم بھینم یوم القیامۃ فیما کانوفیہ ینختلون)یہودی کہتے ہیں عیسائی کچھ راہ پر نہیں ہیں اور عیسائی کہتے ہیں یہودی کچھ راہ پر نہیں ہیں اسی طرح عرب کے جاہل بھی کہتے ہیں پس اللہ حکم کریگا ان میں قیامت کے جس بات میں یہ جھگڑتے ہیں۔

پس یہ آپس کے جھگڑے اور اختلاف دیکھ کے حضرت سب سے بیزار ہوگئے اور شروع میں ایک قسم کی گوشہ نشینی صوفیہ کے طور پر انہوں نے اختیار کی اور غار حرا میں کبھی کبھی خلوت میں بیٹھنے لگے۔

یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ محمد صاحب نے ایسا کیوں کیا بہت لوگ ہیں جو اختلاف سے گھبرا کے مطلق حق بات کو چھوڑدیتے ہیں ان میں ہمت اورطاقت اتنی نہیں ہوتی ہے کہ اختلاف میں سے حق بات کو نکال لیں اور نہ کوئی انہیں اچھا استاد بہم پہنچتا ہے کہ اس سخت راہ کو طے کرادیں تب وہ کنارہ کش ہوکے اپنی عقل سے کچھ نئے خیالات نکالتے ہیں بعض دہریہ ہوجاتے ہیں بعض صوفی بن جاتے ہیں بعض شتر بے مہار ہوکے کسی قسم کے فقیر بن جاتے ہیں اسی طرح محمد صاحب کا احوال ہوا اگر انہیں علم ہوتا تو بہتر تھا شاید وہ نہ گھبراتے بلکہ اختلاف کی برداشت کرکے سچائی کو نکالتے ان میں طبعی استعداد تو تھی مگر تربیت نہ پائی تھی اس لئے یہ گھبراہٹ پیدا ہوئی۔

اب محمد صاحب جو غار حرا میں عابد بنکے بیٹھنے لگے تو ضرور ہے کہ وہاں بیٹھے بیٹھے قسم قسم کے خیالات ذہن میں آتے ہونگے جیسے اکثر بیکار گوشہ نشینوں کے ذہن میں آیا کرتے ہیں بعض غوثیت وقطبیت اورولایت کے دعویٰ کرنے لگتے ہیں بعض آپ کو سالک عابد مقرب خیال کرتے ہیں بعض مکاری پر کمرہ باندھ کے جہاں کو ٹھگنا چاہتے ہیں تاکہ اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کریں اسی طرح حضرت نے بھی نبوت کا دعویٰ کردیا اوراس خیال سے کہ یہودی کسی اور نجات دہندہ کو منتظر ہیں جو انہیں دنیاوی حکومت دیگا شاید میری طرف متوجہ ہوں اس لئے یروشلم کی طرف منہ کرکے نماز کرنا شروع کیا اور یہ طور حضرت کا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت نہ فریب خوردہ تھے بلکہ کچھ حکمت دل میں آگئی تھی۔

لیکن حضرت میں کوئی نبوت کا نشان نہ تھا بلکہ ساری باتیں عہدہ نبوت کے برخلاف ان میں تھیں اسلئے یہودیوں نے کچھ توجہ نہیں کی۔

تب حضرت نے اس خیال کو چھوڑدیا اور دوسری چال اختیار کی یعنی عرب کی قدیمی عادت کے موافق اب کعبہ کی طرف نماز کرنے لگے تاکہ عرب کے لوگوں کا دل ہاتھ میں لائیں دوسرے سپارہ کی پہلی رکوع میں ہے کہ قدنری تقلب وجرھک فی اسماع فلنو لینک قبلۃ صھا فول وجھہ شطر المسجد الحرم وحبت ماکنتمہ فولو وجو ھکم شرہ گویا خدا کہتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں پھر پھر جانا تیرے منہ کا آسمان میں سو ضرور ہم پھرینگے تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہے اب پھیر اپنا منہ کعبہ کی طرف اور جس جگہ تم ہو اسی طرف منہ پھیرا کرو۔

(مولوی عبد القادر کا فائدہ) حضرت جب مکہ سے مدینہ میں آئے توسوا برس بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی پھر کعبہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم آیا تب یہودی اور بعض کچے مسلمان انکے بہکانے سے شبہ ڈالنے لگے کہ وہ کعبہ سب نبیوں کا تھا اس کو چھوڑنا نبی کا نشان نہیں اللہ نے آگے ہی فرمادیا کہ لوگ یوں کہیں گے۔

واہ کیا خوب پیشنگوئی ہوئی کہ لوگ یوں کہینگے یہ بات تو عقل بھی کہتی تھی کہ لوگ یوں کہینگے اس کا جواب دینا چاہیے تھا کہ آگے ہی سے فرمادینا۔

(عبدالقادر کا دوسرا فائدہ) جب تک بیت المقدس کی طرف نماز تھی حضرت کا دل کعبہ ہی کو چاہتا تھا نماز میں آسمان کی طرف نگاہ کیا کرتے تھے کہ شاید کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم کوئی فرشتہ لاتا ہو پھر یہ آیت اتری تب سے کعبہ مقرر ہوا۔ عبد القادر کی تقریر سے اور اس قرآنی عبارت سے کہ (قد نریٰ وجھک فی السماع) یہ بات خوب ثابت ہے کہ محمد صاحب یروشلم کی طرف اگرچہ سجدے کرتے تھے مگر دل سے راضی نہ تھے کیونکہ اسی کعبہ کو پسند کرتے تھے جس کی پرستش کرتے ہوکے چالیس برس کی عمر آچکی تھی اگرچہ وہاں اب تک بت بھرے تھے (جلالین میں لکھا ہے کہ وکان صلعم یصلی الیہا فلما ھاجر امر ماستقبال بیت المقدس تالفا للھود فصلی الیہ سنۃ وسعبۃ عسر شھر اثم حولہ) پیدائش سے ہجرت تک محمد صاحب نے کعبہ ہی کو سجدہ کیا ہے مگر جب مکہ سے مدینہ میں آئے تو یہودیوں کے راضی کرنے کو بیت المقدس کی طرف نماز کرنے لگے ایک برس یا سترہ مہینے اس طرف نماز کرتے رہے پھر ادھر سے پھر گئے اور اسی کعبہ کی طرف سجدے کرنے لگے (ف) اب اگر کسی آدمی کی تمیز میں کچھ زندگی ہے تو معلوم کرلے کہ اس شخص کے دل میں کیا ہے۔ پس محمد صاحب نے یہودیوں سے نا امید ہوکے اب عرب ہی کو ترغیب دینی شروع کی اور اہل مدینہ کی مدد سے فوج کشی کرکے مکہ پر حملہ کیا اور اسے قبضہ میں کیا اور اب بت نکالے اگرچہ اتنی مدت سے بتوں کی بھری ہوئی مکان کی طرف سجدہ کیا تھا پر ان کی غرض اس مکان کی طرف سجدہ سے تھے نہ مکین کی جو بت تھے۔

اب محمد صاحب نے عرب کو ترغیبیں دینی شروع کیں اور قسم قسم کے لالچ اپنے مومنین کے لئے مہیا کردئیے (پہلا لالچ) لوٹ کے مال کا جس میں سے پانچواں حصہ آپ لیتے تھے اور باقی بانٹ دیتے تھے۔ دسویں سپارہ کی پہلی آیت میں ہے واعلموا لنما غنمۃ من شئی فان خمسہ والرسول الح) معلوم کرو اے مسلمانوں کہ جو کچھ لوٹ کے چیز لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور رسول کا ہے اور قرابتی اور یتیم اور محتاج اور مسافر کا ہے (عبد القادر صاحب نے لکھا ہے) کہ لوٹ کے مال کا پانچواں حصہ محمد صاحب کے لئے اس واسطے درکار ہے کہ ان کو اپنا خرچ اور اپنے رشتہ داروں کا خرچ اور محتاجوں کا خرچ بھی ضرور ہے باقی چار حصے رہے ان میں سے دو سوار کے اور ایک حصہ پیادہ کا ہے (دوسرا لالچ عورتوں کا) محمد صاحب نے اجازت عام دی کہ جو عورتیں جنگ میں کافروں کے ہاتھ آئیں ان سے صحبت کرنا اللہ کی طرف سے تمہیں جائیز ہے سورہ نساء میں ہے (الا مالک ایما نکمہ کتاب اللہ علیکمہ) مگر جو عورتیں لڑائی میں تمہارے ہاتھ آجائیں تو وہ حرام نہیں ہیں حکم ہوا ہے اللہ کا تم پر۔ خیال کرو کہ اس حکم پر کسی قدر عیاش لوگ جہاد میں جانے کو تیار ہوئے ہونگے۔ (تیسرا لالچ جسمانی بہشت کا جس میں ہر قسم کی جسمانی خواہش کی تکمیل کا پورا ذکر ہے شراب کباب اور خوبصورت عورتیں اور خوبصورت لونڈی اور ریشمی کپڑے اور جو مزہ تمہارا دل چاہے وہی وہاں ہے پس اگر مرگئے تو وہ مزے اور جو جیتے آئے تو یہ مزے کہ مال اور عورتیں ساتھ ہیں پھر کھو کہ عوام اس کے پاس جمع نہ ہوں تو کیا کریں یہ چیزیں تو وہ دن بھر تلاش ہی کرتے پھرتے ہیں مگر یہ کھو کہ یہ شخص اللہ کا رسول ہے اللہ پاک ہے (چوتھا لالچ اپنوں کی طرف داری کا) حضرت محمد صاحب نے شروع ہی سے اس کی بنیاد ڈالی کہ اپنے مسلمانوں ک زیادہ رعایت کی جائے اور جو مسلمانوں نہیں ہیں وہ ذلیل وخوار سمجھے جائیں اور جب کوئی دنیاوی بادشاہ یا سردار یہ کام کرتا ہے تو جس قوم کی وہ رعایت کرتا ہے اکثر جہاں بلکہ اہل علم شریف بھی کثرت سے اس کی طرف جھک جایا کرتے ہیں محمد صاحب کی یہ عادت سورہ فتح کے آخر

میں لکھی ہے محمدی رسول اللہ والذین معہ اشداع علی الکفارہ رحما بینھم محمد صاحب اللہ کا رسول اور جو لوگ اس کے ساتھی ہیں سختی کرنے والے ہیں کافروں پر اور آپس میں نرم دل ہیں اب کہیں کہ اسلام نہ بڑھے تو کیا ہو اس کی ترقی تو اب ضرور ہو گی حکام انگریزی عیسائیوں کی کچھ طرفداری نہیں کرتے ہیں بلکہ جیسی سب رعیت ویسی وہ بھی سمجھی جاتی ہیں پر مسلمانی عہد میں جیسی عزت مسلمان پاتے ہیں ویسی دوسرے لوگ نہیں پاسکتے۔

(پانچواں باعث اپنی طرف کھینچنے کا) وہ جھوٹی دہشت ہے جو دوزخ اور سزا کی بابت محمد صاحب نے سنائی اور عذاب قبر کی بابت بھی کچھ کچھ کہا جو صریح البطلان باتیں ہیں محمد صاحب نہ حقیقی ثواب سے واقف تھے نہ حقیقی عذاب سے پر خوب مبالغہ کرکے جس قسم کا دکھ ان کے خیال نے تجویز کیا انہوں نے اہل سزا کے حق میں کہا جیسے جس قسم کا بہشت خیال میں آیا وہ بتلایا۔

غرض ایسی ایسی بات ترغیبات سے عرب کے لوگ جنہیں محمد صاحب (لا یعلمون)یعنی جاہل بتلاتے ہیں ان کے ساتھ ہوگئے اور بعض خواص بھی جو پہلی بت پرستی کرتے تھے ان کا جتھا یا وحدت مجرو کی تعلیم پسند کرکے ان کے فریب میں آگئے کیونکہ محمدی نیا مذہب عرب کی بت پرستی سے ضرور بہتر تھا اگرچہ خدا کا دین نہ تھا محض انسانی تجویز تھی جسے ایک قسم کا عقلی مذہب کہنا چاہیے۔ محمد صاحب نے اپنے مذہب کی بنیاد اس طرح ڈالی گویا ابراہیم خلیل اللہ کے مذہب کو ان میں زندہ کرتے ہیں جب ابوبکر وعمر وغیرہ چند معزز شخص مسلمان ہوگئے پھر تو بہت تقویت ہو گئی شاید کوئی کہے کہ یہ لوگ کیوں مسلمان ہوئے تھے انہوں نے کیا دیکھا تھا جواب یہی ہے کہ انہیں ترغیبات مذکور میں پھنس گئے تھے اور امیدوار تھے کہ محمدی بادشاہت ہوجائیگی اور ہم اس کی وراثت پائینگے اور اسی طمع پر ابوبکر نے نو برس کی لڑکی حضرت کو دے دی تھی اور یہ بھید گو اس وقت کھل گئے تھے جب محمد صاحب انتقال ہوا کہ ان کی جگہ خلافت لینے کے لئے جو ان کی اصل غرض تھی جھگڑا برپا ہوگیا بلکہ ابوبکر نے حضرت کی بیٹی کو لات ماری اور اس کا باغ فدک چھین لیا اور علی کو محروم کرکے آپ خلافت دبا بیٹھا حضرت کے دفن سے پہلے ہی تکرار شروع کردی۔

اور اس کے بعد ہمیشہ روپیہ پیسہ اور ملک گیری ہی کے لئے فساد ہوتے رہے یہاں تک کہ حضرت کے نواسے امام حسین وحسن بھی اسی بادشاہت اور خلاف کی فکر میں زید کے حکم سے مارے گئے ان کے بعد نسلاً بعد نسلاً بادشاہان اسلام نے بھی دنیاوی طمع اور جان کے خنئف سے ہزارہا آدمی مسلمان کرڈالے انہیں مسلمانوں کی اولاد جنکی اسلام کی بنیاد ہے مقدوح ہم ہر طرف پھرتے دیکھتے ہیں اور یہ مسلمان جواب ہیں چونکہ یہ اسی حالت میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے انہیں اپنے آبائی طریقہ کی حمیت اور تعصب نے دبالیا ہے کہ وہ اسے حق جانتے ہیں اور فکر نہیں کرتے ہم بھی انہیں میں سے تھے خدا نے ہم پر فضل کیا کہ اپنے سچے دین کی راہ میں بلایا اس بات پر خدا کا لاکھ شکر ہے یہاں تک ناظرین کے لئے مختصر احوال محمد صاحب کا بیان ہوا اگر کوئی آدمی حضرت کے احوال مفصل سے خبردار ہونا چاہے تو بندہ کی تواریخ محمدی کو پڑھے تب اسے سب کچھ معلوم ہوجائیگا کہ حضرت کیسے شخص تھے (ف) اس فصل کے جواب میں اگرچہ چند سخت لفظ تو امام صاحب نے سنائے مگر انہوں نے اور مولوی سید صاحب نے کچھ نہیں لکھا اور کچھ جواب ان باتوں کا نہ دے سکے جو قرآن کی بعض آیات سے اوپر کچھ لکھا گیا ہے اور حقیقت میں ان کا جواب کچھ نہیں ہے کیونکہ فی الواقع یہی حال ہے۔

فصل دوم مسلمانوں کے بیان میں

چونکہ مولوی رحمت اللہ صاحب نے کہیں کہیں عیسائی فرقوں پر بھی طنز کی ہے اور ان کے مختلف عقاید یا خیالات دکھلاکے اشارۃً یا صراحتہً یہ دکھلایا ہے کہ جب عیسائی مختلف فرقے یوں اختلاف کرتے ہیں تو پھر ان پروٹسنٹ لوگوں کی بات کیونکر تسلیم کے لائق ہے

اور، اور مسلمان بھی ایسی باتیں اکثر بولتے ہیں اس لئے مناسب ہے کہ اسلام کے فرقوں کی کیفیت بھی ناظرین کو دکھلائی جائے پس میں غنیتہ الطالبین میں سے اسلام کے فرقوں کا ذکر سناتا ہوں تا کہ ان کی بھی کیفیت عوام کو معلوم ہوجائے۔

ایک قسم کے مسلمان ہیں جو خارجی کہلاتے ہیں یہی لوگ حضرت علی کو مارنے نکلے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کسی حاکم کا حکم نہ مانینگے صرف خدا ہی کا حکم مانینگے۔ کیونکہ ہم نے مسلمان ہوکے اپنی جان خدا کے ہاتھ فروخت کی ہے اور یہ لوگ اماموں کے سر کاٹتے تھے اور محمد صاحب کے ساتھیوں کو گالیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قیامت کے دن محمد صاحب شفاعت نہیں کراسکتے اور یہ لوگ عذاب قبر اور حوض کوثر کے بھی قائل نہ تھے۔ جزائر عرب اور شہر عمان وموصل وحضرت میں رہتے تھے ان کے پیشوا عبداللہ بن زید ومحمد بن حرب ویحییٰ بن کامل وسعید بن ہارون وغیرہ گذرے ہیں لیکن شیعہ لوگ اور سنی مسلمان ان کو کافر کہتے ہیں حالانکہ ایک ہی قرآن اور ایک ہی قبلہ ورسول ان کا اور انکا ہے۔

خارجیوں میں پندرہ فرقے ہیں (۱) فرقہ بخدات جو نجد بن عامر کے شاگرد ہیں۔(۲)فرقہ تمیم یہ عبداللہ بن ناصر کے رفیق ہیں کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایک دفعہ بھی جھوٹ بولے یا کوئی صغیرہ گناہ بھی کرے اور اس پر اصرار کرے تو وہ مشرک ہے اور جو کوئی زنا چوری شراب خواری بھی کرے پر اس پر اصرار نہ کرے تو وہ مسلمان ہے۔

اور اماموں کی کچھ حاجت نہیں ہے (۳) فرقہ ارزقہ نافع بن ارزق ان کا امام گذرا ہے کہتے ہیں دنیا کفر کا گھر ہے اور ہر کبیرہ گناہ کفر ہے اور کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ وعمر بن عاص معاویہ وعلی کے درمیان پنج بنی کے سبب کافر ہوگئے تھے یہ لوگ کفار کے بچوں کو بھی قتل کرنا درست جانتے ہیں پر کسی کو سنگسار کرنا درست نہیں جانتے ہیں جو کوئی کسی خصم والی عورت کو عیب لگائے اسے مارو مگر جو رووالے مرد کو عیب لگانے سے نہ مارو (۴) فرقہ فرنگیہ یہ لوگ ابن فرنگی کے دوست ہیں۔

(۵) فرقہ عجاز عبدالرحمٰن بن عوف عجرو کے شاگرد ہیں۔ (۶) فرقہ میمونیہ ہے بیٹوں کا نکاح بیٹوں سے کرنا درست جانتے ہیں (یعنی سورہ نساء ۳ رکوع میں جو یہ عورتیں حرام ہیں اسکے خلاف بولتے ہیں۔شاید یہ آیات ان کے نزدیک درست نہیں ہیں۔(۷) فرقہ حازمیہ ہے حازم بن عاصم کے مرید ہیں دوستی ودشمنی کو خدا کی دو صفتیں بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی خدا کے سب نام جانے وہ جاہل ہے اور آدمیوں کے افعال کا خالق خدا نہیں ہے وہ خود اپنے افعال کے خالق ہیں (۸) فرقہ مجہولیہ ہے کہتے ہیں کہ اگر کوئی خدا کے بعض نام بھی جانتا ہو وہ عالم ہے جاہل نہیں ہے۔ (۹) فرقہ صلیہ عثمان بن صلیہ کے مرید ہیں(۱۰) فرقہ اخفشیہ ہے جو اخفش کی طرف منسوب ہیں کہتے ہیں کہ مالک اپنے غلام کی خیرات اور غلام اپنے مالک کی خیرات جب محتاج ہو تو سکتا ہے (۱۱) فرقہ طرفیہ ہی کہتے ہیں کہ اگر کوئی رسول کا انکار کرے یا دوزخ وبہشت کا بھی انکا کرے اور سادی بدیاں بھی کیا کرے مگر خدا کو جانتا ہو کہ وہ میرا خالق ہے تو وہ شخص شرک کفر سے پاک ہے اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ساتویں سپارہ کی ۸ رکوع میں جو لکھا ہے (کالذی استھوتہ الشیطان فی الارض حیران لہ اصحاب یدعونہ الی الیھود)یعنی جیسے ایک شخص کو بھلادیا جنوں نے جنگل میں بھٹکتا ہے اس کے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف۔

یہ آیت حضرت علی کے حق میں ہے حیران سے مراد وہی شخص ہے کیونکہ علی مرتضیٰ کے دوست اس کو ہدایت کی طرف پکارتے تھے کہ اسلام پر قائم رہ مگر وہ نہیں رہتا تھا۔(۱۲)فرقہ اباضیہ ہے عبداللہ بن اباض کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ خدا کا فرض سب پر یہ ہے کہ اس پر ایمان لائیں اور گناہ کبیرہ شرک نہیں ہے کفران نعمت ہے (۱۳) فرقہ بیسہ ہے ابن بہس جابر خارجی کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ جب تک سب حلال وحرام چیزوں سے آدمی واقف نہ ہو مسلمان نہیں ہوسکتا اور جب تک حاکم بدکار آدمی کو سزا نہ دے تب تک بدی کرنے سے بھی کافر نہیں ہے۔ (۱۴) فرقہ شمراخیہ ہے عبداللہ بن شمراخ کے مرید ہیں۔ ایک اور فرقہ بھی ہے جو

بدعیہ کہلاتے ہیں اور مثل ارزقیہ کے ہیں اور نماز کی دو رکعت صبح ودو رکعت شام کو بتلاتے ہیں یعنی یہ دستور جوجاری ہے اسے قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ کفار کی عورتوں اور بچوں کو بھی مارو جیسے سورہ نوح کے آخر میں لکھاہے (لا تذرعلی الارض من الکافرین ضیالما) نہ چھوڑوزمین پر کافروں کی کوئی بستی ۔عرض یہ خارجی علی کے دشمن ہیں اور بہت باتوں میں ان کی راہ جدی ہے قرآن توایک ہی ہے مگر ان کی روائتیں بہت ہیں جو برخلاف اوروں کے ہیں۔

دوسرے قسم کے مسلمان

شعیہ ہیں یہ خارجیوں کے مقابلہ میں ہیں علی کی بڑی عزت جانتے ہیں اوراماموں پر عاشق ہیں ان کے عقائد پر عوام بھی ہنستے ہیں وہ اپنے معتقدوں اماموں کی فضیلت اور سنیوں کے بزرگوں کی حقارت چپکے چپکے سکھلاتے ہیں خلیفہ عثمان کو جس نے قرآن جمع کیا ہے کافر بتلاتے ہیں اورابوبکر کو جوپہلا گدی نشین محمد صاحب کا تھا بے ایمان کہتے ہیں اور عمر خلیفہ کو بھی کافر جانتے ہیں اوران تینوں شخصوں کواصحاب ثلثہ کہے گالیاں دیتے ہیں۔
کہتے ہیں کہ محمد صاحب نے تقیہ بھی کیا ہے اور علی نے بھی کیا ہے اور سب بزرگوں نے تقیہ کیا ہے اس لئے ہم پر بھی تقیہ فرض ہے یعنی جھوٹ بولنا بات اور کچھ ہے اور کچھ اور ہے کہنا جان کے خوف سے یا کسی مصلحت سے تقیہ کے سبب سے سب شیعہ لوگ دانا آدمی کے سامنے ہمیشہ لائق بھروسہ کے نہیں ہیں۔

یہ لوگ متعہ کے بھی قایل ہیں اوراسے بڑا ثواب جانتے ہیں متعہ کے معنی ہیں کچھ مدت تک یعنی ایک روز یا دوروز یا زیادہ عرصہ تک کسی عورت کو دام دے کر جورو بنانا اور پھر الگ ہوجانا رنڈی بازی اور متعہ کی ایک ہی صورت ہے مگر متعہ نیک عورت سے کیا جاتا ہے پر میعاد دو اجرت دونوں میں مقرر رہے ہاں یہاں کچھ دعا بھی پڑھی جاتی ہے رسالہ متعہ میں بڑی بڑی فضیلتیں اس فعل کی لکھی ہیں۔ پر یہ دونوں باتیں یعنی تقیہ اور متعہ نہایت مکروہ باتیں ہیں (ف) مولوی سید محمد صاحب جنہوں نے تنزیہ الفرقان لکھی ہے شیعہ ہیں اگر یہ بیان ان کی نسبت غلط ہوتا تو وہ ضرور کچھ بولتے مگر یہاں دم نہیں مارا ان سب باتوں کوقبول کرگئے کیونکہ ضرور تقیہ اور متعہ ان میں ہے اورمیں یہ بھی کہتاہوں کہ ضرور یہ تعلیم محمدی ہے شیعوں کا اختراع نہیں ہے سنُی بھی اس کے قائل ہیں تقیہ کالفظ چھوڑ کر اسی مطلب پر دوسرا لفظ توریہ اور متعہ کے بارہ میں کہتے ہیں کہ حضرت نے اجازت دی تھی اور مسلمانوں نے شروع میں کیا بھی تھا مگر اس رسم کو منسوخ کردیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسم بحال ہے بہر حال تعلیم محمدی تو یہ ہے۔

شیعوں کی تین قسمیں ہیں۔ رافضیہ غالیہ زید یہ مگر سب کے پیشوا ہشام بن حکم وعلی بن منصور وابولاحوص حسین بن سعید وحسن بن شادان ابوعیسیٰ وراق ابن راوندی وغیرہ عالم ہیں۔ شہر قاقم اورپل دادریس وکوفہ میں رہتے ہیں۔ اول قسم کے شیعہ جورافضی کہلاتے ہیں ان میں چودہ فرقے ہیں سب کہتے ہیں امام لوگ پاک وبے گناہ تھے اور علی سب آدمیوں سے بلکہ محمد صاحب کے سب یاروں سے افضل تھے اور محمد صاحب کی بیوی عائشہ بڑی عورت تھی۔ بعض لوگ ان میں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ بعض باتیں وقوع سے پہلے خدا کو بھی معلوم نہیں ہیں اورسارے مردے حساب کے دن سے پہلے دنیا میں آجائینگے مگر فرقہ عالیہ اس کو نہیں مانتا وہ حساب وحشر ہی کے قائل نہیں ہیں۔مگر اماموں کو خدا کی مانند سب چیزوں کا جاننے والا بتلاتے ہیں کہ دنیا کے سب کنکروں کا شمار اور سب پانی کی بوندیں جو برسات میں گرتی ہیں اور سب درختوں کے پتوں کا شمار بھی ہمارے جانتے ہیں اوراماموں کو مثل پیغمبروں کے صاحب معجزات کہتے ہیں اور علی سے لڑنے والے کو کافر بتلاتے ہیں غالیہ یوں بھی کہتے ہیں کہ علی سب پیغمبروں سے بڑا ہے پر وہ جو مر گیا علی نہ تھا علی تو بادلوں میں اڑ گیا ہے اور برسات میں وہی کڑکتا ہے حقیقت میں علی نبی تھا فرشہ بھول کے محمد صاحب کو قرآن دے گیا اور بعض علی کو

خدا بھی جانتے ہیں (ف) مولوی سید محمد صاحب تنزیہ الفرقان کے اول ہی صفحہ میں فرماتے ہیں (بتوفیق الہیٰ اصول وعقائد اہل اسلام ایسے متین ومعقول ہیں کہ جس قدر ان میں غور کرو اسی قدر اذعان بڑھتا ہے) ظاہر ہے کہ اپنے شیعہ مذہب کے اصول وعقائد کی نسبت وہ ایسا کہتے ہیں پر ناظرین آپ ہی غور کرلیں کہ آیا یہ اصول وعقائد ایسے قسم کے ہیں کہ اذعان ان سے بڑھتا ہے یا نفرت آتی ہے اور اگر یہ اصول میں نے غلط بیان کئے ہیں تو اپنی کتاب میں ان باتوں کو رد کرکے اپنے صحیح اصول کیوں نہ دکھلائے ضرور یہی اصول ہیں اور یہ توہرگز معقول نہیں ہیں بالفرض اگر کوئی بات معقول ہو بھی تو بھی یہ فضیلت سچے دین کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ مجرد عقل کی رہبری اگرچہ دنیاوی باتوں میں مفید ہے پر آسمانی ونادیدنی باتوں میں عقل مجرد تواندھی ہے ہاں وہاں الہام کے ساتھ کارآمد دیکھو اس کتاب کی پہلی فصلوں کو۔

رافضیوں کے چودہ فرقے ہیں (۱) فرقہ قطعیہ امامت کو محمد بن حنیفہ پر قطع کرتے ہیں (۲) فرقہ کیسانیہ (۳) فرقہ کربیہ ابن کریب اندھے کے مرید ہیں۔ (۴) فرقہ مغیریہ مغیرہ کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ جب تک امام مہدی نہ آئے دوسرا امام کوئی نہ ہوگا سوا مغیرہ کے (۵) فرقہ محمدیہ محمد بن عبداللہ بن حسین کو مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے امامت کا حکم ابی منصور کے لئے دیا ہے بنی ہاشم کے لئے نہیں دیا جیسے موسیٰ نے یوشع کو جانشین کیا نہ ہارون کو (۶) فرقہ حسینہ ہے ابی منصور کی امامت کے قائل ہیں (۷) فرقہ نادوسیہ ہے کہتے ہیں جعفر ہی امام مہدی تھا اور امام جعفر اب تک نہیں مرا بلکہ چھپ گیا ہے فرقہ قرابطیہ ہے کہتے ہیں اسماعیل اب تک نہیں مرا اور وہی امام مہدی تھا (۹) فرقہ اسمعیلہ ہے کہتے ہیں جعفر تو مرگیا اور اسماعیل اس کی جگہ امام ہوا۔ (۱۰) فرقہ مبارکہ ہے کہتے ہیں اسماعیل مرگیا اور اس کا بیٹا امام ہوا۔ (۱۱) فرقہ شمطیہ ہے وہ جعفر کے خاندان میں امامت کو جاری کرتے ہیں۔(۱۲) فرقہ عماریہ ہے (۱۳) فرقہ مخطور یہ ہے کہتے ہیں موسیٰ بن جعفر نہیں مرا اور نہ مرے گا۔ اور وہی امام مہدی تھا۔(۱۴) فرقہ سویہ ہے جو موسیٰ ابن جعفر کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ موسیٰ مرگیا یا جیتا ہے۔

دوسرے قسم کے شیعہ جو غالیہ ہیں ان کے سولہ فرقے ہیں (۱) فرقہ نیانیہ جو نیان سمعان کے مرید ہیں کہتے ہیں خدا تعالیٰ آدمی کی صورت میں ہے (۲) فرقہ تیاریہ یہ لوگ جعفر طیار کے پرپوتے عبداللہ کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ خدا کی روح آدم میں تھی اور تناسخ کے بھی قائیل ہیں اور کہتے ہیں کہ روحوں کو آگ یا سردی یا مار سے عذاب دیا جاتا ہے۔ (۳) فرقہ مغریہ ہے مغیرہ بن سعد کے مرید ہیں۔ اس مغیرہ نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا کہ خدا آدمی کی شکل میں ہے اور یہ بھی کہتا تھا کہ میں مردوں کو زندہ کرسکتا ہوں (پر کبھی زندہ کرکے نہیں دکھایا)۔ (۴) فرقہ منصوریہ ہے آبی منصور کے مرید ہیں یہ شخص کہتا تھا کہ میں آسمان پر گیا تھا خدا نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور یہ کہ حضرت عیسیٰ مسیح کو اللہ نے سب سے اول پیدا کیا ہے یعنی وہ مخلوق اول ہیں ان کے بعد علی پیدا ہوئے ہیں۔ پر اس ملک کے مسلمان اول مخلوق محمد صاحب کو بتلاتے ہیں ۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ خدا کے رسول دنیا میں ہمیشہ رہیں گے کبھی ان کا انقطاع نہ ہوگا (اس کے گمان میں محمد آخری نبی نہ تھے) اور یہ شخص دوزخ وبہشت کا بھی قائل نہ تھا قرآن میں جو دوزخ بہشت ہے اس کی تاویل دوسری طرح پر کرتا تھا اس کے شاگرد کہتے ہیں کہ جو کوئی اپنے چالیس دشمنوں کو مارے وہ بہشت میں جائے گا اور مال لوگوں کا مفت کھانا درست ہے اور یہ کہ جبرئیل فرشتہ محمد صاحب کو بھول کر قرآن دے گیا ورنہ علی کو دینا چاہیے تھا علی ان کے نزدیک محمد صاحب سے بہتر ہیں۔(۵) فرقہ خطابیہ ہے آبی الخطاب کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ ہر زمانہ میں دو طرح کے رسول آتے ہیں ایک چپکا رسول دوسرا بولتا رسول جیسے محمد صاحب بولتا رسول اور علی چپکا رسول تھا۔(۶) فرقہ معمریہ ہے مثل فرقہ خطابیہ کے ہیں مگر نماز خوب پڑھتے ہیں کبھی ترک نہیں کرتے ۔(۷) فرقہ یزیعیہ ہے یزیع کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ امام جعفر خدا تھا نادیدنی مگر وہ شکل جو دنیا میں لایا تھا اصلی نہ تھی بلکہ اصل کے مشابہ

بھی(۸)فرقہ مفصلیہ ہے مفصل صیرفنی کے مرید ہیں عیسائیوں کے قریب قریب ان کا چلن ہے ۔(۹) فرقہ شریعیہ ہے یہ شریع کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ خدا پانچ آدمیوں کے اندر ہے محمد میں اور عباس وعلی وجعفر میں وعقیل میں (۱۰) فرقہ سباعیہ ہے عبداللہ بن سباع کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ علی نہیں وہ مرا قیامت کے دن سے پہلے آئیگا۔(۱۱)فرقہ مفوضیہ ہے کہتے ہیں کہ خدا نے تدبیر وبندوبست جہان کا اماموں پر فرض کردیا ہے اور اللہ نے محمد صاحب کو اور علی کو دنیا پیدا کرنے کی طاقت دی تھی (پران میں تو معجزہ کرنے کی بھی طاقت مطلقاً پائی نہیں گئی (۱۲) فرقہ جاردویہ ہے جاردو کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ علی محمد صاحب کا پہلا نائب تھا اور امام حسین تک امامت رہی تھی پھر جتنے امام ہوئے سب غلط تھے (۱۳) فرقہ سلیمانیہ ہے سلیمان بن کثیر کے مرید ہیں ابوبکر وعمر کی خلافت کو باطل جانتے ہیں (۱۴) فرقہ بتریہ ہے کہتے ہیں کہ ابوبکر وعمر کی بیعت درست تھی مگر عثمان کی بابت کچھ نہیں بولتے ۔(۱۵) فرقہ النعمیہ ہے نعیم بن یمان کے مرید ہیں عثمان کو گالیاں دیتے ہیں۔(۱۶) فرقہ یعقوبیہ ہے جو یعقوب کے مرید ہیں ۔ یہ سب شیعوں کے فرقے ہیں اماموں کے عاشق ہیں کلام الہیٰ سے ان کو کچھ محبت نہیں ہے اماموں کی بابت ان میں بحث رہتی ہے اور حسین کا غم بھی بہت کرتے ہیں آپ کو مظلوم جانتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو ظالم سمجھتے ہیں تعزیہ داری اور مرثیہ خوانی اور ماتم حسین کرنے کے دستورات انہیں لوگوں نے ہندوستان میں پھیلائے ہیں اور اماموں سے مست ماننا اور ان کی نذر نیاز کرنا انہیں سے نکلا ہے اور مسلمانوں کو مثل بت پرستوں کے بندیا ہے دنیا کی چیزوں سے ان کو بڑی محبت ہے ان کے دل میں بہت غصہ اور کینہ رہتا ہے دل ہی دل میں جلا کرتے ہیں اور آہ بھرا کرتے ہیں۔

تیسری قسم کے مسلمان مرجیہ ہیں ان کے بارہ فرقہ ہیں (۱) فرقہ جہیمیہ ہے جہیم بن صفیا کے مرید ہیں قرآن کو برخلاف سنیوں کے مخلوق جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا نہ بولتا ہے نہ دکھلائی دیتا ہے نہ اس کا کوئی مکان ہے نہ عرش ہے نہ کرسی ہے اور دوزخ بہشت کو بھی غیر مخلوق کہتے ہیں عذاب قبر وقیامت کی ترازو کا انکار کرتے ہیں اور خدا کے سب صفات کے منکر ہیں اور ایمان کے معنی یہ بتلاتے ہیں کہ صرف دل سے خدا کو جاننا نہ زبان سے اقرار کرنا(۲) فرقہ صالحیہ ہے کہتے ہیں کہ جاننا ایمان ہے نہ جاننا کفر ہے اور خدا کی ذات میں تثلیث کو ماننا کفر نہیں ہے اور عبادت صرف ایمان سے ہے (۳) فرقہ یونسیہ ہے جو یونس بشری کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ الہیٰ معرفت وعجز یہی ایمان ہے اگر اس میں سے کچھ بھی کم ہو تو آدمی کافر ہوتا ہے (۴)فرقہ یونانیہ ہے یونان ایک شخص کے مرید ہیں (۶) فرقہ بخاریہ ہے حسن بن محمد نجار کے مرید ہیں (۷) فرقہ غیلانیہ ہے جو غیلان کی طرف منسوب ہیں۔(۸)فرقہ شعیبہ ہے جو شعیب کے مرید ہیں یہ شخص کہتا تھا کہ شیطان بھی ایماندار تھا مگر تکبر کے سبب سے کافر ہوا (۹) فرقہ حنیفہ ہے یہ لوگ ابی حنیفہ نعمان بن ثابت کے مرید ہیں (۱۰) فرقہ معاذیہ ہے معاذ موچی کے مرید ہیں (۱۱) فرقہ مرسیہ ہے بشر المرسی کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ سورج کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے مگر کفر کی نشانی ہے (۱۲) فرقہ کرامیہ ہے محمد بن کرام کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ صرف زبانی اقرار کا نام ایمان ہے دل سے ہو یا نہ ہو اور منافق لوگ سب مسلمان تھے۔ یہ بارہ فرقے مرجیہ کے تھے ان سب کو اکثر ایمان کے معنی دریافت کرنے میں بڑا اختلاف ہے اور قسم قسم کی باتیں اس بارہ میں بولتے ہیں حقیقت میں مذہب کی اصل ایمان ہے سب کو چاہیے کہ اس کو درست کریں پر افسوس ہے کہ ان کے ہاتھ میں خدا کا کلام نہیں ہے جس سے حقیقی ایمان آتا ہے ۔

یہ مسلمان عراق خراسان میں بہت رہتے تھے ان کے بزرگ ابوالحسن صالحی ابن راوندی محمد بن شبیب حسین بن محمد گذرے ہیں۔

چوتھی قسم کے مسلمان قدریہ ہیں ان کو معتزلہ بھی کہتے ہیں (ان میں بڑے بڑے فاضل عربی کے گذرے ہیں علامہ زمحشری جس کی تفسیر ہے اسی فرقہ کا تھا۔ سنی وشیعہ ان کے دلیلوں کے

سامنے ٹھہر نہیں سکتے ۔ یہ لوگ تقدیر کو نہیں مانتے کہتے ہیں خدا نے کسی کی قسمت میں گناہ نہیں لکھا جیسے سنی خدا پر تہمت لگاتے ہیں کہ نیکی وبدی سب وہی کرتا ہے۔

یہ لوگ بدکار آدمی کو نہ مومن کہتے ہیں نہ کافر اس کے حق میں کہتے ہیں کہ وہ درمیان میں ہے ان کا پیشوا ابوہزیل وجعفر بن حرب وابوہاشم وعبداللہ بصری اور عبد الجبار ہمدانی ہیں اور عکرواہوا ردجھوم میں بہت رہتے ہیں۔

یوں بھی کہتے ہیں کہ خدا میں کوئی صفت نہیں ہے نہ علم قدرت نہ زندگی نہ وہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور قرآن محدث بتلاتے ہیں یعنی کلام قدیم نہیں جانتے اور خدا کے ارادے بھی محدث بتلاتے ہیں یعنی آدمیوں کو اپنے کاموں کا خالق جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آدمی کسی وقت بغیر موت بھی مرجاتا ہے اور آدمی جب گناہ کرے اگرچہ وہ گناہ کفر نہ ہو تو بھی ایمان سے نکل جاتا ہے اور تمام نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں اور ہمیشہ دوزخ میں رہ سکتا ہے اور کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے محمد صاحب شفاعت نہیں کراسکتے عذاب قبر اور میزان کے بھی منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ زندوں کی دعا اور خیرات سے مردوں کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ قیامت میں خدا جس قدر عیسائیوں اور یہودیوں سے باتیں کرے گا اتنا کسی نبی اور محمد صاحب سے بھی نہ بولے گا۔ ان کے چھ فرقے ہیں (۱) فرقہ ہذیلیہ ابوہزیل کے شاگرد کہتے ہیں کہ خدا سنتا و دیکھتا ہے اور اس کا کلام کچھ محدث اور کچھ غیر مخلوق ہے پر اس میں قدرت غیر متناہی نہیں۔ جب لوگ بہشت میں جائینگے تو ان میں طاقت چلنے پھرنے کی نہ ہوگی اور خدا میں بھی طاقت حرکت دینے کی نہ ہوگی (۲) فرقہ نظامیہ ہے علامہ نظام کے مرید ہیں کہتے ہیں کہ انسان نام صرف روح کا ہے اسی سبب سے محمد صاحب کو کسی نے نہیں دیکھا صرف جسم کو دیکھا ہے۔ جو کوئی عمداً نماز ترک کرے اس پر اعادہ واجب نہیں جانتے اور اجماع امت کے قائل نہیں ہیں ان کا پیر کہتا تھا کہ کفر و ایمان عبادت اور گناہ محمد اور شیطان کے کام برابر ہیں عمر وعلی اور حجاج ظالم کی خصلت برابر ہے اور کہ قرآن اپنی عبارت میں معجزہ نہیں ہے اور بچوں کو دوزخ میں خدا ڈالنے کی طاقت نہیں رکھتا اور کہ سانپ بچھو چمگدڑ سور بھی بہشت میں جائینگے (۳) فرقہ معمریہ ہیں معمر کے مرید کہتے ہیں موت وزندگی رنگ وبد بو ومزہ خدا نے نہیں جسم نے پیدا کی ہے اور قرآن بھی جسم نے بنایا ہے نہ خدا نے اور خدا ہمیشہ سے نہیں ہے تھوڑے عرصہ سے ہوگیا ہے (۴) فرقہ جبایہ ہے شیخ جبائی کے مرید کہتے ہیں خدا اپنے بندوں کا مطیع ہے (۵) فرقہ ہاشمیہ ابوہاشم کے مرید کہتے ہیں اگر کوئی تمام گناہوں سے توبہ کرے اور ایک گناہ سے نہ کرے تو توبہ صحیح نہیں ہے (۶) فرقہ کعبیہ ہے ان کا پیر ابوقاسم بلخی کہتا تھا کہ قرآن محدث ہے نہ مخلوق اور خدا دیکھتا وسنتا نہیں ہے۔

پانچویں قسم کے مسلمان مشبہ کہلاتے ہیں ہشام بن حکم کے مرید ہیں ان کے مرشد نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ خدا جسم میں ہے ان کے ۳ فرقے ہیں (ہشامیہ مقاتلیہ واشمیہ یہ سب کہتے ہیں کہ خدا جسم ہے اس کی صورت انسان کی ہے اور حرکت کرتا ہے گوشت وخون بھی اس میں ہے۔

چھٹی قسم کے مسلمان جہمیہ ہیں خراریہ بخاریہ کلابیہ ان کے تین فرقے ہیں خدا کی صفات کے منکر ہیں پر اس میں علم بتلاتے ہیں دوزخ وبہشت کو فانی چیز جانتے ہیں قرآن کو مخلوق بتلاتے ہیں اور قرآن کے مضمون کو کلام اللہ بتلاتے ہیں نہ حروف کو۔

ساتویں قسم کے مسلمان سالمیہ ہیں کہتے ہیں کہ قیامت میں خدا تعالیٰ انسان کی شکل میں ظاہر ہوگا مگر محمد کی اور کہتے ہیں خدا کے پاس اور رسولوں کے پاس اور عالموں کے پاس ایک ایسا بھیاد ہے کہ اگر وہ ظاہر ہوجائے تو خدائی ورسالت وعلمیت سب برباد ہوجائے اور کہتے ہیں کہ شیطان نے آدم کو دوسری بار سجدہ کیا تھا اور شیطان کبھی جنت میں نہیں گیا اور یہ کہ موسیٰ نے ایک کوہ طور نہیں کئی ایک کوہ طور دیکھے تھے ہر ایک کوہ طور پر ایک موسیٰ بیٹھا تھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ نبوت سے پہلے محمد صاحب قرآن کو چپکے چپکے یاد کیا کرتے تھے جب یاد ہوگیا تب دعویٰ نبوت کیا ہے۔

آٹھویں قسم کے مسلمان سُنی ہیں اس فرقہ کے لوگ بہت پائے جاتے ہیں یہ لوگ قرآن وحدیث اوراجماع وقیاس کو مانتے ہیں اور ان کے بھی چار فرقے ہیں اول حنفی امام اعظم کے خیالات ماننے والے دوم شافعی امام شافعی کے خیالات ماننے والے سوم حنبلی احمد حنبل کی رائے پرچلنے والے چہارم مالکی امام مالک کے مرید۔ یہ سنی لوگ محمد صاحب کی شفاعت کے قائل ہیں اگرچہ قرآن میں اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے پرحدیثوں سے بولتے ہیں اورتمام انبیاء کی عصمت کے قائل ہیں جوقرآن اور عقل کے بھی خلاف ہیں یہ فرقہ اسلام میں ایسا ہے جیسے یہود میں فریسی تھے انہیں میں سے ایک صوفیہ کا فرقہ نکلاہے اوراس کی بہت سی قسمیں ہیں۔

پس اب دیکھنا چاہیے کہ وہ مسلمان لوگ کہتے ہیں کہ عیسائیوں میں کئی فرقے ہیں اور ان کے خیالات مختلف ہیں پس کیونکر پروٹسنٹ لوگوں کی بات پر یقین کیا جائے ان کا یہی جواب ہے کہ اسلام میں بھی اتنے فرقے ہیں اور ان کے خیالات مختلف ہیں پر مسلمان وہی ہیں جو قرآن کے موافق بولتے ہیں اس لئے عیسائی بھی وہی ہے جو بائبل کے موافق بولتے ہیں اور باقی خوگیر کی بھرتی ہوا کرو اس سے کیا نقصان ہے پرہاں اگرمسلمان لوگ یونی ٹیٹرین وغیرہ بدعتی لوگوں کے اقوال پیش کرینگے توہمیں جایزہوگا کہ ان بدعتی اسلامی فرقوں کے اقوال سے انہیں الزام دیں۔

امام صاحب نے اور مولوی سید صاحب نے بھی ان فرقوں کی بابت کچھ نہیں لکھا پس وہ اس بیان کومانتے ہیں۔

فصل سوم قرآن کے بیان میں
کہ وہ کہاں سے موجود ہو گیا

قرآن ایک کتاب ہے عربی زبان میں محمد صاحب کی سب تعلیم اس میں ہے اور یہ قرآن مرتب ہوا ہے عثمان کی رائے کے موافق شیعوں کو اس کی ترتیب میں حجت ہے ۔

مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن محمد صاحب پرآسمان سے نازل ہوا ہے مگر نہ وقعتاً بلکہ ایک ایک دو دو آیتیں حسب موقع محمد صاحب پرآتی رہتی تھیں۔ ۲۰ برس یا ۲۵ برس یا ۳۰ برس تک آتی رہیں روضتہ الاحباب میں اس کے نزول کی آٹھ صورتیں لکھتی ہیں(۱) کبھی سچا خواب محمد صاحب نے دیکھا(۲) کبھی فرشتہ ان کےدل میں خدا کی باتیں ڈال گیا (۳) کبھی جبرائیل فرشتہ وحیہ کلبی کی صورت میں آکے کچھ کہا گیا (۴) کبھی محمد صاحب کوایک آوازآتی تھی اور یہ بڑی سخت صورت وحی کی تھی سردی کے دنوں میں عرق آجاتا تھا (کسی حدیث میں ہے کہ منہ سے کف آتا تھا اور بعض وقت آنکھیں بند کئے چیخیں مارتے تھے اورپادری فنڈر صاحب نے کسی کتاب سے بتلایا ہے کہ جوان اونٹ کی مانند چلاتے تھے) اتقان نوع ۱۶ میں ابن سعد کی روایت عایشہ سے منقول ہے اذ نزل علیہ الوحی یعط فی راسہ ویستر یدجھد ویحد بردافی ثنایا لاویعرق حتی منیدر منہ مثل انجمان ۔) ترجمہ جب اس پر وحی نازل ہوتی تھی تو وہ اونٹ کی بولتی بولتا تھا اپنے سر میں اور بگڑجاتا تھا چہرہ اس کا اور وہ پاتا تھا ٹھنڈک اپنے سامنے کے چار دانتوں میں اور اسے پسینہ آجاتا تھا یہاں تک کہ پسینے کی بوندیں گرتی تھیں اس سے مثل مروارید کے صراح میں لکھا ہے کہ غط کے معنی غریدن شتر کے ہیں یعنی اونٹ کا بڑبڑ کرنا اور یہ لفظ بلفظ مضارع ہے اسی غط سے اور (فی راسہ) کے معنی یہ ہیں کہ بڑبڑاہٹ کا زور سر کی طرف ہوتا تھا نہ حلق کی طرف اور یہ زیادہ کا نشان ہے۔

ایسی سخت وحی کسی نبی پر کبھی نہیں آئی پر اس صورت میں غور کرنے سے گمان غالب ہوتا ہے کہ حضرت کومرگھی کی بیماری تھی اور یہ سب خیالات ان کے اسی مرض کے سبب سے ہیں (۵) کبھی جبرائیل اپنی اصل صورت پرآکے باتیں کرجاتا تھا(۶) معراج کی رات کچھ باتیں آسمان پر نازل ہوئی تھیں ۔(۷) کبھی خدا نے پردہ کی آڑ میں آکے محمد صاحب سے باتیں کی تھیں (۸) کبھی سامنے آکے محمد صاحب سے خدا نے باتیں کی تھیں۔ یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہے کہ اسی طرح قرآن نازل ہوا ہے ہاں ان آٹھ صورتوں میں بعض ایسی صورتیں ہیں کہ اگلے

پیغمبروں پر بھی اسی طرح وحی آئی ہے مگر ہمیشہ یہ قاعدہ رہا اور رہیگا بھی کہ ہر مدعی نبوت کی اولاً باتیں سنتے ہیں ثانیاً اس کے چلن کی طرف دیکھتے ہیں ثالثاً یہ دیکھتے ہیں کہ خدا کی قدرت اوراس کی پاکیزگی اوراس کا روحانی فضل اس کے شامل حال ہے یا نہیں پس جبکہ اس کا چلن خوب اوراس کی تعلیم مرغوب روح دیکھی گئی اور خدا کی قدرت اور اس کا فضل اس کے شامل حال پایا گیا ہے تب اس کے کہنے سے یہ یقین بھی کیا گیا ہے کہ یہ وحی اس پر کیونکر اور کس صورت سے نازل ہوئی ہے پس اول ثبوت نبوت اوراس کے بعد اس کا فرمانا قبول کرنا ہے مگر محمد صاحب کی نبوت کا کچھ ثبوت نہیں ہے بلکہ عدم نبوت کی ثبوت کی دلیلیں قرآن وحدیث سے بکثرت پیدا ہوتی ہیں تب یہ ان کا کہنا کہ مجھ پر اسی طرح سے وحی آئی ہے کیونکر قبول ہوسکتا ہے۔

پس اگرچہ یہ آٹھ صورتیں لوگ بتلاتے ہیں لیکن فی الحقیقت قرآن کے نزول کی تین اور صورتیں ہیں جو صاف ظاہر ہیں پر ان کا ذکر مسلمان لوگ کم کرتے ہیں ان تین صورتوں میں سے ایک صورت تو قیاسی ہے جو نہایت صحیح قیاس ہے اور دو صورتیں انہیں مسلمانوں کی معتبر کتابوں میں مرقوم ہیں اب ناظرین غور کریں۔

پہلی صورت قرآن کے نزول کے

یہ ہے کہ اچھے اچھے فصیح اور پر مغز فقرے اور عمدہ عمدہ نصیحت کی باتیں جب کسی عقلمند سے سنتے تھے یادوست آشناؤں میں بیٹھے ہوئے باتوں کے وقت یا صلاح مشورہ کےوقت کوئی بات اپنے دل پسند اورمفید مطلب پاتے تھے تو فوراً یا کچھ دیر کے بعد دعویٰ کرتے تھے کہ میرے اوپر یہ یوں ہی نازل ہوئی ہے بعض وقت ایسا ہوا ہے کہ کسی فصیح آدمی کی زبان سے کوئی فقرہ سنا اور اسی دن یا دوسرے دن لوگوں سے کہا کہ لو یہی آسمان سے آیا ہے پس ایک یہ صورت بھی قرآن کے نزول کی ہے۔

اور سند اس بات کی یہ ہے کہ جلال الدین سیوطی کی اتفاق نے علوم القرآن کی نوع عاشر میں لکھا ہے (النوع لعاشر فیمانزل من القرآن علی لسان بعض الصحابة بوفی الحقیقت نوع من اسباب النزول ترجمہ دسویں نوع میں ان آیتوں کا بیان ہے جو بعض محمد صاحب کے دوستوں کی زبان پر نازل ہوئی ہیں اور فی الحقیقت یہ بھی ایک نوع ہے اسباب نزول میں سے یہاں سے ثابت ہے کہ سارا قرآن محمد صاحب پر نازل نہیں ہوا ہے بعض باتیں یاروں پر بھی نازل ہوئی ہیں پس چاہیے کہ وہ یار بھی نبی کہلائیں یا محمد صاحب کی نبوت میں شریک سمجھے جائیں۔

اب دیکھنا چاہیے کہ وہ آیتیں جو یاروں پر نازل ہوئی ہیں وہ کونسی ہیں اسی اتقان کے اسی نوع عاشر میں دیکھو۔

(پہلی روایت) اخرج الترمذی عن ابن عمران رسول اللہ ؐ قال ان اللہ جعل الحق علیٰ لسان عمر وقبلہ قال ابن عمر مانزل بالناس امرقط فقالو ا لا نزل القرآن علیٰ نحو ماقال عمر) ترجمہ ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے یوں کہا کہ عمر کے دل اور زبان پر اللہ نے حق بات کو رکھا ہے ابن عمر نے کہا کہ کبھی کسی اور آدمی پر تو کوئی بات نازل نہیں ہوئی ہے اصحاب نے کہا کہ کیا عمر کے کہنے کے موافق قرآن نازل نہیں ہوا ہے یعنی ضرور بعض آیات اس کے کہنے کے موافق نازل ہوئی ہیں۔

(دوسری روایت) اخرج ابن مروویہ عن مجاہد قال کان عمر یری الری فینزل بہ القرآن) ترجمہ ابن مروویہ نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ جو رائے عمر خلیفہ نکالتا تھا اسی کے موافق قرآن نازل ہوجاتا تھا۔ یعنی جو بات عمر پسند کرتا ہے محمد صاحب کہتے تھے کہ یہی مجھ پر نازل ہوئی ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ عمر دانا آدمی تھا ہمیشہ مفید صلاح دیتا تھا تب ہی تو اس کے لسان پر قرآن آتا تھا۔

(تیسری روایت)اخرج البخاری وغیرہ عن انس قال عمر وافقت ربی فی ثلاثِ قلت یارسول اللہ لوتخذنامن مقام ابراہیم مصلیٰ فنزلت واتخذومن مقام ابراہیم مصلیٰ وقلت یارسول اللہ ان نسائک یدخل علیھن البروالفاجر فلومرتیھن ان یحجبن فنزلت آیتہ الحجاب واجتمع علیٰ رسول اللہ نساوہ فی الغیرۃ فقلت لھن عسیٰ ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً امنکن فنزلت کذالک) ترجمہ بخاری وغیرہ نے انس سے روایت کی ہے کہ عمر نے یوں کہا کہ تین باتوں میں میری اور خدا کی مرضی موافق ہوگئی میں نے کہا تھا کہ مقام ابراہیم کو (جو کعبہ میں ایک جگہ ہے) مصلی بنائیں پس اس وقت یہ آیت نازل ہوئی (وتخذومن مقام ابراہیم مصلیٰ) دیکھو وہی لفظ اوروہی مطلب جو عمر نے کہا تھا فوراً نازل کردی۔ پھر میں نے کہا تھا کہ اے رسول اللہ تیری عورتیں بے پردہ ہیں ان کے پاس بھلے بُرے سب آتے ہیں اگرپردہ میں رہیں تو بہتر ہے پس فوراًمیرے کہنے کے موافق پردہ کی آیت جو سورہ احزاب میں ہے نازل ہوئی وہ یہ ہے (و قون فی بیو تلن والا یتر جن تیرج الجاھلیۃ الاولی) ترجمہ بیٹھی ہو اپنے گھروں میں اور نہ دکھاتی پھروہ جاہلیت کے زمانہ کی مانند۔ دیکھو عمر کی رائے محمد صاحب نے پسند کرکے قرآن میں درج کردی۔ پھر محمد صاحب کی عورتیں غیرت میں آکے جمع ہوئیں اس بات پر تکرار کرنے کو کہ پردہ کی آیت کیوں اتاری ہے عمر کہتا ہے کہ اس وقت میں نے کہا کیوں جھگڑا کرتی ہوا گر خدا چاہے تو تمہیں طلاق دلوادے اور تم سے اچھی عورتیں محمد صاحب کے لئے بدل لائے پس جس طرح میں ان عورتوں سے کہہ رہا تھا اسی وقت وہی مضمون اور وہی عمر کے لفظ محمد صاحب پر نازل ہوپڑے وہ یہ ہیں جو سورہ تحریم کے اوائل میں ہیں **(عَسَى رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا)** ترجمہ ابھی اگر نبی تم کو چھوڑدے تو خدا اس کو تم سے اچھی عورتیں بدل دیگا جو فرمانبردار یقین والیاں نمازیں توبہ کرنے والیاں بندگی بجالانے والیاں روزہ رکھنے والیاں صحبت کی ہوئیں اور کنواریاں بھی ہونگی۔ دیکھو عمر کی رائے کےموافق جسے شیعہ کافرجانتے ہیں قرآن جمع ہوتا جاتا ہے۔

(چوتھی روایت)اخرج مسلمہ عن ابن عمر قال وافقت ربی فی ثٍ فی الحجاب وفی اساریٰ بدروفی مقام ابراہیم)مسلم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ عمر نے کہا خدا کی اورمیری مرضی تین باتوں میں موافق ہوگئی پردہ کی بابت اور جنگ بدر کے قیدیوں کی بابت اور مقام ابراہیم کی بابت۔

(پانچویں روایت) اخرج ابن ابی ہاشم عن انس قال قال عمر وافقت او و افقتی ربی فی اربع نزلت ھدا یتہ ولقد خلقنا الانسان من سلالتہ من طین الایتہ محلما نزلت قلت قتبارک اللہ احسن الخالقین فنزلت فتبارک اللہ احسن الخالقین) ترجمہ ابن ابی ہاشم نے انس سے روایت کی ہے کہ عمر نے چار باتوں میں ،میں خدا کی مرضی کے موافق ہوگیا یا خدا میری مرضی کے موافق ہوگیا جب یہ آیت اوتری (لقد خلقنا الانسا من سلالتہ من طین یعنی ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے اس وقت میں بولا فتبار ک اللہ احسن الخالقین محمد صاحب کے فقرہ سے بہتر فقرہ عمر نے بنایا اور خوب تک ملایا جس کا ترجمہ ہے مبارک ہے اللہ سب پیدا کرنے والوں میں اچھا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی وقت محمد صاحب نے کہا کہ یہی عمر والا فقرہ اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے اور اسی قرآن میں درج کرلیا دیکھو عمر کا فقرہ جو مغزودل پسند ہے حضرت نے پسند کرکے نازل کردیا۔

(چھٹی روایت) اخرج عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ یہود دیا لقی عمر بن الخطاب فقال ان جبریل الذی یذکر صاحبکمہ عدو لنافقال عمر من کان عدواللہ وملائکۃ ورسالہ وجبریل ومیکائیل فان اللہ عدو

للکافرین فنزلت علی لسان عمر ترجمہ: عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی روایت کرتاہے کہ خلیفہ عمر کو کوئی یہودی ملااس نے عمر سے کہا کہ تمہارا یار محمد جس جبرئیل کا ذکر کیا کرتاہے وہ تمہارا دشمن ہے عمر نے کہا جو کوئی اللہ اور فرشتوں اور رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے اللہ اس کافر کا دشمن ہے پس محمد صاحب نے یہی آیت یعنی عمر کا فقرہ بعینہ وہی لفظ بقر کی ۱۱ رکوع میں نازل کردی۔

(ساتویں روایت) اخرج سیدفی تفسیرلاعن سعید بن جیران سعد بن معاذ لما سمع ماقیل فی امرعایشہ قال سبحانک ھذا بہتان عظیم فنزلت کذالک ۔سیند نے اپنی تفسیر میں سعید جبن جبیر سے روایت کی ہے جس وقت عائیشہ بی بی پر وہ چرچا اٹھا تو اس وقت سعد بن معاذ نے کہا سبحانک ھذ بہتان عظیم)یعنی اللہ پاک ہے اور یہ بات یعنی زنا کی تہمت عائشہ کی نسبت بڑا بہتان ہے پس حضرت نے یہی فقرہ نازل کردیا اور حقیقت میں فصیح فقرہ ہے پسند کے لائق تھا۔

(آٹھویں روایت) اخرج ابن احی یھی فی فوائد ہ لاعن سعد ابن المسیب قال کان رجلان من اصحاب اذا سمعا سئا من ذالک قال سبحانک ھذا بہتان عظیم زید بن حارث وابی ایوب)ابن اخی میمی نے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ دو آدمی تھے زید بن حارث وابو ایوب جب اس معاملہ میں کچھ سنتے تھے تو فقرہ بولتے تھے پس ان سے سن کے حضرت نے قرآن میں نازل کیاہے۔

(۹۔ روایت) اخرج ابن ابی حاتمہ عن عکرمتہ قال لما لطاع علی النساء الخبر فی احد خرجن سخرجن فاذار جلان علیٰ بعر فقالت امراۃ مافعل رسول اللہ قالت فا ابانی یتنخد اللہ من عبادہ سھداء فنزل القرآن علی ماقالت ویتخد منکمہ السھدء ۔ ترجمہ ابن ابی حاتم نے عکرمہ سے روایت کی ہے کہ احد کی لڑائی میں مسلمان عورتوں کے پاس خبر کے پہنچنے میں دیر ہوگئی تھی پس عورتیں باہر نکلیں تاکہ حال معلوم کریں ان کو دو شخص اونٹ کے سوار ملے ایک عورت نے پوچھا کہ محمد صاحب کا کیا حال ہے انہوں نے کہا جیتا ہے وہ بولی کچھ پرواہ نہیں اللہ اپنے بندوں کو شہید بناتا ہے پس یہی فقرہ محمد صاحب پر نازل ہوگیا جو آل عمران ۱۴ رکوع میں ہے۔

(۱۰۔ روایت) قال ابن سعد فی الطبقات انبانا الواقدی حدثنا . ابراہیم بن محمد بن شرحیل العبدی عن ابیہ قال حمل مصعب ابن عمیر اللواء یوم احد ففظعت یدالیخی فاخذ اللواء سیدہ الیسریٰ وھو یقول یا محمد الارسول قد حلت من قبلہ الرسل فان مات اوقتل انقلبتمہ علیٰ اعقا بکمہ ثمہ قطعت یدلاالسریٰ فحنا علی للواء وضھمہ بعضد یہ الیٰ صدرہ وھو یقول یا محمد الارسول الایتہ ثمہ قتل فسقط اللوا قال بن شرحیل مانزلت ھدیو میدٍ حتیٰ نزلت بعد ذالک) ترجمہ ابن سعد نے طبقات میں واقدی سے روایت کی ہے کہ وہ ابراہیم بن محمد بن شرحیل سے روایت کرتاہے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتاہے کہ احد کی لڑائی میں مصعب بن اعمیر مسلمانوں کا جھنڈا بردار تھا اس کے دونوں ہاتھ لڑائی میں کٹ گئے تھے جب تک وہ نہ امر یہی بولتا رہا (کہ مامحمد الا رسول قدخلت من قبلہ الرسول آفان مات اوقتل انقلبتمہ علیٰ اعقا بکمہ) پس حضرت نے اس کا یہ مقولہ قرآن میں نازل کردیا اسی دن نہیں دوسرے دن نازل کیا اور حقیقت میں فصیح فقرہ تھا جو وہ بولتا تھا۔ یہ چند نمونے ہیں جو کتابوں میں ملتے ہیں اور بہت باتیں ہونگی جو سن سکے درج کی ہونگی جہاں تک راویوں کو خبر لگی وہاں تک بتلایاہے پس یہ صورت جو ظاہر ہے اور محدث بھی اقرار کرتے ہیں اسے چھوڑ کر یہ کہنا کہ آسمان سے نازل ہوا ہے کیا معنی رکھتا ہے۔

(ف) یادرکھنا چاہیے کہ وہ فقرے جو لوگ دنیا کے بولتے تھے اور ان کی ترکیب وتالیف انہیں آدمیوں سے تھی اور وہ فصیح فقرے بھی تھے ان کو جمع کرکے قرآن میں لکھا ہے اوراسکے ساتھ دعویٰ یہ ہے کہ یہ ایسا فصیح ہے کہ انسانی طاقت سے خارج ہے دیکھو انسانی طاقت کے بنے ہوئے فقرے اس میں موجود ہیں اور محمدی عبارت سے زیادہ فصیح ہیں پھر اس کا یہ دعویٰ کیسا دعویٰ بیجا ہے کہ انہیں کے بنائے ہوئے فقروں کو جمع کرکے یہ کہنا کہ اس کی مانند تم بنا نہیں سکتے یہ پوچ دعویٰ ہے کوئی دانا اسے قبول نہ کریگا اور نہ کسی نے کیا ہے پر جاہل مُلاّ اس کے درپے ہیں صاحبِ علم اس معاملہ میں چپ کر گئے ہیں۔

منشی چراغ علی صاحب نے بھی اس دعویٰ کو پیش نہیں کیا ہے دیکھو تقلیعات التعلیقات میں محمدی معجزوں کا ذکر پس ایک صورت نزول قرآن کی یہ تھی جو بیان ہوئی۔

دوسری صورت نزول قرآن کی

یہ ہے کہ خدا کے پاک کلام یعنی توریت وانجیل سے سن کر بہت سی باتیں محمد صاحب نے قرآن میں جمع کی ہیں اور سند اس کی سورہ نحل کی آیت (لقد نعلم امھم الخ) کے ذیل میں ہر ایک محمدی تفسیر کو دیکھنا چاہیے کہ کیا لکھا ہے کہ عیسائی غلاموں کے پاس حضرت محمد صاحب انجیل وتوریت سننے کو جاتے تھے اور یہ چرچا اسی وقت ہو گیا تھا کہ ان سے سیکھ سیکھ کر قرآن میں جمع کرتے اور لوگوں کو سناتے ہیں اگر کوئی آدمی اس بیان کو مفصل دیکھنا چاہے تو تقلیعات التعلیقات میں دیکھ لے پس یہ دو صورتیں توصاف منقول ہیں جس میں حجت بھی جائز نہیں ہے ضرور اسی طرح قرآن جمع ہوا ہے پر تیسری صورت قیاسی ہے۔

تیسری صورت نزول قرآن کی

یہ ہے کہ اپنے دل سے اپنے فائدے کے لئے اوراپنے باپ دادوں کی رسوم اور اپنے ملک کے چلن کے موافق جو مرضی ہوئی ویساہی فقرہ بنایا اورکہا کہ یہ نازل ہوا ہے ثبوت اس کا بہت سی آیتوں کی شان نزول ہیں کہ کیا بات تھی اور کیا تکرار تھی اور محمد صاحب کی کیا مرضی تھی اور کیا کیاآیتیں اتریں خاص کر تواریخ محمدی کے دیکھنے سے یہ خوب معلوم ہوجاتا ہے پس جو خواہش محمد صاحب کے دل میں اٹھی وہی جانو کہ آیت نازل ہوئی انصاف اورخدا کے خوف کے ساتھ قرآن کو دیکھو تو معلوم کروگے (ف) اس فصل گذشتہ کے جواب میں دہلی کے امام صاحب نے تو صرف کچھ گالیاں سنائیں ہیں اور کچھ جواب نہیں دے سکے پر مولوی صاحب سے کچھ سننے کا میں مشتاق تھا کیونکہ وہ ذی استعداد شخص عربی کے ہیں پر انہوں نے یہاں پر دم بھی نہیں مارا اور یہ بھاری عیب جو قرآن میں دکھلایا گیا اس سے فرقان کی کچھ تنزیہ نہیں کی صرف لفظی داغ مٹانے کے واسطے بڑی کوشش کی ہے جو کچھ بڑی بات نہیں تھی اس فصل کا ابطال لکھنا چاہیے تھا اوریہی باتیں جواب طلب تھیں کیونکہ اسی فصل سے قرآن بالکل باطل ہوجاتا ہے فصاحت کی بھی جان نکل جاتی ہے اور من جانب اللہ ہونا بھی باطل ہوجاتا ہے پروہ بیچارے بھی کیا کریں بہت سوچا تو ہوگا پر جب کچھ جواب نہ بن پڑالاچار اس کو چھوڑدیا اورآگے آسان بات کا جواب لکھنا شروع کردیا اور پھر دعویٰ یہ ہے کہ ہدایت المسلمین کا جواب ہم نے لکھنا ناظرین آپ ہی انصاف کریں۔

فصل چہارم محمد صاحب کی تعلیم میں

محمد صاحب کی تعلیم میں دو قسم کی باتیں ہیں ایک تو خاص ان کی تعلیم جو انہوں نے خود کی ہے اور قرآن حدیث میں موجود ہے۔

دوم وہ جو مولویوں نے اپنی عقل اور خیال سے مسئلے نکالے ہیں اوراپنے قیاس کو محمدی دین میں شامل کرکے کتابیں فقہ اور اصول فقہ اور علم کلام اور فرائض وغیرہ کے لکھے ہیں پس جو کچھ مولویوں کے اجتہاد ہیں وہ ہم کسی طرح بھی محمدی تعلیم میں داخل نہیں سمجھتے ہیں اوروہ کچھ معتبر باتیں بھی نہیں ہیں عالموں کی عقلی باتیں ہیں دین ان پر موقوف نہیں ہے اگرچہ ان مولویوں نے اپنی تعلیم کو محمدی تعلیم میں ایسا ملایا ہے کہ دونوں کو ایک کر دکھلایا ہے تو بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ محمدی بات ہے اور یہ مولوی صاحبوں کے خیال ہیں پر خدا پرست حق جو آدمی خدا کی باتوں کی تلاش میں ہے نہ آدمیوں کے عقلی خیالات کی پس ہماری حجت محمدی تعلیم سے ہے کہ آیا وہ من جانب اللہ ہے یا نہیں پروہ تعلیم محمدی جو قرآن حدیث میں ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں اول وہ باتیں جو اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں مذکور ہیں ان کو ہم کسی طرح محمدی تعلیم نہیں کہہ سکتے کیونکہ اگلے معلم وہ باتیں دنیا کو دے گئے ہیں پس وہ انہیں کی تعلیم ہے خواہ کوئی اپنی کتاب میں ان کو لکھے پروہ باتیں جو اگلوں نے نہیں بتلائیں اور خاص محمد صاحب نے ظاہر کی اسی کو ہم تعلیم محمدی کہتے ہیں اوراسی کی عمدیت دیکھنا چاہتے ہیں پر اس معاملہ میں ایک جدی کتاب لکھنا فائدہ مند ہوگا لیکن اس جگہ پراجمالی باتیں اس مقام پر لکھنا ضرور ہے۔ سو واضح ہو کہ محمدی تعلیم تین قسم کی ہے عقائد وعبادات اورمعاملات اگرچہ عقائد ہیں بعض باتیں درست ہیں پر سب باتیں درست نہیں ہیں کیونکہ عقائد کی خوبی صرف یہی نہیں ہے کہ انسان کی عقل کے موافق ہوں اور محمدی عقائد تو سب کے سب ایسے بھی نہیں ہیں پر عقائد کی خوبی یہ ہے کہ عقل اور نقل کے موافق ہوں اور عقل سے مراد یہ نہیں ہے کہ کسی خاص قوم کی عقل انہیں پسند کرے مگر یہ مراد ہے کہ ہر قوم کی عقل سلیم انہیں قبول کرے یا جواز کا فتویٰ دے اور رکھے کہ ہوسکتا ہے اور نقل سے مراد یہ ہے کہ تمام انبیاء سلف کے بیان سے ثابت ہوں چنانچہ عیسائی مذہب کے عقائد اسی قسم کے ہیں کہ عقل ونقل کے موافق ہیں۔

دوسری عبادات ہیں سو بھی اسی قسم کی ہونی چاہئیں کہ عقل کے موافق اور سلسلہ انبیاء کے طریقہ کے خلاف نہ ہوں کیونکہ ہم سب پیغمبروں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں اور جس طور کی عبادت سے پیغمبروں نے خدا سے تقرب حاصل کیا ہے اسی طریقہ کو ہم محمود جانتے ہیں پر محمدی عبادات تقرب الہیٰ کے لئے مفید معلوم نہیں ہوتےہیں عبادات میں پہلی تعلیم ان کی یہ ہے کہ ظاہری بدن و کپڑے کی طہارت ہوئے اوراسی پر ان کی تعلیم میں بہت زور ہے یہ امر صحت بدنی اور دفع کراہت طبعی کے لئے مفید ہے اگر عقل کے طور پر ہو الہیٰ تقرب کے لئے طہارت روحانی مفید ہے کہ کینہ اور بغض اور حسد اور خود غرضی سے الگ ہوکے پاک عقائد اور عجز کے ساتھ خدا کے سامنے جائیں عقل ایسی طہارت کو اس کام کے لئے پسند کرتی ہے اور سب پیغمبر اس پر متفق ہیں یہودیوں نے یہ مطلب پیغمبروں کا چھوڑ کر ظاہری طہارت پر زور دیا تھا سو انہوں نے حضرت مسیح سے بہت ملامت سنی اب محمد صاحب اسی قسم کی باتوں پر زور دیتے ہیں۔

عبادت ان کی نماز پنجگانہ ہے جو انہوں نے تجویز کی ہے اورایک خاص صورت نماز کی بتلائی ہے دعاء عام کا نام انہوں نے نماز میں نہیں رکھا ہے جیسے سب پیغمبروں نے دعائے عام کا نام نماز رکھا ہے جو حضوری قلب سے ہر جگہ اور ہر صورت سے ہوسکتی ہے۔ محمد صاحب کی نماز پنجگانہ پر کئی قسم کے اعتراض ہیں۔

(۱) تعدد پنجگانہ کا ضرور خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا اور نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ امر عابد کی حضوری دل پر موقوف ہے جب اس کا دل حاضر ہے وہ عبادت کریگا خواہ پانچ دفعہ خواہ دس دفعہ اسی معاملہ میں اسی زبردستی وقت معینہ پر پکڑ کے کھڑا کرنا مناسب نہیں ہے۔

(دوم) اگر محمد صاحب ساری دنیا کے لئے پیغمبر ہیں تو ان کی تعلیم بھی سارے جہان کے لئے چاہیے پس نماز پنجگانہ قطبین کے لوگ نہیں پڑھ سکتے کیونکہ وہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوتی ہے اگر کوئی کہے کہ گھنٹوں کے حساب سے وہاں پڑھینگے تو یہ بھی نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ محمد صاحب نے کہا (لحن قوم امیون لانکتب الا لحسب فصو اموابر وتیہ الھلال وافطر ابریتہ الھلال) ہم جاہل لوگ ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں پس روزہ رکھو چاند دیکھ کے اور افطار کیا کرو چاند دیکھ کے یعنی چاند کا سیدھا اور موٹا حساب یاد رکھو شمسی حساب جو مشکل ہے ہم لوگ نہیں رکھ سکتے اوراسی کے موافق یہ قرآن میں بھی کہا ہے کہ (تسعلمو اعدوا السنین والحساب) تاکہ تم جانو شمار برسوں کا اور گنتی یعنی چاند کے حساب سے برسوں کا شمار کرو اس کے اوپر قدرہ کی ضمیر کی طرف پھرتی ہے اوراس کے موید وہ آیت ہے کہ (ہی مواقیت لناس والحج) یعنی حج کے مہینے دریافت کرنے کے لئے اللہ نے ہلال کا حساب رکھا ہے پس چاند کے حساب میں تو کتنے دن سال میں زیادہ ہوجاتے ہیں پھر گھنٹے اس سے کس طرح لئے جاسکتے ہیں بالفرض اگر شمسی حساب ہنود اور انگریزوں سے لے کر مسلمان لوگ اس تعلیم محمدی کی مرمت بھی کریں تو نماز کے مکروہ وقت اور مستحب وقت دریافت کرنے کے لئے قطبین کے باشندوں کو عرب کے گھنٹوں کے موافق گرمی وسردی کے موسم کی رعایت سے ایک نازک جنتری حفظ رکھنی ہوگی جس کی رعایت ان کی جان پر سخت وبال ہوگا اس لئے ضرور یہ تعلیم جامع نہیں ہے اور یہ بوجہ ان کی طاقت سے باہر ہے پر سب نبیوں کا طریقہ وہ عمل میں لاسکتے ہیں کہ جب دل حاضر ہو کوئی وقت ہو خدا کو سجدہ کریں۔

(سوم) نماز محمدی کی صورت پر بھی اعتراض ہے کیونکہ اس کی حرکات وسکنات کسی حکمت کے ساتھ نہیں ہیں اگرچہ متاخرین مولویوں نے کچھ حکمتیں بتکلف اس میں فرض کی ہیں پر جب تک متبادر حکمتیں نہ ہوں عابد کے قلب پر کچھ اثر نہیں کرسکتے ہیں جتنے پیغمبر دنیا میں آئے اس طرح کی نماز کسی نے نہیں پڑھی اور سب اسی مجموعہ طور سے پڑھتے تھے جس طرح ہم سب عیسائی اللہ کی عبادت کرتے ہیں یہ وحشی طور پر محمد صاحب کا ایجاد کیا ہوا کسی طرح قے قبول کیا جائے۔

(چہارم) اس نماز کی قرات پر بھی اعتراض ہے کہ وہ عربی زبان میں پڑھی جاتی ہے جسے لوگ نہیں سمجھتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں ہاں بعض عربی خواں سمجھتے ہیں پر وہ بہت تھوڑے ہیں امام اعظم نے فارسی وغیرہ میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی پر اسے مسلمانوں نے مطعون کیا اور یہ قاعدہ آج تک جاری نہ کیا اگر یہ قاعدہ جاری ہوجاتا تو نہایت بہتر تھا ہمارے لئے پر اب وہ کچھ نہیں سمجھتے کچھ بول کے چلے جاتے ہیں جب تک آدمی نہ سمجھے کہ میں خدا سے کیا کہتا ہوں تب تک بکواس ہے نماز نہیں ہے پس واجب ہے کہ سب مسلمان نماز کے معنی بھی حفظ کریں اور یہ ایک اور رافت سب قوموں پر اس نماز نے ڈالی۔

(پنجم) اس نماز کے قیود پر بھی اعتراض ہے اس کی ساری قیدیں ایسی ہیں کہ انسان دل کی حضوری کو چھوڑ کر ان جسمانی قیدوں کی پابندی میں رہتا ہے پس خدا کی حضوری کے عوض قیود کی رعایت کی حضوری رہتی ہے اور الفاظ بولنے کا شمار اور بیٹھنے اٹھنے کا شمار خدا کی طرف دل کو متوجہ ہونے نہیں دیتے اور یہ محال ہے کہ انسان ایک ہی وقت اور ایک ہی حالت میں دو کام کرے۔

(تیسری بات) محمد صاحب کی روزہ ہے البتہ یہ تعلیم اچھی ہے مگر محمدی روزہ اچھی صورت نہیں رکھتا روزہ کا یہ مطلب ہے کہ ضرورت کے وقت خالی پیٹ ہوکے خدا کے خدا کی طرف متوجہ ہونا تاکہ شکستہ دلی سے کوشش اور جفاکشی اور نفس کشی کے ساتھ خدا کو پکاریں کہ وہ ہماری مصیبت میں ہم پر مہر کی نظر کرے کیا فائدہ ہے کہ ہم سال میں ایک مہینے تک روزہ رکھیں جب ہمیں ضرورت روزہ کی ہو تب جتنے چاہیں رکھ سکتے ہیں۔ اور قطبین کے لوگ یہ روزہ بھی نہیں رکھ سکتے ہیں مگر پیغمبروں والا روزہ رکھ سکتے ہیں کہ جب چاہیں اور جتنی دیر تک چاہیں بھوکے رہیں اللہ کے تقرب حاصل کرنے کے واسطے۔

(چوتھی بات) محمدی حج ہے یعنی مکان کعبہ کے گرد سات چکر لگانا ان قیود کے ساتھ جو حج میں مقرر ہیں یہ بھی عجیب قسم کی عبادت ہے اس کی کیفیت ناظرین پر تعلیم محمدی میں کھلی گئی کہ یہ کیا بات ہے اس میں عجیب عجیب حرکتیں ہیں جن سے آدمی بشکل دیوانہ ہوجاتا ہے اور سینگ پرستی کی صورت ہے۔

(پانچویں بات) محمدی زکواۃ ہے یعنی مال نامی پر خیرات مقررہ کا نکالنا یہ تو اچھی بات ہے مگر اس میں صرف اتنی قباحت ہے کہ چالیسویں حصہ کی قید خوب نہیں ہے جس قدر جس میں توفیق ہو اپنی خوشی سے خدا کے نام پر دئے سب عبادات میں آزادگی خوب ہے دیکھو محمدی زکواۃ سے اس قدر دنیا میں فائدہ نہیں ہوا جس قدر عیسائیوں کی خود مختاری چندہ کی برکت سے دنیا کی سب قومیں فائدہ اٹھاتی ہیں مناد بھیجے جاتے ہیں کتابیں چھاپ کر ارزان دیجاتی ہیں یتیم اور بیوہ پرورش پاتے ہیں وغیرہ۔

(چھٹی بات) محمدی وظیفے وظائف ہیں جو محمد صاحب نے سکھلائے اور محمدی لوگ پڑھتے ہیں اور وہ قسم قسم کے عربی فقرے اور عبارتیں ہیں جو الہیٰ تقرب مغفرت کے واسطے پڑھے جاتے ہیں ان سب میں بڑا وظیفہ محمد صاحب نے یہ بتلایا ہے کہ مجھ پر درورد پڑھی جائے اور یہ حکم قرآن میں بھی لکھ دیا ہے سورہ احزاب ے رکوع میں ہے (ان اللہ وملائکۃ الخ) یعنی اللہ اور اس کے فرشتے محمد صاحب پر درود پڑھا کرتے ہیں پس اے مسلمانو تم بھی اس پر درودوسلام بھیجا کرو۔ حدیثوں میں کثرت سے اس کی تعریف حضرت نے کی ہے کہ مجھ پر دعا خیر کرنے والا بڑا ثواب پاتا ہے دلائل خیرات اس مقدمہ میں ایک کتاب بھی لکھی گئی ہے کہ لوگ محمد صاحب پر درود پڑھا کریں کبھی کسی پیغمبر نے نہیں سکھلایا کہ لوگ میرا نام جپا کریں سب نے خدا کی عبادت کرنے کو کہا ہے پر شاید محمد صاحب نے یہ سوچا ہو کہ کسی نہ کسی دعا سے میرا بھی بھلا ہوجائے اور ہمیشہ لوگوں میں میری عزت بنی رہے یہ خیال جسمانی ہے اکثر پیر فقیر بھی اپنے مریدوں کو قصور شیخ بتلاتے ہیں پر یہ سب بت پرستی ہے ہم خدا کی عزت آدمی کو نہیں دے سکتے کہ خدا کو چھوڑ کر اس کا نام جپیں (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ سب لوگ اپنے پیشوا کی تعریف کو عبادت جانتے ہیں یہ بالکل غلط ہے خدا کی تعریف عبادت ہے بزرگوں کی تعریف

عبادت نہیں ہے اوراس میں بہت مشغول ہونا گمراہی ہے کیونکہ تعریف کے لائق صرف اللہ
ہے اور سب آدمی کمزور گنہگار ہیں پر بزرگوں کا ذکر خیر تذکرۃً وقت پر آجاتا ہے سو کیا جاتا ہے
دوسروں کو ان کا رتبہ دکھلانے کے لئے پر یہ نہ عبادت ہے مگر ان کا حق ہے اس کے سوا یہاں
کچھ تعریف کا ذکر نہیں ہے درود کا ذکر ہے درود تعریف ایک ہی بات نہیں ہے دیکھو نماز میں
بھی التحیات کے وقت خدا کی نسبت لفظ غائب کے بولے جاتے ہیں پر محمد صاحب جو انسان
ہیں اور ہرگز حاضر وناظر نہیں ہیں یا اور کاف خطاب کے ساتھ حاضر کی لفظوں میں پرستش کئے
جاتے ہیں اگر وہ خدا ہیں تو خدائی ثابت کرنا چاہیے ورنہ خدا کے ساتھ ان کی پرستش ناجائز ہے۔
پھر امام صاحب کہتے ہیں کہ عماد الدین اپنے پیشوا کو گالیاں دیا کرتا ہوگا۔ امام صاحب کے
نزدیک صرف دو باتیں ہیں یا درود پڑھنا ہوگا یا گالیاں دینا صاحب ہم لوگ پیغمبروں پر نہ درورد
پڑھتے ہیں اور نہ انہیں گالیاں دیتے ہیں مگر دل سے انہیں خدا کے مقبول بندے جانتے ہیں اور
تذکرہ کے وقت بھلائی سے یاد کرتے ہیں ہاں مسیح ہمارا پیشوا ہے اور وہ خدا ہے اس کے سامنے
سجدہ کرتے ہیں اس سے دعا مانگتے ہیں پر ہم کسی رسول پر درود پڑھ کر اس کی عبادت نہیں
کرتے ہیں تیسرے حضرت کی تعلیم میں معاملات ہیں یعنی جس طرح محمد صاحب نے سودا
سلف لیا دیا اور جو جو لیں دیں اور دنیاوی معاملے کئے وہ سب مسلمانوں پر واجب اور فرض
ہونگے کہ اسی طرح کریں۔

دنیا میں ہمیشہ عقل بڑھتی ہے اور معاملات کے حسن وقبح روز بروز ظاہر ہوتے ہیں پس کسی طرح
ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی کے معاملات کے موافق جو تاریکی کے وقت دنیا میں تھا ہمیشہ پابندی
رہی جن باتوں میں نقصان ظاہر ہوگا وہ ضرور چھوڑے جائینگے اور جن میں بہتری معلوم ہوگی وہ
اختیار کئے جائینگے ان مسلمانوں نے ایک ہی شخص کے دنیاوی اطوار بھی اپنے اوپر فرض کرلئے
ہیں یہی سبب ہے کہ ہمیشہ ان کا تنزل رہا مولوی لوگ شاگردوں کی عمر انہیں باتوں کی تعلیم
میں برباد کرڈالتے ہیں آخر کو وہ بیچارے افسوس کیا کرتے ہیں (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ
فتح گڑھ میں پولوس کی تقلید پر کیوں ڈیرہ خانہ جاری کیا ہے جواب پولوس کی تقلید نہیں ہے
بلکہ اس میں غریبوں کے روزگار کی صورت دیکھی ہے اس لئے جاری کیا ہے اور قسم قسم کے
کارخانہ عیسائیوں میں ہیں کسی کی تقلید میں نہیں ہیں دنیاوی روزگار ہیں تقلید یہ ہے کہ اگر کوئی
مسلمان محمدی معاملات کے موافق لین دین نہ کرے تو گنہگار ہے پر عیسائی ایسے معاملوں میں اگر
تقلید نہ کرے تو گنہگار نہیں ہے کیونکہ وہ روحانی چلن میں اور عقائد اور عبادات اور ساری
بھلائیوں میں بزرگوں کا مقلد ہے نہ دنیا کی اختیاری باتوں میں۔

اس کے سوا ساری تعلیم محمدی ایسی ہے کہ اگر کوئی اس کو پابندی کے ساتھ سیکھے اور
دنیا کے علم نہ پڑھے اور اس میں مستغرق رہے تو وہ شخص سنگدل مغرور ناحق شناس اور خود
غرضہ ہوجاتا ہے اور اس کی اصلاح مشکل پڑتی ہے۔ ناظرین ذرا فکر کے ساتھ ان محمدیوں کی
طرف بھی دیکھیں جنہوں نے اپنی عمر مسئلہ مسائل محمدیہ میں صرف کی ہے اوران کی طرف
بھی دیکھیں جنہوں نے مدرسہ میں کشادہ تعلیم پائی ہے (ف) چند بے اصل قول انگریزوں کے
امام صاحب نے اسلام کی تعریف میں بیان کئے ہیں اس کا کچھ جواب تقلیعات کے اول میں
منشی چراغ علی صاحب کو دیا گیا ہے پر یہاں اتنا کہنا بس ہے کہ انگریزوں نے ڈھول کی آواز دور
سے سنی ہے ان کی گواہی اس معاملہ میں معتبر نہیں ہے پر ہم نے آپ اسے تجربہ کرکے ناقص
پایا ہے اور دوسروں کو بھی یہ کہتے ہیں کہ خود تجربہ کرکے دیکھ لو کہ کیا حال ہے۔ غرض محمد
صاحب نے بہت کچھ سیکھلایا مگر کوئی ایسی بات نہیں سکھلائی جس سے عاقبت کا بھلا ہو اور آدمی
تسلی حاصل کرے۔ ہاں البتہ عیسائی تعلیم سے لوگ بھلے ہوجاتے ہیں اور محمد صاحب بھی اسبات
کے قائل ہیں سورہ مائدہ ۱۱ رکوع (ذالک بان منھم قسیسن ورہبان وانھم
لایستکبرون) یہ اس واسطے ہے کہ عیسائیوں میں عالم ہیں اور خدا پرست اور وہ تکبر نہیں
کرتے ۔ اور مسلمانوں کی شان میں سورہ فتح کی ۴ رکوع میں ہے (اشداء علی الکفار
رحمہ ء منھمہ) مسلمان لوگ آپس میں رحمدل ہیں اور کفار پر سختی کرنے والے ہیں اور محمد

صاحب بھی ایسے ہیں۔ پس کہو کہ اب گاڈفری صاحب کا دفعہ ۱۱۰ کا یقین کریں یا اس آیت قرآنی کا یقین کریں۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ نہ توجناب محمد صاحب نبی ثابت ہوتے ہیں اور نہ ان کا قرآن من جانب اللہ معلوم ہوتا ہے اور نہ محمدیوں میں اس کی اچھی تاثیر پائی جاتی ہے اور نہ محمدی تعلیم تسلی بخش ہے اس لئے ہم لوگ لاچار ہوکے محمدی دین سے الگ ہوئے ہیں ہمیں مرنا ہے اورخدا کے سامنے عدالت کے دن حاضر ہونا ہے ہم آخرت کی بھلائی اور خدا کی رضا مندی تلاش کرتے ہیں اب خواہ کوئی ہمیں ہزار گالیاں دے یا جان سے مارڈالے یاہمارا دنیاوی نقصان کرے یا ہمیں احمق اور کمینہ بتلائے ہمیں کچھ پرواہ نہیں ہے ہم صاف گواہی دیتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ مسیح سچے ابن اللہ اور بائبل پاک کلام اللہ کا ہے جو کوئی سیدنا عیسیٰ پر ایمان لائے نجات پائے گا ورنہ ابد پچھتائے گا۔

باب ہشتم قرآن کے ابطال میں فصل اول
قرآن کے دعویٰ فصاحت کے بطلان میں

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن فصاحت وبلاغت میں ایسے مرتبہ پر ہے کہ اس کی ثانی کوئی کلام دنیامیں عرب کی زبان میں نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے اور یہ دلیل اس کی من جانب اللہ ہونے کی ہے۔ یہ دعویٰ قرآن ہی میں لکھاہے اور وہیں سے انہوں نے لے کر بیان کرنا شروع کیا ہے چنانچہ بقر ۲ رکوع میں (وان تنعلو) ایسا ہر گز نہ بناسکوگے۔ اور بنی اسرائیل میں ہے (لایاتون بمثلا) تم قرآن کے برابر ہر گز نہ لاسکوگے اگرچہ آدمی اور جن ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔اس دعوے کے موافق مسلمان بھی اس کے لاثانی فصاحت کےمدعی ہیں اورہم بھی یہ نہیں کہتے کہ وہ مطلق غیر فصیح ہے بلکہ اسے ایک فصیح کتاب جانتے ہیں لیکن یہ بات ہم ہر گزقبول نہیں کرسکتے کہ وہ ایسا فصیح ہے کہ اسکے مانند کوئی کلام نہیں ہے اور طاقت بشری سے اس کی فصاحت اعلیٰ درجہ پر ہے یہ دعویٰ مطلق غلط ہے باب ہفتم کی فصل سوم سے ثابت ہے کہ بعض وہ عبارتیں جو آدمی بولتے تھے اورانسانی طاقت سے بنی ہوئی تھیں اس میں رکھی گئی ہیں پھر کیونکر وہ طاقت بشری سے اعلیٰ درجہ پر ہے کیا وہ عبارتیں قرآن میں آجانے سے طاقت بشری سے خارج ہو گئیں اس کے سوا یہ بات ہے کہ مسلمانوں کے سارے فرقے اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ اس کی عبارت طاقت بشری سے خارج ہے دیکھو ابراہیم بن سیار متکلم اور معتزلوں کا رئیس جس کا حال علامہ شہرستانی نے لکھاہے یوں کہتاہے کہ (والعجب فیہ من حیث الاخبار عن اموالما ضیة والا یتہ ومن جھتہ صرف الدواعی عن المعارض ومنع العرب عن الاھتما بہ جبراً ومحر اذلو جلاھم لکانواقادرین علی ان یاتو بسورة مثلہ بلاغة وفصاحلت ونظما) ترجمہ قرآن میں کچھ عجوبہ بات نہیں ہے صرف اس میں یہی عجوبہ پن ہے کہ امور ماضیہ اور آئندہ کی اس میں خبریں ہیں (یعنی اگلوں کے قصے اور قیامت وعدالت وجزا وسزا کی خبریں اور کوئی معارض اواس کے برابر سورة بنانے والاجو نہ ہوا تو باعث اس کا یہ تھا کہ عرب کے لوگوں کو جبراً و تعجیزاً ممانعت تھی کہ اس کا ارادہ نہ کریں اگر انہیں وہ چھوڑتا تواس کی مانند فصاحت وبلاغت اور نظم میں وہ بنادیتے۔ پھر شہنشاہ اسماعیل نے فرقہ مزواریہ کے عقائد میں لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں (ان الناس قادرون علی مثل ھذا القرآن فصحلتہ نظماولامتہ) ترجمہ آدمی قرآن کے برابر فصاحت وبلاعت و نظم میں بنانے کے اوپر قادر ہیں اور غنیتہ الطالبین میں عبدالقادر علامہ نظام کا خیال یوں لکھتے ہیں (وزعم ان القرآن لیس بمج ھن نظمة) نظام کہتاہے کہ قرآن باعتبار اپنی نظم کے معجزہ نہیں ہے اوراسی کتاب میں لکھاہے کہ فرقہ معمریہ کے لوگ کہتے ہیں (ان القرآن فصل الاحسام ولیس ھو ا بفصل اللہ قرآن جسم کا فعل ہے خدا کا فعل نہیں ہے۔ پس یہ لوگ قرآن پر ایمان بھی رکھتے تھے اوراپنے فرقوں کے امام بھی گذرے ہیں اور خاص عرب کے باشندے بھی تھے پر انصاف کی جہت سے واجبی بات کہتے ہیں۔

اس کے سوا کتاب موارد الکلم اور سبعہ معلقہ کی عبارت ضرور قرآن سے بہتر ہے یا سبعہ معلقہ اپنے بعض فحش مضمون کے سبب سے قرآن سے نیچے خیال کی گئی ہوگی نہ اپنی عبارت میں اور جو سلیس عبارت میں دیکھو تواریخ تیموری اور اخوان الصفا کی عبارت قرآن سے بہتر سلیس اور باربط ہے۔ اور بہت سی عبارتیں قرآن کے برابر بلکہ اس سے بہتر مسئلہ وغیرہ کی ملتی ہیں لیکن چونکہ مسلمان ابتدا سے محبت کے ساتھ خدا کا کلام جان کے قرآن کو قرات اور خوش الحانی سے پڑھتے ہیں اسلئے عادتاً اسی سبب سے بہتر جانتے ہیں اور اسکی نظم کو معجزہ مانتے ہیں مولوی سید محمد صاحب نے بعض شعرا کے نام لکھے ہیں کہ وہ فصاحت قرآن کے قائل تھے اوراس لئے ایمان لائے تھے یہ مغالطہ ہے اس لئے کہ اگر ان لوگوں کے ایمان لانے کا سبب تواریخوں اور کتب سیر سے دریافت کیا جائے تو ناظرین معلوم کرسکتے ہیں کہ محمدی شوکت کو دیکھ کے خوف اور طمع اور لاچاری سے یہ لوگ مسلمان ہوئے تھے نہ قرآن کی فصاحت کو دیکھ کے ہاں اگرچہ بعض نے قرآن کی تعریف بھی کی ہے پر نہ اس جہت سے کہ وہ لاثانی فصیح اور باعتبار عبارت کے معجزہ ہے بلکہ بت پرستی اور شرارت قدیم کی نسبت اسکی تعلیم کو بھلا جان کے اس کی تعریف کی ہے اگر کوئی کہے کہ قرآن کی عبارت سے بہت سے نکات ودقائق نکلتے ہیں اس لئے وہ عمدہ ہے سو جاننا چاہیے کہ یہ خاطر طبع واعظانہ کا ہے نہ قرآن کا جس قدر علوم اور حکم قرآن میں سے نکالے گئے ہیں اور جس طور سے کہ نکالے گئے ہیں اسی قدر اسی طور سے ایک ادنی کتاب کریما میں سے بھی نکل سکتے ہیں پر نکالنے والا تیز طبع ہونا چاہیے اور وہ جو قرآن سے نکالا گیا ہے کچھ عمدہ چیز بھی نہیں ہے لاحاصل باتیں ہیں۔ البتہ قرآن کی عبارت آورد ہے نہ آمد اس لئے وہ ذرا گھٹی ہوئی ہے۔

بالفرض اگروہ معجزہ ہے تو ناقص اور بے فائدہ معجزہ ہے اس کو عرب کے اگلے لوگ سمجھے ہونگے پر ہم بدوں اس کا مذاق دریافت کئے کیونکر ایمان لائیں۔ یہ معجزہ ان اگلے لوگوں کے ساتھ ہی مر گیا اور اگر قرآن میں اب تک زندہ بھی ہے تو بعض عربی خوانوں کے مذاق میں ہے نہ سب کے پس جسے اس کا مزہ آئے وہ اس پر ایمان لائے لیکن یاد رکھے کہ یہ ناکامل معجزہ سارے جہان کے لئے لطف بخش نہیں ہے اور اگر قرآن کا ترجمہ غیر ملکوں کی زبان میں بھیجاجائے تو یہ معجزہ ساتھ نہیں جاتا یہ اپنے گھر ہی میں رہتاہے بھائیو فریب نہ کھاؤ یہ معجزہ نہیں ہے اور قریب نصف کے تو قرآن ہرگز اس دعوے کے نیچے عقلاً بھی نہیں آسکتاہے کیونکہ جس قدر اس میں اقوال مردم حکایتاً منقول ہے وہ سب ضرور انسان کے ہیں اور بعینہ لفظاً ومعنا اسی طرح ہیں جس طرح سے کہ ظہور میں آئے تھے انہیں منقول عنہم سے جو آدمی تھے ہاں اگر ان میں بھی تصرف فصاحت کا ہوا ہے تو وہ بعینہ منقول نہیں ہیں اس صورت میں غلط ٹھہرینگے ہاں اگرچہ ان کا ترجمہ میں ہوا ہے تو بھی وہ مثل تصویر شمسی کے ہونگے مثلاً (انا ربم الا علی) وغیرہ۔

ان باتوں کے بعد ایک اور بات کہنا واجب ہے کہ فصاحت بلاغت کا مقدمہ ایک نازک بات ہے خاص کر قرآن کی نسبت کیونکہ فصاحت بلاغت کے قاعدوں کی کوئی پرانی کتاب جو قرآن سے پہلے کی ہو عرب میں موجود نہیں ہے جس سے فصاحت کے قاعدوں کی رعائتیں اور احترازات دریافت کرکے اس قرآن کا مقابلہ کریں اور قرآن سے پہلے کی عبارتیں بھی نہایت کم ہیں اور جو ہیں اگرچہ وہ قرآن سے زیادہ تر مضبوط معلوم ہوتی ہے پر مسلمان اور انہیں قرآن سے کم درجہ پرزبردستی بتلاتے ہیں اور جب قرآن میں کچھ سقم دکھلائے جائیں تو انہیں پرانی عبارتوں کو جنہیں قرآن سے کم درجہ پر بتلایا تھا سند لاکے قرآن کی فصاحت ثابت کرتے ہیں اس لئے وقت درپیش ہے ہاں تلخیص اور مختصر معانی مطول ملازا وغیرہ فصاحت کے قاعدوں کتابیں مسلمانوں کے پاس ہیں پر یہ ان مسلمانوں نے اسے قرآن کی عبارت کے موافق بنائی ہیں جیسے ہر صرف ونحو کا علم اپنی زبان کے تابع ہوتاہے اسی طرح یہ فصاحت کی کتابیں اپنے قرآن کے تابع ہیں کیونکہ اسے پہلے سے فصیح کتاب لاثانی تجویز کرکے اسکی چال کے موافق کتابیں لکھی گئی ہیں اب وہ ان کتابوں کے قاعدوں کے موافق کیوں نہ ہوگا ضرور ہوگا (ف)

کوئی کہتاہے کہ ہرملک میں قواعد زبان کےموافق تجویز ہوتے ہیں نہ کسی خاص کتاب کے موافق جواب یہ ہے کہ گریمر کےسب قواعد بھی عرب کی زبان کے موافق ہیں مگر فصاحت کےقواعد فصحا کے کلام سے اخذ کئے جایا کرتے ہیں نہ عام زبان سے مومنین قرآن کے سامنے کوئی کتاب قرآن سے زیادہ فصیح فرضاً نہ تھی اس لئے اس کی بہت رعایت ہوئی اگرچہ کہیں کہیں کسی شاعر کے کلام سے بھی سند لائے مگر قرآن کی چال ہمیشہ مقدم رہی اور جس قدرجہاں میں مردہ زبانیں ہیں ان کے قواعد بھی عام زبان کی نسبت کم ہوتے ہیں خاص ان کی کتب مروجہ کے موافق قواعد پائے جاتے ہیں عبرانی مردہ زبان ہے اوراس کے قواعد جوموجود ہیں اسی مغز کتاب سے ہیں جوموجود ہے یعنی عہد عتیق سے یونانی بھی مردہ زبان ہے اس کے قواعد زیادہ تر عہد جدید سے علاقہ رکھتے ہیں عربی مردہ زبان ہوگئی تھی اس وقت قواعد کی کتابیں تصنیف ہوئیں سو قرآن سےزیادہ علاقہ ان کا ہے کہیں کہیں۔

دیکھو ایک فصاحت کاقاعدہ یہ بھی ہے کہ سوال کے موافق جواب ہونا چاہیے اس قاعدہ سے قرآن کی یہ آیت فصیح نہ رہتی تھی بقرہ ۲۵ رکوع یسئلو نک مادا اینفقون) تجھ سے سوال کرتے ہیں لوگ کہ ہم خدا کی راہ میں کیا چیز خرچ کریں یعنی دینی کی چیزیں بتلاؤ کہ کیا دیا کریں جواب یہ ملا (ما انفقتمہ من خیر فللو الدین انخ) جو چیز تم خیرات دوماں باپ اور ایتام کو اور مساکین اور مسافروں کو دیا کرو یعنی خرچ کرنے کی جگہ بتلائی جو نہیں پوچھی تھی پس محمدی مصنفوں نے اس آیت کے فصیح بنانے کو کہا (تنبھا علی ان الھم ھم السوال منھا) یعنی یہ جواب خلاف سوال کے اس لئے دیا کہ سائل کو معلوم ہوجائے کہ ایسا سوال کرنا نہ چاہیے تھا جو ہم نے جواب دیا ہے اس کے موافق سوال چاہیے تھا اور یہ زبردستی ہے (ف) امام صاحب کہتے ہیں کہ ما انفقتم کے معنی ہیں جو چاہو خرچ کرو۔ یہ غلط ہے اور مولوی سید محمد صاحب جو ضمناً سوال کا جواب بتلاتے ہیں یہ تکلف ہے اور یہاں اپنے قاعدہ سیقم سے بچنے کی کوشش ہے۔ پر ضرور جس مطلب پر آیت پیش ہوئی ہے وہی مطلب ہے۔

بقر ۲۳ رکوع میں (لسئلو نک عن الاھلنہ) سوال کرتے ہیں تجھ سے اے محمد ہلال کے بارہ میں جلالین میں اس کی تفسیر یوں لکھی ہے کہ (لم تبددو دقیقتہ ثمہ تزید حتیٰ تمتلی لورا اثمہ تعو د کما بدت والاتکون علی حالتہ واحد ۃ کا المشس ترجمہ یعنی سوال یوں کرتے ہیں کہ کیا سبب ہے کہ چاند نہایت باریک ظاہر ہوتاہے پھر زیادہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ پورا روشن ہوجاتا ہے پھر ویسے ہی ہوتا ہے سورج کی طرح ایک ہی حالت پر کیوں نہیں رہتا یعنی چاند کے ہلال وقمر وبدر ہونے کی وجہ پوچھتے ہیں (جواب یہ ملاقدھی مواقیت اللناس والح) کھدے کہ یہ وقت ہیں واسطے آدمیوں کے اورحج کے یہ جواب سوال کے موافق نہیں ہوا اور فصاحت سے آیت گر گئی اوریہاں یہ بھی نہیں کہہ سکے کہ (تنبھا علی ان المھم ھوا السوال عنھا) یہ علم ہیت کا سوال ہے یہ کیوں نہ کہا کہ اس کا جواب ہمیں نہیں آتا پھر ذاریات میں ہے (یسئاولک ایان یوم الدین) سوال کرتے ہیں کہ قیامت کا دن کب آئیگا جواب یہ ہے کہ (یوم علی النار تفعون) جب آگ میں گرائے جائیں گے۔ سوال تو یہی تھا کہ آگ میں کب گرائے جائینگے مسیح کی مانند کہنا چاہیے تھا کہ قیامت کے دن کا کسی کو علم نہیں ہے ہم نہیں جانتے (ف) یہ کہنا کہ بعض ایسے سوال جواب کلام الہیٰ میں بھی ہیں درست ہے پر وہاں ایسے اعتراض نہیں کرسکتے کیونکہ ایسے قاعدے وہاں مرعی نہیں وہاں اور قاعدے ہیں پس اپنے وضعی قاعدوں کا وبال وہاں نہیں ڈالنا چاہیے۔ اب انہیں کی کتابوں کے موافق فصاحت بلاغت کےقاعدے جان کے قرآن کو دیکھا چاہیے۔

معنی فصاحت

لغت میں خوش گوئی کو فصاحت کہتے ہیں۔ اصطلاح میں کلام کا ان لفظوں سے خالی ہوتا ہے جو بلغاد وشرفا کی بول چال میں نہیں آتی اور ترکیب غیر مانوس والفاظ غیر مایوس اور لغات مشکلہ اور ثقیل سے بھی خالی ہونا چاہیے۔ تلخیص میں فصحات کے معنی یوں لکھے ہیں۔

فصاحت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے لفظ مفرد اور کلام اور متکلم ۔ فصاحت فی المفرد کے معنی یہ ہیں کہ لفظ مفرو تنافر حروف وغرابت ومخالفت قیاس لغوی سے خالی ہو۔ پس اگر کسی کلمہ میں ان تینوں عیبوں سے کوئی عیب پایا جائے تو وہ فصیح نہ ہوگا۔

تنا فرالحروف کے یہ معنی ہیں کہ لفظ زبان پر بھاری معلوم ہواور مشکل سے بولاجائے ۔ اور غرابت کے یہ معنی ہیں کہ لفظ وحشی ہو اوراس کے معنی ظاہر نہ ہوں اوراستعمال میں نہ آتا ہو اور مخالفت قیاس لغوی کی یہ ہے کہ لغت عرب کی تحقیقات کرکے جو قانون نکالے گئے کوئی لفظ ان کے خلاف بولاجائے بعض کہتے ہیں کہ فصاحت فی المفرد میں یہ تین باتیں مذکورہ بھی ضرور ہیں اور یہ بھی چاہیے کہ وہ لفظ سننے میں مکروہ نہ ہو۔

اب لفظ فصیح کے معنی معلوم ہوئے مگر قرآن میں بہت لفظ ایسے ملیں گے جن میں یہ صفتیں نہیں ہیں جن کا ذکر آنے والا ہے۔

کلام فصیح اس کو کہتے ہیں جس میں ضعف تالیف اور تنافر الحروف اور تقید نہ ہو۔

ضعف تالیف کے یہ معنی ہیں کہ کلام کے اجزا قواعد نحویہ کے برخلاف ترکیب پائیں۔ تنافر کے یہ معنی ہیں کہ کلمات بزبان پر بھاری ہوں۔ اور تعیقد کے یہ معنی ہیں کہ عبارت اپنے معنی پر کھلاکھلی دلالت نہ کرے کسی خلل کے سبب جو اس کی ترتیب میں واقع ہوا ہے اور ترتیب میں خلل اس طرح ہوتا ہے کہ لفظوں کی ترتیب معنوں کی ترکیب پر نہ ہو کسی لفظ کے تقدم یا تاخر کے سبب یا اضمار قبل الذکر کے باعث یا اور کسی سبب سے یا اسلئے کہ وہ عبارت ایسی ہے کہ ذہن انسانی فوراً مرادی معنی کی طرف رجوع نہیں کرتا کیونکہ لغت کے معنی تو کچھ اور ہیں اور مراد متکلم کی دورے معنی سے ہے جو خفی ہیں تو یہ تعیقد ہے۔

بعضوں نے کہا ہے کہ فصاحت کلام کے لئے وہ بھی چاہیے جو ذکر ہوا اور یہ بھی چاہیے کہ ایک بات کئی بار ذکر نہ کی جائے۔

اب کلام فصیح کے معنی معلوم ہوئے تو اس کے موافق بعض آیات قرآنی غیر فصیح ہیں جن کا ذکر آئیگا اور تکرار قرآن سے تو قرآن بھرا ہوا ہے کہ بار بار ایک بات کا ذکر آتا ہے۔

فصاحت فی المتکلم کے یہ معنی ہیں کہ اس میں ایسی طاقت ہو جس کے سبب وہ اپنا مطلب فصیح لفظوں میں بول سکے۔

بہت عبارتیں قرآن میں ہیں کہ محمد صاحب کا مطلب صاف صاف وہاں سے ظاہر نہیں ہوتا کہ کیا ہے پھر ہم کس طرح کہیں کہ وہ فصیح شخص تھے حروف مقطعات تو آج تک کسی نے سمجھے بھی نہیں اور کئی آیتوں کا مطلب ظاہر نہیں ہے کہ حضرت کی کیا مراد ہے۔

معنی بلاغت

بلاغت کے معنی ہیں مرتبہ کمال اور انتہا کو پہنچنا اور مقتضائے حال کے موافق بولنا پس بلاغت فی المفرد نہ رہی اور بلاغت فی الکلام اور باعث فی المتکلم رہ گئی۔

کلام بلیغ وہ ہے کہ کلام فصاحت کے ساتھ موافق مقام کے بولا جائے ۔ اور چونکہ موقع مختلف ہوتے ہیں اس لئے کلام کے مقام بھی مختلف ہیں۔

بلاغت فی المتکلم یہ ہے کہ بولنے والے میں ایسی طاقت ہو کہ وہ کلام بلیغ بول سکے۔ کئی مقاموں پر محمد صاحب نے مقتضائے مقام کے خلاف جواب دیا ہے اس لئے نہ ان کا کلام بلیغ ہے نہ وہ بلیغ تھے۔

سوال

قرآن کو سب نے فصاحت اور بلاغت میں لاثانی مانا ہے اور یہ بیان اس کتاب کا سب کے برخلاف کیسا ہے جواب۔ سب نے قرآن کو لاثانی فصیح اور بلیغ نہیں مانا ہے۔ ہاں بہت سے محمدیوں نے مانا ہے اور بعض عیسائیوں نے بھی اسے فصیح کہا ہے مگر طاقت بشری سے خارج اس کی فصاحت کو نہیں بتلایا اتنی فصاحت کا تو میں بھی قائل ہوں کہ ایک فصیح کتاب ہے اگرچہ کہیں کہیں کوئی لفظ یا فقرہ خلاف معنی فصاحت کے بھی پایا جاتا ہے۔

خوبی قرآن کی

پہلے معلوم کرنا چاہیے کہ مسلمان قرآن میں کیا خوبی دکھلاتے ہیں پیچھے سوچنا چاہیے کہ وہ خوبی حقیقت میں خوبی ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیسی خوبی ہے اگر کوئی شخص بچشم انصاف تفسیر اتقان کی نوع ٦٤ کو دیکھے تو اس کا حاصل یہ پائے گا۔

(اول) معجزے دو قسم کے ہیں حسی اور عقلی حسی وہ معجزے جو آنکھوں سے دیکھیں جاتے ہیں جیسے موسیٰ کا عصا اور صالح کے ناقہ اور عیسیٰ مسیح کا بیماروں کو صحت دینا یا مردے جلانا اور ایسے معجزے انبیاء بنی اسرائیل کو اللہ نے دئے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ بنی اسرائیل شدت سے بیوقوف اور کم عقل تھے اس لئے یہ موٹے معجزے انہیں دیئے گئے اور ان کا لطف اسی زمانہ میں تھا اسی وقت کے سات ان معجزوں کا لطف بھی اڑ گیا دوسری قسم معجزے کی عقل معجزہ ہے اور وہ قرآن کی فصاحت ہے چونکہ اہل عرب بڑے عقلمند اور ہوشیار ہیں اس لئے انہیں عقلی معجزہ دیا گیا تا کہ ہر زمانے کے عقلمند عقل کی آنکھ سے اسے ہمیشہ دیکھتے رہیں۔ دیکھو یہ تقریر کیسی ہے اور کیا اچھا انصاف ہے اگر کوئی عقلمند خدا ترس اس کو قبول کرسکتا ہے تو کرے جن امور میں خدا کی قوت ظاہر ہوتی ہے انہیں بیوقوفوں کے لئے حسی معجزہ بتلاتے ہیں اور اسکی تاثیر جو آج تک خدا پر ایمان قائم کراتی ہے اسے کہتے ہیں کہ جاتی رہی۔ مگر عقلاً عرب کے لئے فصاحت کا عقلی معجزہ آیا جس کو وہ ہمیشہ عقل کی آنکھ سے دیکھتے ہیں حالانکہ آنکھ عقل کی آنکھ اسے معجزہ ہی نہیں بتلاتی ہے اور اس کی تاثیر قائم ہے حالانکہ وہ زبان اور وہ فصحا مر چکے ہیں اور اس کی لذت اسی زمانہ کے ساتھ فوت ہوچکی ہے اور اگر اب کچھ ہے بھی تو اسکے ترجمہ کے ساتھ ذہن میں نہیں آسکتی۔ اب دیکھنا چاہیے کہ وہ تاثیر اور حلاوت کیا ہے جو قرآن میں دکھلائی جاتی ہے۔

(دوم) عرب لوگ بہت فصیح تھے اور اس فن میں انہیں کمال حاصل تھا محمد صاحب نے انہیں قرآن سنایا اور دعویٰ کیا کہ فصاحت میں اس کی مانند صرف دس ہی صورتیں بنا لاؤ وہ اس کے موافق نہ بنا سکے بلکہ دشمنی کرنے لگے اور کبھی ٹھٹھہ کرتے تھے اور کبھی سحر بتلاتے تھے اور کبھی شاعر کہتے تھے اور کبھی پرانی کہانیاں کہتے تھے تب حضرت نے ان کی گردنوں میں تلوار رکھی اور ان کے بچے قید کئے اور ان کے اموال لوٹ لئے اور بعضوں نے قرآن کی فصاحت کو بڑی فصاحت سمجھ کے قبول بھی کیا مثلاً ولید بن مغیرہ نے کہا کہ قرآن میں بڑی حلاوت ہے اور اس کے سننے سے مجھے رقت آتی ہے اور ایسے ہی اور بھی بعض نے کہا ہے (۳) بہت لوگوں نے اس معاملہ میں فکر کی کہ قرآن میں کیا معجزہ پن ہے اور بہت سی کتابیں اس بارہ میں تصنیف ہوگئیں مثلاً حطابی اور رمانی اور زملکانی پھر امام رازی اور ابن سراقہ اور قاضی ابوبکر باقلانی نے اس معاملہ میں کتابیں لکھی ہیں جن عطر نکال کے جلال الدین سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے اگرچہ مخالفوں کی دلائل چھوڑدی ہیں تو بھی لکھا ہے (وقد خاض الناس فی ذالک کثیر افبین محسن ومسی) یعنی بہت فکر کی ہے لوگوں نے قرآن کے اعجاز میں پس برے اور بھلے سب طرح کی بیان ان کے اس معاملہ میں ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ علماء متقدمین اور متاخرین کا اتفاق اس کے اعجاز میں ہرگز نہیں ہے اختلاف ہے اور جانبین میں سے ایک جانب کی طرف ہم عیسائی بھی ، ہیں فوعجم وم التحدی وقع بالکلام القد یمہ الذی ھوصفتہ الذات وان العرب تکلفت فی ذالک مالا یطاق وبہ

وقع عجز ھا) مسلمانوں میں سے ایک قوم کہتی ہے کہ عرب سے کلام قدیم مانگا گیا تھا اور ایسا کلام لانا ان کی طاقت سے خارج تھا کیونکہ کلام قدیم خدا کی ذات کی صفت ہے پس اس سبب سے وہ عاجز ہوگئے تھے نہ ایسی لفظی فصاحت سے اور یہ خیال ان لوگوں کا نہایت صحیح ہے مگر جلال الدین کہتا ہے کہ (اوہو ر دودلان مالا یملن الوقوف علیہ لا یتصور التحدی) یہ خیال کہ کلام قدیم مانگا گیا تھا رد کیا گیا ہے اس دلیل سے کہ جس چیز کا وقوف ممکن نہیں ہے وہ کیونکر طلب ہوسکتی ہے (فا لصلواب ماقالہ الھورانہ وقع بالدار علیٰ القدیم وھو الفاظ) پس درست بات وہ ہے جو جمہور کہتے ہیں کہ ایسے الفاظ مانگے گئے تھے جو کلام قدیم پر دلالت کرنے والے ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل مردود ہے نہ وہ قول کیونکہ تمہارے عقیدہ کے موافق ایسے الفاظ بھی لانا ان کی قدرت سے باہر تھا پس بہر حال وہی چیز مانگی جاتی ہے جو قدرت سے باہر ہے خواہ الفاظ ہوں خوا معنی اور تم خود کہتے ہو کہ الفاظ مانگے گئے تھے جو کلام قدیم پر دال ہوں پس کلام قدیم ضرور مانگا گیا اور جو کہو کہ الفاظ ان کی قدرت میں تھے نہ معانی تو وہی مطلب نکل آیا کہ ایسے الفاظ لانے پر آدمی قادر ہیں بموجب تمہارے اقرار کے ثمہ (غم النظام ان اعجازہ لابصر فتہ ای عن اللہ صرف العرب عن معارضہ وسلب عقولھم وکان مقدوراً لھم لکن عاقھم امر خاجی فضار یر کسا المعجزات) پھر کہتا ہے نظام کہ قرآن کا معجزہ بہ سبب صرفہ کے ہے یعنی خدا نے عرب کے لوگوں کو قرآن کے مقابلہ سے روکا اور ان کی عقل کو چھین لیا اور انہیں تو مقدور تھا کہ قرآن کے موافق بنادیں لیکن ایک خارجی امر نے انہیں روکا کہ خدا نے انکی عقلیں ان میں سے نکال لیں پس ہوگیا مثل اور سب معجزوں کے پھر اس قول کو بھی جلال الدین رد کرتا ہے اس دلیل سے کہ اگر جن اور آدمی جمع ہوں تو بھی ایسا نہ بناسکیں گے کیونکہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ (عجز ھم معہ بقاء قدرۃ ھم) یعنی اگرچہ قدرت ان میں تھی تو بھی عاجز تھے۔ اور یہ غلط ہے کیونکہ عجز عدم قدرت میں ہوتا ہے نہ مع بقاء قدرت کے۔ پھر جلال الدین کہتا ہے کہ اگر نظام کا قول مانا جائے تو قرآن معجزہ نہ رہیگا حالانکہ اجماع امت اس پر ہے کہ قرآن معجزہ ہے اور محمد صاحب کا کوئی معجزہ باقی نہیں ہے مگر یہی قرآن کی عبارت نظام کا قول اسے بھی اڑاتا ہے دیکھو نظام کی تقریر بلحاظ انصاف اور بلحاظ عبارت قرآن کے ہے مگر جلال الدین کی تقریر محض حمایت اور تقلید اجماع پر مبنی ہے اب ناظرین آپ ہی انصاف کرلیں۔

پھر جلال الدین کہتا ہے کہ یہ قول نظام کا ان کے اس فرقہ کے قول سے زیادہ تعجب کا نہیں جو کہتے ہیں کہ (ان الکل قادرون علی الاتیان بمثلہ وانما تاخر واعنہ لعدم العلم بوجہ ترتیب لو تعلمو لا صدالیہ) سب لوگ قادر ہیں قرآن کے مانند بنانے پر مگر اس وقت جو نہ بنا سکے اس لئے تھا کہ ایسی وجہ ترتیب کی انہیں معلوم نہ تھی مگر ایسی ترتیب کی وجہ وہ جانتے تو ایسا بنادیتے۔

اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ اس وقت عاجز تھی جب اس کا طرز معلوم ہوگیا تو ان کے بعد ایسا بنانے کی قدرت لوگوں میں آگئی (اور یہ سچ بات ہے کہ جب نمونہ دیا جائے تب ویسی چیز بن سکتی ہے یا اس سے بھی اچھی۔ (وقال قومہ وجہ اعجاز لا مافیہ من الا اخبار عن الغیوب المستقبلۃ ولم یکن ذالک من شان العرب) قرآن میں اعجاز یہ ہے کہ اس میں غیب کی آئندہ خبریں ہیں (مثلاً قیامت وعذاب ثواب ودوزخ وبہشت کا) عرب کی طاقت نہیں تھی کہ ایسی خبریں دیتے وقال اخرون ماتضمنہ من الاخبار عن قصص الاولین وسامرا المتقدمین) دوسروں نے کہا کہ اس میں اگلے لوگوں کے ایسے قصے بیان ہوئے ہیں گویا بیان کنندہ اس وقت دیکھتا تھا۔

پھر قاضی ابوبکر نے کہا ہے) کہ قرآن میں معجزہ یہ ہے کہ اس کی نظم اور تالیف اور ترصیف ایسی ہے کہ تمام وجوہ نظام جو عرب کی عادت میں تھیں ان سے خارج ہے اور ان کے خطابات کے اسلوب کے مباین ہے۔

یہ بات نہایت صحیح ہے کیونکہ قرآن کا اسلوب ضرور فصحاء عرب کے مانند نہیں ہے بہت باتیں شعراء عرب کے دستور کے خلاف اس میں ہیں اس صورت میں ضرور وہ عاجز ہوسکتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی کوئی نئی بات نکالے اور کہے کہ تم ایسی بات نہیں نکال سکتے سچ کہتا ہے کہ وہ نہیں جانتے پر یہ اس کا معجزہ نہیں ہے اس کی عقل کا نتیجہ ہے غرض اس قسم کے بہت سے خیالات لوگوں کے جلال الدین نے لکھے ہیں جن سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ لوگ جو اس کے اعجاز کے قائل ہیں خود متفق ہوکے نہیں کہہ سکتے کہ اس میں کیا خوبی ہے اور ہر کوئی جو ایک جدی خوبی اپنے خیال سے دکھلاتا بھی ہے تو وہ فی الحقیقت کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس سے اس کا من جانب اللہ ہونا ثابت ہو۔

(چہارم) پھر مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن سب علموں کا مخزن ہے اس میں تمام جہان کے علوم بھرے ہیں اور یہ علوم اس طرح سے دکھلائے گئے ہیں مثلاً الف لام میم وغیرہ سے علم جبر مقابلہ کا نکلا اور مردوں کے مال کی تقسیم کا جب ذکر آیا تو وہ وہاں سے علم حساب نکلا اور زیتون وانجیر وغیرہ کے ذکر سے علم طب نکلا مگر یہ بیان کچھ بھروسہ کے لائق نہیں ہے اس طرح سے تو ہر کتاب سے علم نکلتے ہیں اور نہ صرف قرآن سے اور وعدہ وعید حشر نشر اور خدا کے نام اور اسکی ذات صفات کا ذکر اور قصص انبیاء وغیرہ جو اس میں ہیں وہ تو اس کو لازم ہی تھے کہ وہاں بیان ان کا آتا مگر چونکہ سب بیان عقلاً ونقلاً درست طور پر نہیں ہیں اس لئے یہ بیان بھی اس کے لائق نہیں ہیں کہ کوئی سمجھ دار ان پر فریفتہ ہوئے چونکہ کلام الہیٰ جو بائبل ہے اس میں یہ سب بیان نہایت اچھی طرح پائے جاتے ہیں اس سے بہتر طور پر محمد صاحب نے یہ بیان نہیں سنائے ہیں پھر قرآن میں کچھ تمثیلیں بھی بیان ہوئی ہیں لیکن وہ تمثیلیں ہرگز انجیل کی تمثیلیوں سے بہتر نہیں ہیں پھر بعض پیغمبروں کے القاب اور نام قرآن میں ہیں پر یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے انجیل توریت انہوں نے خوب سنی وہاں سے بہت سی باتیں انتخاب کرکے لی ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن کے وجوہ اعجاز جو علماء محمدیہ فخراً دکھلاتے ہیں وہ کچھ عجیب باتیں نہیں ہیں جن پر فریفتہ ہوکے ایمان لایا جائے پھر جو اس کو معجزہ کہا جاتا ہے تو کس اعتبار سے ہے مضامین کے اعتبار سے تو ہرگز نہیں ہے اگر عبارت کے اعتبار سے معجزہ کہیں تو اس میں بھی دقت درپیش ہے کیونکہ قاضی ابوبکر کے قول سے اس کی نظم تالیف وترصیف تمام وجوہ نظم سے جو فصحاء عرب کی عادت میں تھی خارج ہے اور اس کے اسلوب ان کے اسلوب کے مبائن ہیں۔ اور خارج ومبائن کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انہیں کا طرز اختیار کرکے ان کی قدرت سے بالاتر فصاحت دکھلائی گئی ہے جس سے وہ عاجز ہیں مگر ایک نئی چال اس سے اختیار کی گئی ہے جو فصحاء عرب کی چال نہ تھی اور وہ بعض جگہ فصاحت کے خلاف بھی ہے دیکھو فصاحت کی تعریف میں جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے پھر دیکھو قرآن کے حروف مقطعات کو کہ یہ کیا ہیں اور ان کے کیا معنی ہیں اور لغات عرب میں ان کے معنی تلاش کرو اور فصحاء کے کلام میں ان کو ڈھونڈو وہ یہ ہیں الم المص المر الرحم حمعسق ن والقلم یاسین وطہ ضرور یہ نئی بات ہے اس کا کچھ مطلب ظاہر نہیں ہے اب یا تو ان کو فصاحت سے خارج کہو یا فصاحت کی تعریف میں سے قیاس لغوی کی قید کو کاٹ کے یہ لکھو کہ فصیح آدمی ایسی باتیں بھی بول سکتا ہے کہ جو لغت میں نہ ہوں اور انہیں کوئی آدمی نہ جان سکے اور یہ اس کی فصاحت ایسی فصاحت قرار دی جائیگی جو انسان کی طاقت سے خارج ہے اور ایسے معاملہ میں غور کرنیوالے کو کہینگے کہ اس کے دل میں نقصان ہے یہ نہ کہینگے کہ ایسی باتیں بولنے والا غیر فصیح ہے پس سارے حروف مقطعات خلاف تعریف فصاحت کے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ تعقیدہ کے اقسام میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ تعقید میں یہ بات بھی داخل ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی تو کچھ اور ہوں اور مراد تکلم کی دوسری معنی سے ہو جو خفی ہیں یہ بات معلوم کرکے دیکھو اتقان کی نوع ۳۶ کی طرف جہاں ابن عباس سے صدہا لفظوں کی تفسیر خلاف ظاہر کے بیان ہوئی ہے جو محمد صاحب کا مطلب تھا اور اس سے زیادہ اتقان

کے خاتمہ میں ایسی لفظوں کی تفسیر بھی دیکھو جو خلاف ظاہر کے خود محمد صاحب نے بیان کی ہے اگر یہ ابن عباس کی تفسیر اور محمد صاحب کی تفسیر معلوم نہ ہو تو قرآن کا پڑھنے والا ہر گز محمد صاحب کی مراد کو معلوم نہیں کرسکتا کیونکہ لفظ کے ظاہری معنی کچھ اور ہیں اور مراد محمد صاحب کی کچھ اور ہے اور یہ ایک قسم کی تعقید ہے جو خلاف فصاحت ہے اور یوں قرآن کا اصل مطلب کھلا کھلی ظاہر نہیں ہے گویا محمد صاحب کی جدی اصطلاحیں ہیں جو انہوں نے نئی تجویز کیں جب تک طبقہ اول اور طبقہ دوم کے مشہور مفسروں کے خیالات دیگر کتب سے معلوم نہ کئے جائیں صرف قرآن کی عبارت محمد صاحب کا پورا مطلب نہیں دکھلا سکتی دیکھو اسی واسطے جلال الدین سیوطی نے نوع ۸۰) میں دو طبقوں کے مفسروں کا بیان کرکے اس کے بعد کے مفسروں کی تفسیروں پر اعتراض کیا ہے اور امام رازی کی تفسیر پر بڑا اعتراض ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جلال الدین نے نوع ۳۶ میں یوں بھی کہا ہے کہ (ومن نزل القرآن علیھم وبلغتھم تو قفوانی الفاظ لم یعرو فوا معنا ھافلم یقولو فیھا شیا) قرآن جن لوگوں کی زبان میں نازل ہوا انہوں نے بھی بعض لفظوں کے معنی معلوم نہیں کئے ہیں اور وہ چپ کر گئے ہیں اور چپ کر جانے کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ اس کو کلام اللہ مان چکے تھے پس دم مارنے کا مقام نہ سمجھا اگر کوئی فصیح شاعر ایسے الفاظ بولتا ضرور اسے تعیقد کا داغ لگاتے پر قرآن کو نہیں لگاتے یہ ان کا انصاف ہے وہ الفاظ جن کے معنی معلوم نہ ہوئے اور چپ کر گئے ہیں یہ ہیں۔ ماکھتہ وابا۔ ابوبکر صدیق کہتے ہیں کہ الااعلم میں نہیں جانتا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ (فاطر السماوات) کے معنی میں نہ جانتا تھا جب تک دو گنوار ایک چاہ کی بابت جھگڑا کرتے نہ آئے اور لفظ (انا فطر تھا بمعنی ابتدا تھا) نہ بولا۔ پھر ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ (حنانا کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ربنا افتح بیننا) کا مطلب مجھ پر نہ کھلا جب تک بہ بنت ذی یزن سے افتح بمعنی اخاصم نہ سنا پھر کہتے ہیں کہ میں کل قرآن کو جانتا ہوں لیکن علین اور حنانا اور اواہ اور رقیم کا مطلب نہیں جانتا پس

کیا یہی فصاحت ہے کہ لفظ کھلا کھلی اپنے مطلب پر دلالت نہ کرے کیا ان الفاظ کے حق میں فصاحت کی تعریف صادق آتی ہے چوتھی بات یہ ہے کہ اور ملکوں کی مانند عرب بھی ایک ملک ہے اور جیسے ہر ملک کے علاقجات میں جدے جدے بعض مخصوص محاورے ہوتے ہیں عرب میں بھی جدے جدے مخصوص محاورے ہیں پس سوال یہ ہے کہ آیا کیا قرآن عرب کے سب علاقجات کے محاورات کا مجموعہ ہے یا کسی خاص علاقہ فصحاء کے محاورات میں لکھا گیا ہے اس میں علماء محمدیہ کا اختلاف ہے دیکھو اتقان کی نوع ۱۶ کو ابن قتیبہ کہتا ہے کہ (لم ینزل القرآن الابلغت قریش) یعنی قرآن صرف قریش کے محاورہ میں نازل ہوا ہے اور دلیل اس شخص کی قرآن کا وہ قول ہے کہ (ما ارسلنا من رسول الابلسان قومہ) یعنی ہر رسول اپنی قوم کی زبان بولتا آیا ہے اور محمد صاحب کی قوم قریش پر۔ پھر قریش کی زبان نسبت دیگر علاقوں کی صاف اور سہل اور شیریں بھی ہے اور صفت (عربی مبین) یعنی صاف عربی اس کی نسبت کہنا مناسب ہے پھر اتقان کی نوع ۱۸ میں لکھا ہے کہ عثمان خلیفہ کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے اس لئے اس نے حکم دیا (اذا ختلفھم وانتمہ وزید بن ثابت فی شئی من القرآن فاکتبوہ بلسان قریش پھر لکھا ہے کہ (فنسخ تلک الصحف فی مصحف واحد مرقبالیسورہ من سایر اللغات علی لغت قریش محتجایانہ نزل بلغھم وان کا قدو سع فی قراتہ بلغت غیر ھم رفعا للجرج والمشقتہ فی ابتداء الا مہ)یعنی عثمان نے سب صحیفوں سے لے کر ایک قرآن لکھا اور تمام لغات جو اس میں تھے ان سے لے کر صرف قریش کے محاورہ میں اسے لکھا اس حجت سے کہ قرآن نازل ہوا ہے قریش کی زبان میں اگرچہ شروع میں واسطے رفع ہرج اور مشقت کے اور محاورات بھی اس میں تھے۔ حاصل کلام ابن قتیبہ کے بیان کے موافق قرآن گویا خود مدعی ہے کہ میں قریش کی زبان میں نازل ہوا ہوں۔ اور عثمان نے اسے قریش کے محاورات میں لکھا ہے اگرچہ پہلے اس میں

اور محاورات بھی تھے پس ایک بڑے تصرف کے بعد وہ قریش کے محاورات میں لایا گیا اوراب اس کے قریشی ہونے میں کچھ شک نہیں ہے اورجلال الدین کے بیان سے بھی ثابت ہے کہ قرآن میں اگرچہ اور بھی محاورے پہلے تھے مگر اب وہ لغت واحد یعنی صرف قریش کے محاورات میں عثمان نے لکھا ہے پس ایک معتبر اورپسند کے لائق قول یہ ٹھہرا کہ قرآن صرف قریش کے محاورے میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ قرآن سب عرب کے علاقجات کے محاورات کا مجموعہ ہے۔

اتقان نوع ۱۶ کے مسئلہ ثالث میں ایک حدیث متواتر لکھی ہے (ان القرآن انزل علیٰ سبعتہ حرف) یعنی قرآن سات (۷) خرفوں میں نازل ہوا ہے مگر سات حرف کے معنی درست معلوم نہیں ہیں کوئی سات قرات بتلاتا ہے کوئی سات لغت بتلاتاہے اور کوئی کچھ اور خیال کرتاہے ابن حبان کہتا ہے کہ ۳۵ قول ان سات حروف کے معنی میں لوگوں کے ہیں اور سب احتمال ہیں پس یہ حدیث تو ہر گز اس بات کی دلیل نہیں ہوسکتی ہے کہ قرآن سات لغت میں نازل ہوا ہے۔ ہاں ایک اور حدیث ابن عباس سے ہے کہ (نزل القرآن بلغة الكعبين كعب قريش وكعب خراعة) قرآن نازل ہواہے دو کعب کی لغت میں یعنی قریش اور خزاعہ کا حاصل یہ ہے کہ قرآن مجموعہ ہے سب قبائل کے محاورات کا اگر ایسی بات ہے تووہ مثل مقامات حریری کے ہر قبیلے کے محاورات کو شامل ہے بلکہ اس سے بہتر کتاب مقامات حریری ہو گی الفاظ کے اعتبار سے۔

اور یہ بات عقلاً ثابت ہے جو کتاب کسی ملک کی عمدہ زبان میں مناسب رعایتوں کے ساتھ لکھی جائے وہ فصیح کہلاتی ہے نہ وہ جس میں ہر علاقہ کے محاورات کی بھرتی ہو۔ پس قرآن بموجب دعویٰ ابن قتیبہ اور خلیفہ عثمان کے خاص قریش کی زبان میں لکھا گیا ہے اور بعض کے خیال کے موافق وہ سب محاورات عرب میں ہے پس اگر سب محاورات کی بھرتی اس میں ہے تو وہ ہر گز عقلاً اور نقلاً فصیح نہیں ہوسکتا جیسا مسلمان بتلاتے ہیں اور اگر وہ بموجب اپنے دعویٰ کے صرف قریش کے محاورے میں مانا جائے تو بھی وہ عمدہ فصیح نہیں ہے کیونکہ اس میں ضرور غیر محاورے موجود ہیں۔

اب دیکھو جلال الدین اپنے نوع ۳۷ میں یوں لکھتے ہیں کہ ۳۷ نوع میں ذکر ہے ان لفظوں کا جو غیر میں لغت حجاز کے اور قرآن میں آئی ہیں یعنی یہ لفظ حجاز کی لغت نہیں ہیں وہ یہ ہیں۔

عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ وانتم سامدون قال الغناء وھی یمانیتہ) یہاں پر سمد بمعنی غنا کے آیا ہے یہ یمن کا محاورہ ہے نہ حجاز کا۔ اور ابی حاتم نے ابن عباس کی مولی عکرمہ سے روایت کی ہے کہ یہ حمیر کا محاورہ ہے۔

(دوم) وابید نے حسن سے روایت کی ہے کہ اقال كنالاندرى مالا رايك حتى يقيناً رجل من اهل اليمن فاجز نان ان الاريكة عندهم الحجته فيها السرير) ہم لوگ نہیں جانتے تھے کہ ارایک کے کیا معنی ہیں جب ہمیں ایک آدمی یمن کا ملااس نے بتلایا کہ اریک ان کے نزدیک اس حجلہ کوکہتے ہیں جس میں تخت ہو۔دیکھو فصاحت میں شرط ہے کہ لفظ مانوستہ الاستعمال بولے جائیں مگر یہاں اصحاب محمد گواہی دیتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے تھے۔

(سوم) واخرج عن الضحاک فی قولہ تعالیٰ والوا لقا معاذیرہ قال ستورة بلغت اهل اليمن اورروایت ہے کہ ضحاک سے جوطبقہ دوم کا منتخب مفسر قرآن ہے کہ یہاں محمد صاحب نے لفظ معاذیرہ بمعنی ستورہ بولاہے اور یہ یمن کا محاورہ ہے نہ حجاز کا۔

(چہارم) واخرج ابن ابی حاتمہ عن الضحاک فی قولہ لاور ذر قال لا حبل وھی لغت اہل لیمن) اور ابن ابی حاتم نے اسے ضحاک سے روایت کی ہے کہ محمد صاحب نے لاوزر بمعنی لاحبل بولاہے اور یہ محاورہ اہل یمن کا تھا۔

(پنجم) واخرج عن عکرمتہ فی قولہ وزوجناهم لجود عين قال هى لغت يماينته اور روایت کی ہے کہ عکرمہ سے کہ زوجنا ہم بحور یہ محاورہ یمن کا ہے اس کے

معنی یہ ہیں کہ بیاہ دیں ہم نے مسلمانوں کے ساتھ گوریاں بڑی آنکھوں والیاں یہ ترجمہ عبدالقادر کا ہے (وذالک ان یل الیمن یقولون روجنا فلانا بفلانتہ) اور یہ اس لئے ہے کہ اہل یمن بولتے ہیں کہ ہم نے فلاں مرد کا نکاح فلاں عورت سے کردیا) قال الراغب فی مفرداتہ لم یحی فی القرآن زوجنا هم حوراً کمایقال زوجتہ امراۃ) کہا ہے کہ راغب نے اپنی مفردات میں کہ بیاہ دیں ہم نے مسلمانوں کے ساتھ گوریاں بڑی آنکھوں والیاں اس محاورہ پر نہیں بولا گیا جیسے کہا جاتا کہ نکاح کردیا میں نے اس کا ایک عورت س ے تبینها ان ذلک لایکون علی حسب المتعارف فیما بیننا لمنا لحکتہ وہ تنبیہ کرتا ہے اس بات پر کہ جیسا دستور نکاح کا ہمارے درمیان متعارف ہے ایسا وہاں نہ ہوگا۔

(ف) مولوی سید صاحب نے تنزیہ الفرقان میں ان تمام الفاظ پیش شدہ کے کچھ جواب لکھے ہیں اور صراح وقاموس اور بعض شعراء کے اقوال اور بعض تفاسیر سے کچھ لکھا ہے ناظرین کو چاہیے کہ خوب یاد رکھیں کہ مولوی صاحب کے سب حوال قرآن کے اور ہمارے اس بیان کے سامنے محض بیکار اور ناپائدار ہیں کیونکہ ہم زیادہ معتبر جگہ سے لکھتے ہیں اتقان کے نوع ۸۰ میں دیکھو کہ معتبر مفسروں کا ذکر یوں لکھا ہے کہ دس مفسر قرآن جو معتبر مشہور ہیں وہ محمد صاحب کے اصحاب ہیں یعنی چار خلیفہ اورابن مسعود ابن عباس اورابی بن کعب اور زید بن ثابت اورابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر۔

ان کے بعد طبقہ تابعین میں سے مجاہد اور عطا بن ریاح اور عکرمہ اور سعید بن جبیرا اور طاووس اورمالک بن انس اورزید بن اسلم اور عبدالرحمٰن بن زید مشہور اور معتبر مفسر ہیں اور ان میں سے مجاہد ایسا معتبر اور مشہور مفسر ہے کہ اہل علم اس کی بات کو زیادہ مانتے ہیں اور سفیان ثوری کہتا ہے کہ صرف چار آدمی ہیں جن کے بتلائے ہوئے معنی پکڑنے چاہئیں سعید بن جبیرو مجاہد اور عکرمہ اور ضحاک۔

اور یہ لوگ بھی معتبر ہیں مثلاً حسن بصری اور عطاء بن ابی سلمہ اور محمد بن کعب اور را بو الیعالہ اور عطیہ عوفی اور قتادہ یہ لوگ قدماء مفسرین ہیں۔ پس جب ہم ان لوگوں سے روائتیں پیش کرتے ہیں تو ان کی روایتوں کے سامنے صراح اور قاموس اور متاخرین کے خیال مولوی سید محمد کے اپنی رائے سے نکالی ہوئی کچھ چیز نہیں ہیں۔ اور جن تفسیروں کی حوالہ مولوی سید محمد صاحب دیتے ہیں وہ متاخرین کی تفسیریں ہیں ان کا اعتبار ان لوگوں کے سامنے کچھ چیز نہیں ہے (ف) قرآن کی عبارت محتاج ہے حدیث کی اورا کی اصطلاحیں اکثر خلاف ظاہر ہیں بغیر بتلانے صحابہ کے اور تابعین کے معلوم نہیں ہوسکتیں اس لئے صرف طبقہ اولے اورطبقہ ثانی کے لوگوں کے خیال اس کی نسبت زیادہ معتبر ہیں پس ہم ان الفاظ کی نسبت جو پیش ہیں ان لوگوں کے حوالہ کردیتے ہیں اور مولوی سید محمد صاحب ان متاخرین کی باتوں سے جواب دیتے ہیں جو اس معاملہ میں معتبر نہیں ہیں اور جن کی نسبت جلال الدین نے یوں لکھا ہے کہ (نقلو الاقوال بتراً فدخل من هنا الدخیل والنس الصحیح بالعیل) پراگندہ اقوال نقل کئی ہیں اور کچھ کچھ باتیں ملادیں ہیں اور اچھی بات میں بڑی بات ملائی ہے۔ پس جبکہ عکرمہ کہتا ہے کہ یہ محاورہ یمن کا ہے تو پھر مولوی سید محمد صاحب کی سب توجیہات باطل ہیں اوراسی طرح ان کے سب خیالات جو اعتراضات ذیل کی نسبت ہیں۔

(۶) واخرج عن الحسن فی قولہ لوار دنا ان نتخذ لهو اقال اللهو بلسان الیمن المراۃ) یعنی حسن سے روایت کی ہے کہ لہو اس آیت میں بمعنی عورت یمن کا محاورہ ہے اور غیر ہے لغت حجاز کا۔

(۷) واخزج عن محمد بن علیٰ فی قولہ ونادی ابنہ قال هی لغت لی ابن مراۃ) محمد بن علی سے روایت ہے کہ یہاں ابن کا لفظ جوروکے بیٹے نسبت محاورہ طے کے موافقت بولاگیا ہے یہ حجازی محاورہ نہیں ہے (قلت وقد قریٰ ونادیٰ نوح انبها) جلال الدین کہتا ہے کہ بعض لوگ نے ابنہ کو ابنها پڑھا ہے اس صورت میں حجازی محاورہ

ہے پر ابنہ کی صورت میں حجازی محاورہ نہیں ہے اور بعض کا یہ کہنا کہ وہ صلبی بیٹا تھا اس سے میرا کیا مطلب ہے محمد بن علی کے نزدیک وہ صلبی بیٹا نہیں ہے اور یہ طے کہ محاورہ ہے اورجلال الدین بھی ابنہا کے قرات بتلاکے قبول کرتاہے۔

(۸) واخرج عن ابن عباس فی قولہ اتدعون بعلاقال ربا بلغت اھل الیمن واخرج عن قتادہ قال بعلاربا ً بلغت ازوشنوہ) ابن عباس سے روایت ہے کہ بعل بمعنی رب اہل یمن کا محاورہ ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ ازوشنوہ کا محاورہ ہے۔

(ف) مولوی سید محمد صاحب کی چالا کی کودیکھو کہ ابن عباس و عطاراور مجاہد اور قتادہ کے قول کو جو یمن کا محاورہ بتلاتے ہیں قول شاذ بتلادیا اورمتاخرین کے غلط قول کو اقوی کہہ کے اعتراض کوہٹایا پر یہ کب ہوسکتاہے اور یہ کہنا کہ حضرت کامحاورہ تھا یہ سچ ہے کہ یہ سب الفاظ جو غیر حجازہیں حضرت کے محاورے تھے تب ہی تو قرآن میں بولے گئےہیں مگر حضرت غیر حجاز کے محاورہ بھی بولتے تھے اس لئے کامل فصیح نہ تھے بلکہ ان کی زبان میں بھرتی محاورہ کی تھی۔

(۹) واخرج ابوبکر بن الابتاری فی کتاب الوقف عن ابن عباس قال الورا عر والدا الولد بلعتہ ھذیل) ابوبکر انباری نے کتاب وقف میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وراء کا لفظ بمعنی پوتے کے ہذیل کے محاورہ پر قرآن میں محمد صاحب نے بولاہے یہ لغت بھی غیر حجازی ہے ان معنی میں۔

(۱۰) واخرج فیہ عن الکلبی قال المر جان ضعار اللو لوء بلغتہ الیمن اوراسی کتاب میں کلبی سے روایت کی ہے کہ مرجان چھوٹے موتیوں کوکہنا یمن کا محاورہ ہے نہ حجاز کا(۱۱)کتاب الردایک کتاب ہے اس میں عثمان کے قرآن کے مخالف کو رد کیا گیاہے اس کتاب میں بڑے معتبر مفسر مجاہد سے روایت ہے کہ (الصلواع الطر جھااتہ تلغتہ خمیر) مجاہد کہتاہے کہ لفظ صواع بمعنی طرحمیر کا محاورہ ہے جہالت کا پس محمد صاحب کے عہد میں ہ متروک محاورہ تھا۔

(۱۲)واخرج فیہ عن ابی صالح فی قولہ افلمہ یئیس الذین امنو اقال افلمہ یعلم بلغۃ ھوذان وقال الفراقال الکلبی بلغتہ اولخ اور اسی کتاب میں ابی صالح سے روایت ہے کہ یئیس بمعنی یعلم ہوازن کے محاورہ پر بولا گیا ہے اور فراکہتاہے کہ کلبی اسے نخع کامحاورہ بتلاتا ہے یہ حجاز کا محاورہ نہیں ہے۔

(۱۳) وفی مسایل نافع بن الار زق لابن عباس الخ) مسائل نافع بن ارزق میں ابن عباس سے روایت ہے کہ الفاظ ذیل قبائل کے محاورات ہیں (یفتنکم)بمعنی یضلکم ہواز کا محاورہ ہے (بورا) بمعنی ہلکی لغت ہے عمان کا(فنقبوا) بمعنی ہربوالغت ہے یمن کا (لایا لتکم) بمعنی لا ینیقصکم بنی عیس کالغت ہے (مراغماً بمعنی منفسحاً ہذیل کا محاورہ ہے۔

(۱۴) واخرج سعید بن منصور فی سننہ عن عمروبن شرجیل فی قولہ سیل العرم قال المناۃ بلجن اھل الیمن سعید بن منصور نے اپنے سنن میں عمر بن شرجیل سے روایت کی ہے کہ سیل العرم بمعنی مسناۃ اہل یمن کا گیت ہے یعنی حجازی لغت نہیں ہے۔ بے فائدہ مولوی سید محمد نے اس پر دو صفحہ لکھے صرف یہ ہے کہ شرجیل اسے حجازی لغت نہیں بتلاتا اہل یمن کا لفظ ہے۔

(۱۵) واخرج جو یرفی تفسرہ عن ابن عباس الخ ابن عباس سے جویبر نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ (فی الکتاب مسطورا) مسطورا بمعنی مکتوبا حمیری لغت ہے نہ حجازی کیونکہ وہ لوگ کتاب کواسطوار کہتےہیں۔

(۱۶)وقال ابو قاسم فی الکتاب الذی الفہ ھذا النوع فی القرآن الخ) کہاہے ابو قاسم نے اس کتاب میں جو اس نے آپ تالیف کی ہے قرآن کی غیر حجازی

محاورات کے بیان میں کہ قرآن کے اندر کنانہ لغت جو غیر حجازی ہیں یہ ہیں (السفہاء) بمعنی الجہال (خاسین) بمعنی صاغیرین شطر) بمعنی تلقا (لاخلاق بمعنی لانصیب (و جعلکم ملوکا) بمعنی احرار قبلا بمعنی عیانا (معجزین) بمعنی سابقین (یغرب) بمعنی لغیب (ترکنوا) بمعنی تمیلوا (فجوہ) بمعنی ناحیہ (مویلا) بمعنی ملجا (ملبسون) بمعنی السیون (وحورا) بمعنی طرو (الخراصون) بمعنی الکذابون (اسفارا) بمعنی کتبا (اقتت) بمعنی جمعت (کنود) بمعنی کفور للغم۔ اور ہدیلی لغت اتنے ہیں (الرجز) العذاب (بشروا) بمعنی باعواخرید و بمعنی نہچو (غزموالطلاق) بمعنی حققو (احلدا) بمعنی نقیبا (اناء) اللیل) بمعنی ساعاتہ (نورہم) بمعنی وجہم (مدرارا) بمعنی متتا بعاً (فرقانا) بمعنی مخزجا (حرض) بمعنی حصن (علیہ) فاقہ (ولیجہ) بمعنی بطانہ) (انفردا) بمعنی اغزوا (السایحون) بمعنی الصایمون (العنت) بمعنی الاثم (غمہ) بمعنی شبہ (ببدنک) بمعنی بدرعک (ولوک الشمس) بمعنی زوالہا شاکام بمعنی ناحیہ (رجما) بمعنی ظناً (ملتحدا) بمعنی ملجاء (یرجوا) بمعنی نجاف (ہضماً بمعنی نقصناً (ہامدہ) بمعنی مغبرہ (واقصد فی مشیک) بمعنی اسرع (الاجداث) بمعنی القبور (ثاقب) بعمنی مضے (بالہم) بمعنی حالہم (یجعون) بمعنی نیامون (ذنوبا) بمعنی عذاباً (دسرا) ملسا میر (تفادت) بمعنی عیب (ارجائہیا) بمعنی نواحہیا (اطوارا) بمعنی الوانا (بردا) بمعنی نومار (واجفہ) بمعنی خالیفہ)۔ (مسبغہ) بمعنی مجاعہ (المنبدر) بمعنی المسرف ۔ پھر حمیر کی نعت قرآن میں اس قدر ہیں (تفشلا) بمعنی تجبنا (عشرا) بمعنی طلع (سفاہتہ) بمعنی جنون (زیلنا) بمعنی میزنا (مرجوا) بمعنی حقیراً (السقایتہ) بمعنی آلاناء (مسنون) بمعنی منتن (امام) بمعنی کتاب (نیفصنون) بمعنی یحرکون (حسبانا) بمعنی بروأ (من الکبر عتیا) بمعنی نحولا (مارب (بمعنی حاجات (خرجا) بمعنی جعلا (غراما) بمعنی بلاء (الصرح) بمعنی البیت (انکرالاصوات) بمعنی اقبحہا (تیرکم) بمعنی نیقصنکم (مدنیین) بمعنی محاسبین (رابیہ بمعنی شدیدہ (بجہار) بمعنی مسلط (مرضی) بمعنی زنا (لقطر) بمعنی النحاس (محشورہ) بمعنی مجموعہ (معکوفا) بمعنی محبوسا اور جرہم کے لغت جو حجاز کے لفظ نہیں یہ ہیں (فباوا) بمعنی استوجبوا (اشقاق) بمعنی ضلال (خیرا) بمعنی مالا (کداب) بمعنی کاشباہ (تعولوا) بمعنی لغیوا) بمعنی تمیتعوا (شرد) بمعنی نکل (اراذلنا) بمعنی سفلتنا (عصیب) بمعنی شدید (لفیفا) بمعنی جمیعا (محسورا) بمعنی منقطعاً (حدب) بمعنی جانب (الخلال) بمعنی السحاب (الودق) بمعنی مطر (شرذمۃ) بمعنی عصابتہ (ریع) بمعنی طریق (نیلون) بمعنی یحرجون (شوبا) بمعنی مزاجاً (الحبک (بمعنی الطرایق (سور) بمعنی الحایط۔

اور ازوشنوہ کی لغت قرآن میں یہ ہیں (لاشتیہ) بمعنی لاوضح (العضل) بمعنی الجلس (امتہ) بمعنی سنین (الراس) بمعنی البیر (کاظمین) بمعنی مکروبین (غلیں) بمعنی الحارالذی تناہی حرہ (لواحتہً) بمعنی حراقتہ۔

اور مدحج کی لغت قرآن میں یہ ہیں (رفعت) بمعنی جماع (مقیتا) بمعنی مقدرا (بظاہر من القول) بمعنی بکذب (الوحید) بمعنی انفساء (حقبا) بمعنی دہرا (الخرطوم) بمعنی انف اور خثعم کی لغت قرآن میں یہ ہیں کہ (تسموں) بمعنی ترعون (مریج) بمعنی منتشر (صفت) بمعنی مالت (ہلوعا) بمعنی ضحور (اشططا) بمعنی کذبا۔

اور قیس غیلان کی لغت قرآن میں یہ ہیں (نحلہ) بمعنی فریضہ (حرج) بمعنی ضیق (لخاسرون) بمعنی مضیعون (تفندوں) بمعنی تستزوں (صیاصیہم) بمعنی حصونہم (تجروں) بمعنی تنغموں (رحیم) بمعنی ملعون (یلتکم) بمعنی نیقصکم۔

اور سعد العیشرہ کی لغت قرآن میں یہ ہیں (حفدہ) بمعنی اختان اور (کل) بمعنی عیال اور کندہ کی لغت یہ ہیں۔ (فجاجاً) بمعنی طرقا (بست) فتت (بتئس) بمعنی تحزن ۔ اور عذرہ کا نعت یہ ہے (اخسیوا) بمعنی اخزوا۔ اور حضرموت کی لغت قرآن میں یہ ہیں (ربیون) بمعنی رجال (ومرنا) بمعنی اہلکنا (لغوب) بمعنی اعیا (منساتہ) بمعنی عصاۃ۔ اور غان کی لغت یہ ہیں (طفقا) بمعنی عمدا (بئس) بمعنی شدید (سی لبہم) بمعنی کہ بیہم اور لغت مزنیہ قرآن میں یہ ہیں (لاتغلوا) بمعنی لایزیدو۔ اور لخم کی لغت یہ ہیں (املاق) بمعنی جوع (ولتعلن) بمعنی تقہرن

اور لغت خدا کا قرآن میں ہے (فجاسوا) خلال الدیار) بمعنی تخللوالازمتہ ۔ اور بنی حنیفہ کی لغت قرآن میں ہیں (العقود) بمعنی العیہود (الجناح) بمعنی الید(والرہب) انفرع ۔ اور یمامہ کی لغت قرآن میں یہ ہیں (حصرت بمعنی ضاقت اورسبا کی لغت قرآن میں ہیں (تمیلوا میلاعظیما) یعنی تخطوا اخطاء بیناً یعنی میل بمعنی خطاب کا محاورہ ہے نہ قریش کا (بتر نا بمعنی اہلکنا ۔)

اور سلیم کا محاورہ قرآن میں یہ ہیں (نکص) بمعنی رجع اور عمارہ کا نعت قرآن میں یہ ہے (الصاعقتہ بمعنی الموت۔ اور طے کی لغت قرآن میں یہ ہیں (نیعق) بمعنی یصیح (رغدم)بمعنی خصب۔ (سفہ نفسہ) بمعنی خسرہا (یاسین) بمعنی یا انسان۔ (ف) شاید ابوالقاسم لفظ یاسین کو حروف مقطعات میں سے نہیں سمجھتا بلکہ اسے لغت طے کا سمجھتا ہے۔

اور خزاعہ کی لغت قرآن میں یہ ہیں (افضوا) بمعنی انفروا(الافضاء) بمعنی الجماع۔ اور عمان کی لغت قرآن میں یہ ہیں (خبالا بمعنی عیاً (لنقاً) بمعنی سربا (حیث اصاب) بمعنی اراد۔ اور تمیم کی لغت قرآن میں یہ ہیں (ابدا) بمعنی نسیان (بغنیا) بمعنی حسدا ۔ اور انمار کی لغت قرآن میں یہ ہیں (طائرہ) بمعنی عملہ (اعطش) بمعنی اظلم اور اشعر میں کے لغت یہ ہیں (لاحتکن) بمعنی لاستا صلن (تارۃ) بمعنی مرۃ (اشمازت) بمعنی مالت ونفرت اوراس کا لغت یہ ہے (لینہ) بمعنی النخل اور خزرج کا لغت یہ ہے (انفضوا) بمعنی یذہبوا۔ اورمدین کا لغت یہ ہے کہ (افافرق) بمعنی فاقض یہ سب بیان ابوا القاسم کا بطور تلخیص کے پورا ہوا ۔ اس کے بعد جلال الدین یوں کہتا ہے کہ ابوبکر واسطے نے اپنی کتاب ارشاد میں کہا ہے کہ قرآن میں پچاس قسم کے محاورات اور لغات بھرے ہوئے ہیں اوروہ یہ ہیں۔

قریش کی لغت ہذیل کی لغت کنانہ کی نعت خشعم کی لغت خزرُج کی لغت اشعر کی لغت نمر کی لغت قیس عیلان کی لغت جرہم کی لغت یمن کی لغت ازدشنوہ کی لغت کندہ کی لغت تمیم کی لغت حمیر کی لغت مدین کی لغت سعد العشیرہ کی لغت حضرموت کی لغت سدوس کی لغت عمالقہ کی لغت انمار کی لغت غان کی لغت مدحج کی لغت خزاعہ کی لغت غطفان کی لغت سبا کی لغت عمان کی لغت بنی حنیفہ کی لغت تغلب کی لغت طے کی لغت عامر بن صعصہ کی لغت اس کی لغت مزنیہ کی لغت ثقیف کی لغت جذام کی لغت بلی کی لغت عذرہ کی ہوازن کی لغت نمر کی لغت یمانہ کی لغت۔

یہ سب تو عرب ہی کے متفرق علاقوں کے محاورے ہیں مگر غیر زبانوں کے الفاظ بھی اس میں ہیں اور اتنے ہیں۔ روم کی لغت ۔ حبشہ کی نعت فارس کی لغت نبط کی لغت بربر کی لغت سریانی لغت اور عبرانی لغت اور قبط کی لغت ۔ پھر جلال الدین کہتا ہے کہ ابوبکر نے ان زبانوں کی لغتوں کی قرآن میں سے مثالیں بھی دی ہیں لیکن اکثر تو وہی مثالیں ہیں جو ابو القاسم نے اوپر سنائی ہیں ہاں ان سے اتنا زیادہ کہا ہے کہ (الرخبر) بمعنی العذاب بلی کا لغت ہے (طائف من الشیطان نخہ) ثقیف کا محاورہ (الاحقاف) الرمال تغلب کا لغت ہے۔

اور ابن جوزی نے فنون الافنان میں کہا ہے کہ قرآن میں ہمدان کے محاورے پر (الریحان)بمعنی الرزق آیا ہے اور (الغنیا)بمعنی الیضا اور (عبقری) بمعنی الطنافس آیا ہے اور نصر بن معاویہ کا لغت (انحتار) بمعنی الغدادآیا ہے اور عامر بن صعصعہ کا لغت (الحفدۃ) بمعنی الخدم آیا ہے اور ثقیف کا لغت (العول)بمعنی المیل آیا ہے اور (الصور)بمعنی القرن عہک کا لغت ہے۔

پھر کہتا ہے کہ (قال ابن عبد البرفی تمہید قوں من قال نزل القرآں بلغتہ قریش معناہ عندی الاغلب لاں غیر لغت قریش موجودہ فی جمیع القرات من تحقیق الھمزہ ونحو ھا وقریش لاھمرو) یعنی عبدالبر تمہید میں کہتا ہے کہ جو کوئی کہتا ہے کہ قرآن نازل ہوا قریش کی زبان میں اس کا مطلب میرے خیال میں ہے کہ زیادہ تر تو قریش کی زبان میں ہے اس لئے غیر لغت قریش کی اس میں موجود ہیں سب قراتوں میں مثل تحقیق ہمزہ وغیرہ کے اور قریش ہمزہ نہیں دیتے۔

اور شیخ جمال الدین بن مالک کہتا ہے کہ اللہ نے قرآن نازل کیا ہے حجازیوں کی زبان
میں مگر کچھ تھوڑا اور لغت میں بھی ہے۔ دیکھو کہ ان ساری تقریروں کے بعد جلال الدین سیوطی
ایک فائدہ لکھتا ہے جس سے سارے بیانات گذشتہ کا نتیجہ نکل آتا ہے وہ فائدہ یہ ہے (فائدۃ)
قال الواسطی لیس فی القرآن حرف غریب من لغۃ قریش نھیر ثلاثۃ احرف لان کلام قریش سھل
لین واضح وکلام العرب وحشی غریب فلیس فی القرآن الاثلثہ احرف غیربیۃ مستیعصون
وھو تحریک الراس مقیتا مقتد افشرو بھم سمع۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک قریش کی زبان
قرآن میں ہے اس میں تو کوئی غریب حرف نہیں ہے ہاں تین لفظ عریب اس میں بھی ہیں
یعنی فسیتعضون اور مقتیا اور فشرو بہم کیونکہ قریش کی زبان سہل نرم اور صاف ہے اور کلام
عرب یعنی دیگر قبائل کے محاورات وحشی ہیں اور غریب ہیں۔ دیکھو فصاحت کی تعریف میں
اوپر لکھا ہے کہ لفظ وحشی اور غریب بولنے سے فصاحت برباد ہوتی ہے یہاں یہ عالم خود اقرار
کرتے ہیں کہ تین لفظ تو قریش کے بھی غریب ہیں اور کلام عرب کے الفاظ کی ایک بڑی
فہرست اوپر بیان کر کے کہتے ہیں کہ وہ کلام وحشی ہی غریب ہے یہاں سے خوب ثابت ہے کہ
قرآن فصاحت کے اعلیٰ درجہ سے ضرور گرا ہوا ہے اور اس واسطے وہ عالم جن کے اقوال قرآن کی
فصاحت کے معجزے کے برخلاف اوپر بیان ہوئے ہیں قرآن کی فصاحت کو بشری طاقت سے
بالا نہیں بتلاتے ہیں بے فائدہ تعصب کی راہ سے مسلمان جھگڑا کرتے ہیں۔

(ف) دیکھو جلال الدین نے ان اقوال کو قبول کیا ہے اور ان کے ابطال میں ایک لفظ نہیں بولا
نہیں کہا کہ تخصیص ان محاورات کی باطل ہے اور کس طرح کہے جبکہ ابوبکر اور ابوقاسم اور ابن
جوزی کی مصنفات اس کے سامنے ہیں پھر یہ کیا ہے جو مولوی سید محمد نے تنزیہ الفرقان کے
اول فصل میں لکھا ہے۔ اور صراح سے معنی نکال نکال کے دکھلائے ہیں ان لوگوں کے خیالات
کے سامنے صراح کی کیا اصل ہے کیونکہ یہ اور قسم کی تحقیق ہے اور صراح کی اور قسم کی تحقیق
ہے اسکا ذمہ لغت نویسی کا ہے نہ محاورات مخصوصہ میں بحث کرنے کا اور جو جو معنی وہ لکھتا ہے
حتی المقدور انہیں لوگوں کے بتلائے ہوئے معنی لکھتا ہے اور سب لغت نویس اسی طرح سے
ہیں مگر مجاہد عکرمہ اور قتادہ اور ابن عباس وغیرہ جو معنی مرادی محمد صاحب کے دکھلاتے ہیں لغت
نویسوں کی سعادت ہے کہ ان کا ذکر کریں۔

پھر مولوی سید صاحب جو کہیں کہیں سے اشعار لا کے ان الفاظ کا کلام عرب میں اجرا ثابت
کرتے ہیں اس سے تخصیص محاورات دفع نہیں ہو سکتے اگرچہ اور شعراء نے بھی یہ لفظ بولے ہیں
تو بھی زبان قریش کے ساتھ وہ شراکت ان کو نہیں ہو گئی ہے جس سے کہ یہ ممتاز تر ہیں اور
قریش کے محاورے ہو جائیں اگر ایسا ہے تو چاہیے تھا کہ ابن عباس وقتادہ اور عکرمہ اور مجاہد وغیرہ
لوگ کہتے کہ یہ محاورات قریش اور عرب کی زبان میں مساوی ہیں حالانکہ وہ خود بتلاتے ہیں کہ یہ
محاورے مخصوص ہیں اور خصوصیت کی صورت ضرور جدائی کا سبب ہے اور جب جدائی ہے
تو بقول ابوبکر وحشی اور غریب لغت وہ ہیں اور لطف یہ ہے کہ جب ابوبکر کے قول سے مولوی
سید محمد صاحب کو لاچاری نظر آتی تو کہا کہ کلام العرب وحشی یہ قضیہ کلیہ نہیں ہے مہملہ ہے
اس لئے جزیہ کے حکم میں ہے اور یہ نہ کہا کہ کلام قریش سہل یہ بھی مہملہ ہے اور جزیہ مگر اپنے
مطلب کے لئے ایک ایک معنی ایجاد کئے ہیں اور کل عرب کی زبان کو فصیح بتلایا ہے گویا قدماء
کے برخلاف ایک نیا خیال دکھلاتے ہیں پر اس معاملہ میں قدماء کا خیال درست ہے جو عرب ہی
کے باشندے ہیں اور بالفرض اگر کل عرب کی زبان فصیح ہے تو بیس درجہ زیادہ مقامات
حریری کی عبارت قرآن سے بہتر ہے۔ اور یہ جو کہا کہ تمام عرب کے کلام میں ہمیشہ مقابلہ ہوا
کرتا تھا یہ محض غلط بات ہے کہ تمام ملک کے سب علاقوں کے لوگ جمع ہو کر ایک دوسرے
کے ساتھ مقابلہ زبان کا کر کے یکساں بولی بولیں اور زبان کو محفوظ رکھیں یہ انہوت بات ہے نہ
کسی تواریخ سے ثابت ہے نہ عقل سے۔

محمد صاحب سے پہلے پرانی عربی ایک اور ہی قسم کی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں۔

لکایہ کالم علیٰ کتکا لیکمہ علی ذی جنہ فافر تقواعنی) پھر ان کے زمانہ میں کچھ اور ہی شکل ہو گئی اور روز بروز زبان بدلتے بدلتے اب ایک نئی قسم کی عربی ہے جو قرآن سے الگ ہے۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ اس وقت کے لوگوں نے یہ اعتراض کیوں نہ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ اسی عہد میں اس کا چرچا ہوا تھا چنانچہ ابن عباس وغیرہ کی تقریر سے یہ اعتراض نکلا ہے پچھلے لوگوں کا خیال نہیں ہے اور زور اس پر اس وقت اس لئے نہیں ہوا کہ وہ سب جو قرآن پر فریفتہ ہوئے تھے اس کی فصاحت لفظی کے قائل نہ تھے جیسا کہ وجوہ اعجاز کے اقوال مذکورہ سے ثابت ہے۔

مگر وہ قرآن کے مضامین پر فریفتہ تھے جو ان کے لئے عجیب تھے اور انہوں نے وہ باتیں نہ سنی تھیں جو محمد صاحب نے کتب مقدسہ میں سے راتوں بیٹھ کر انتخاب کیں عیسائی علاموں سے جس کا ذکر (لقد تعلمہ انھم یقولون انما یعلمہ بشر) کی تفسیروں میں موجود ہے۔

(پنجم) بات یہ ہے کہ قرآن میں غیر عرب کے لفظ بھی موجود ہیں اور یہ امر بھی اس کی خوبی کو باطل کرتا ہے اواس کے دعویٰ کے بھی خلاف ہے سورہ حم السجدہ میں بھی لکھا ہے کہ (ولو جعلنا ہ قرانا اعجمیا لقا لوا لولا فصلت یاتہ العجمی وعربی) اگر ہم قرآن کو اوپری زبان میں بناتے تو لوگ کہتے کہ اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئی قرآن تواوپری زبان کا ہے مگر نبی عرب کا آدمی ہے یعنی ہم نے قرآن کو صاف عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ یہ اعتراض نہ ہوئے کہ اس کے مضامین اہل عرب کی سمجھ میں صاف نہیں آتے کیونکہ باہر کی زبانیں اس میں استعمال ہوئی ہیں پس یہ قرآن کا صاف دعویٰ ہے کہ میں خالص عربی زبان میں ہوں مجھ میں عجمیت نہیں ہے پس اس بیان پر لحاظ کرکے علماء کے درمیان اختلاف ہے اکثروں نے لکھا ہے کہ اس میں الفاظ معرب یعنی وہ لفظ جو غیر زبان کے ہیں اور انہیں عربی بنالیا ہے مثلاً چین کو صین بنالیا قرآن میں ایسے الفاظ ہر گز نہیں ہیں ورنہ یہ آیت غلط ٹھہرے گی چنانچہ امام شافعی اور ابن جریروابوعبیدۃ اور قاضی ابوبکر اور ابن فارس کہتا ہے کہ اگر قرآن میں ایسے الفاظ ہوں تو کوئی کہے گا کہ عرب کے لوگ جو قرآن کی برابری نہ کرسکے اس کا سبب یہی تھا کہ محمد صاحب نے ایسے الفاظ اپنی زبان میں استعمال کئے تھے کہ لوگ نہ جانتے تھے پھر وہ کیونکر اس کی مانند بناسکتے۔

لیکن دوسرے لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن میں ضرور ایسے لفظ موجود ہیں اور ابن عباس وغیرہ نے اس میں سے فارسی حبشی اور نبطی وغیرہ کے الفاظ نکال کے دکھلائے ہیں اور اس صورت میں قرآن کا دعویٰ جو اوپر مذکور ہے وہ برباد ہوتا ہے اور اعتراض جس سے بچنا چاہتے تھے قائم رہتا ہے تب انہوں نے جو ایسے الفاظ کے وقوع کے قائل ہیں یہ جواب تجویز کئے ہیں کہ یہ الفاظ وہ ہیں جو عرب میں اور غیر زبانوں میں بھی برابر جاری تھے اور اہل عرب اپنے سفروں میں دوسرے ملک کی زبانوں سے اختلاط رکھتے تھے پس یہ لفظ وہاں سے آگئے اور عرب میں جاری ہوگئے گویا یہ بھی فصیح عربی ٹھہر گئے تھے میں کہتا ہوں کہ اگر ایسا ہے تو قدماء نے مثل ابن عباس وغیرہ کی ان کو عربی لفظ کیوں نہ کہا غیر عربی کیوں بتلایا اور اشعار ومحاورات عرب میں ان کو کیوں نہ دکھلایا جیسے اور بعض الفاظ کو دکھلایا ہے یہ خیال قدماء کے خلاف ہے اسی لئے جب اس جواب سے تسلی نہ ہوئی تو بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ نہیں یہ سب عربی کے لفظ ہیں عربی بہت بڑی زبان ہے کچھ تعجب نہیں ہے کہ اگلے بزرگ جلیل القدروں پر بھی بہت لفظ چھپے رہے ہوں جیسے فاطر وفاتح کے معنی ابن عباس پرچھپے رہے تھے۔ میں کہتاہوں کہ فاطر وفاتح کے معنی تو دوسرے وقت میں ابن عباس پر کھل گئے تھے کیا ان الفاظ کا عربی ہونا آپ لوگوں پر کھل گیا ہے اگر کھل گیا ہے تو ثبوت دینا چاہیے تھا اور نہ بے دلیل دعویٰ ہے۔

پھر بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اگر تھوڑے سے لفظ غیر عرب کے قرآن میں آگئے توکیا ہوا اس سے اس کا عربی زبان میں ہونا برباد نہیں ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب

نہایت درست ہے مگر (لولا فصلت ایاقہ) یعنی کیوں نہیں کھولی گئیں اس کی باتیں بعض آیات کی نسبت یہ اعتراض قائم ہے اور یہ کہنا کہ تھوڑے سے الفاظ غیر عربی آگئے ہیں غلط بات ہے بموجب بیان اتقان نوع ۳۸ کے تاج الدین بن سبکی نے۔(۲۷) لفظ ایسے بتلائے تھے حافظ ابوالفضل ابن حجر نے ۲۴ لفظ اور نکالے اور یہ سب ۵۱ ہوئے اور جلال الدین نے کچھ اوپر (۶۰) اور بتلائے وہ سب (۱۱۱) ہوئے قرآن ایک چھوٹی سی کتاب ہے اس میں اتنے لفظوں کا آنا تھوڑے لفظوں کا آنا نہیں ہے اوران کی فہرست یہ ہے۔

لفظ غیر عرب	اس کا کچھ بیان	کس زبان کا ہے
اباریق	طریق الماء اوحب الماء	فارسی ہے
ابلعی	ازدردیت	حبشی یاہندی ہے
اخلد	رکن	عبری ہے
ارایک	سُرز	حبشی ہے
آذر	نام ہے یا آذر بمعنی اعوج	عجمی ہے
استبرق	دبیاج غلیظ	ایضاً
اسفار	کتب	سریانی یا نبطی ہے
اصری	بمعنی عہدی	نبطی ہے
اکواب	بمعنی اکواز یا جرار	ایضاً
ال	اسم اللہ تعالی	ایضاً
اماہ	نضبجہ	بربری ہے
اواہ	الموقن والرحیم اوالدعا)	حبشی یا عبرانی
ادب	المسج	حبشی ہے
الاوے والاآخرۃ	پہلے کو پچھلا اور پچھلے کو پہلا کہنا	قبطیون کا محاورہ ہے
بطاینہا	ظواہرہا	قبطیوں کا محاورہ ہے
کیل بعیر	بقول مجاہد بمعنی کیل حمار ہی گدھے کی جگہ اونٹ کھدیا ہے اور بقول مقاتل کلما یحمل علیہ	عبرانی ہے
بیع	بیعہ وکینہ بقول بعض	فارسی ہے
تنور		ایضاً
تبتیر		نبطی ہے
تحت	بمعنی بطن فی قولہ دنادا ہا تحتا	ایضاً
جہنم	اصلہا کہنام	عجمی یا فارسی یا عبرانی ہے
جبت	شیطان یا ساحر	حبشی ہے
حرم	بمعنی وجب	حبشی ہے
حصب	بمعنی حطب فی قولہ حصب جہنم	زنجی زبان ہے
حطہ	معناہ قولو صوابا بلغتہم	ایضاً
حواریوں	انعالون اصلہ ہواری	نبطی لفظ ہے
حوب	بمعنی اثم بقول ابن عباس	حبشی ہے
وارست	معناہ قارات	یہودی لغت ہے
دری	مناہ المضی	حبشی ہے
دینار	بقول جوالیقی	فارسی لفظ ہے

راعنا	بقول ابن عباس گالی ہے	یہودی زبان میں
ربانیوں	ابوعبیدہ کہتاہے کہ عرب نہیں جانتے تھے اس کو اہل علم نے بتلایا ہے	عبرانی ہے یا سریانی
ربیون		سریانی
الرحمٰن	میردو ثعلب کہتے ہیں کہ رخمن تھا	عبرانی ہے
الرس	معناہ البیر	عجمی ہے
الرقیم	معناہ اللوح اوالکتاب اوالدواۃ	رومی لفظ ہے
رمز	قال الواسطی ہو تحریک الشفیتن	عبرانی ہے
رہوا	اے سہلاً ومناًفی قولہ واترک الجبر رہوا	نبطی لفظ ہے
الروم	اسم ہذا الجیل من الناس	عجمی ہے
زنجبیل	جوالیقی و ثعلبی کہتے ہیں کہ	فارسی ہے
سجداً	مقضی الروس	سریانی ہے
السجل	عن ابن عباس السجل الرجل والا بنی جنی الکتاب	حبشی- یا فارسی ہے
سجیل	عن مجاہد والہا حجارۃ وآخر ہا طین	فارسی ہے
سجین	ابو حاتم کہتا ہے کہ عربی لفظ نہیں ہے	نامعلوم

سراوق	اصلہ سرادر ہو الدہلیز- یا سرا پردہ یعنی ستر الدار	فارسی ہے
سری	فی قوہ سریا اے ہذا مجاہد سریانی کہتاہے کہ سعید بن جبیر نبطی کہتاہے شیذلو یونانی کہتاہے	نامعلوم ہے
سفرہ	بایدی سفرہ ای القرا	نبطی ہے
سقرہ	جوالیقی اسکو	عجمی کہتا ہے
سکر	عن ابن عباس اسکر الخل	حبشی ہے
سلبیل	بقول جوالیقی	عجمی ہے
سندس	دیباج	فارسی ہے یا ہندی
سیدھا	الفیا سیدھا- ای زوجہا- ابو عمر کہتاہے کہ میں نہیں جانتا کہ عرب میں آیا ہے-	قبطی ہے
سینین	بمعنی الحسین	حبشی ہے
سیناء	عن الضحاک الحسن	نبطی ہے
شطر	بمعنی تلقاء فی قولہ شطر المسجد	حبشی محاورہ ہے
شہر	جوالیقی کہتاہے کہ بعض اہل لغت اس	سریانی بتلاتے ہیں
الصراط	بمعنی طریق بقول ابن جوزی	رومی لغت ہے
فصرہن	فشققہن واقطعن	نبطی یا رومی لفظ ہے

صلوات	کنالیس الیهود وصلها صلوتا ۔ جوالیقی وضحاک کہتے ہیں	عبرانی ہے
طه	بمعنی یارجل بقول ابن عباس وعکرمہ وسعید بن جبیر	حبشی محاورہ ہے
الطاغوت	ہوالکاہن	ایضاً
طفقا	بمعنی قصدا	رومی لفظ ہے
طوبے	اسم الجنتہ بقول ابن عباس وسعید بن جبیر	حبشی یاہندی ہے
طور	بمعنی جبل بقول مجاہد وضحاک	سریانی یا نبطی ہے
عبدت	بمعنی قتلت بقول ابوالقاسم	نبطی ہے
عدن	جنات کردم واعاب	سریانی یارومی ہے
عرم	المسناۃ التی فیہا الماء ثم نیشق	حبشی لفظ ہے
غاق	بمعنی باروالمنتن	ترکی یاطحادی ہے
غیض	بستان بقول مجاہد	رومی ہے
قراطیس	یقال ان القرطاس اصلہ غیر عربی	عجمی ہے
قسط	بمعنی عدل بقول مجاہد	رومی ہے
قسطاس	عدل یا میزان بقول مجاہد وسعید بن جبیر	رومی لفظ ہے
قسورہ	بقول ابن عباس الاسد	حبشی لغت ہے
قطنا	معناہ کتابنا بقول ابوالقاسم	نبطی محاورہ ہے

قفل	جوالیقی کہتا ہے	فارسی ہے
قمل	الدبا۔ قال ابوعمر والا عرفہ لغت احد من العرب	عبری وسریانی ہے
قنطار	بمعنی ۱۳ ہزار ادقیہ یا ہزار مثقال یا ۸ ہزار مثقال	رومی یا بربری یا افریقہ کا لفظ ہے
القیوم	الذی لاینام	سریانی ہے
کافور	جوالیقی وغیرہ کہتے ہیں کہ	فارسی ہے
کفر عنہم	اے محی عنہم	عبرانی محاورہ ہے
کلفین	ضعفیں	حبشی محاورہ ہے
کنز		فارسی
کورت	بعمنی عورت	ایضاً
لینہ	النخلتہ بقول کلبی	یہود یثرب کا محاورہ ہے
متکا	بمعنی ترنج	حبش کا محاورہ ہے
مجوس	بقول جوالیقی	عجمی ہے
مرجان	ایضاً	ایضاً
مسک	بقول ثعلبی	فارسی ہے
مشکاۃ	الکوۃ بقول مجاہد	حبشی لغت ہے
مقالید	مفاتیح ۔ اصلہ کلید کنجی	فارسی لفظ ہے
مرقوم	بمعنی مکتوب	عبری لفظ ہے
مزجات	قال الواسطی مرجاۃ قلیلتہ	عجمی یا قبطی ہے
ملکوت	اصلہ ملکوتا	نبطی زبان ہے

مناص	بمعنی فرار	ایضاً
منساۃ	العصاء	حبشی زبان ہے
منفطر	السماء منفطر بہ اے ممتلئۃ بہ	حبشی محاورہ ہے
مہل	قیل ہوعکر الزبت	مغربی یا بربری ہے
ناشیئۃ	ناشیئۃ اللیل قیام اللیل	حبشی محاورہ ہے
ن	بقول ضحاک فارسی ہے اصلہ انون معناہ اصع ماشت	فارسی ہے
ہدنا	بمعنی تبنا	عبرانی ہے
ہود	بمعنی یہود	عجمی ہے
ہون	یشون علی الارض ہونا اے حکما	سریانی یا عبرانی محاورہ ہے
ہیت لک	بمعنی ہل لک اصلہ بتلیج	قبطی یا حوارنی یا عبری محاورہ ہے
وراء	قیل معناہ امام	نبطی ہے
وردۃ	جوالیقی کہتاہے کہ عربی نہیں ہے	عجمی ہے
وزر	بمعنی جبل و بلجاء	نبطی ہے
یاقوت	جوالیقی و ثعلبی کہتے ہیں کہ	فارسی لفظ ہے
یحور	ان لن یحور ۔یحور یر جمع	حبشی محاورہ ہے
یس	یا انسان بقول ابن عباس	حبشی ہے
یصدون	یضبحون	ایضاً
یصہیر	قیل معناہ نضج	اہل مغرب کا محاورہ ہے
یم	بحر	سریانی یا عبرانی یا قبطی ہے
یہود	قوم ہے	عجمی ہے

یہ (۱۱۴) لفظ ہیں جو غیر عربی ہیں اور انہیں سے قرآن کی عبارت میں کچھ مزہ بھی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی نام غیر عربی بھی نہ آنا چاہیے تھا۔مگر یہ تو اجنبی محاورے بھی ہیں اور اجنبی محاورے ضرور اہل عرب کے حیران کرنے کو اپنی عربی میں ملانی مناسب بھی تھے بعض لفظ ان میں ضرور عرب میں مشہور تھے پر بعض مطلق اجنبی اور وحشی تھے جن سے فصاحت کی تعریف برباد ہوئی۔

تنبیہ

کوئی نہ کہے کہ یہ تعجب ہے کہ محمد صاحب کو اس قدر محاورے کہاں سے معلوم ہوئے سو جاننا چاہیے کہ چالیس برس کی عمر میں محمد صاحب نے دعویٰ نبوت کیا اور وہ خانہ کعبہ کے خدام کی اولاد میں سے تھے جہاں سال بسال ایک بڑا میلا ہوا کرتا تھا اور گرد نواح کے لوگوں کی وہاں آمدورفت بہت تھی اور حضرت نے دعویٰ نبوت سے پہلے کئی ایک سفر بھی کئے تھے اور کلام الہٰی یعنی کتب مقدسہ کو بھی خوب سنا تھا پس یہ سب نتیجہ جہاں دید گی کا تھا۔

اور راوائتیں جو انہوں نے نازل فرمائیں بیس برس تک ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کی تھیں اور وہ بھی نہ آمد تھی مگر آورد تھی پس انہوں نے جو اس قرآن سے اہل عرب کو حیران کیا اس کی وجہ یہی تھی کہ بعض نئی باتیں انہیں سنائیں جو انہوں نے پہلے نہ سنیں تھیں اور ان کی بت پرستی سے ضرور بہتر نہیں اور قرآن کی عبارت فصیح میں کچھ کچھ چاشنی علاقہ جات کے محاورات کی اور اجنبی ممالک کی بعض محاورات کی بھی شامل کرکے ان کو حیران میں کر ڈالا اور چونکہ

ملک خود سر تھا اور ان کا جتھہ ہوگیا تھا پس تلوار کا دبدبہ اور لوٹ کا لالچ بھی دینداری کے پیرایہ میں کارگر ہوگیا اور یوں انہوں نے شور مچایا کہ قرآن لاثانی فصیح ہے اس لئے وہ خدا سے ہے۔
اور وہ شعراء جو محمد صاحب پر ایمان لائے جن کی کچھ فہرست مولوی سید محمد صاحب نے بھی لکھی ہے ان کا ایمان لانا قرآن کی فصاحت لاثانی کا گواہ نہیں ہے کیونکہ (۱) شعراء کی نسبت خود محمد صاحب کا اعتقاد اچھا نہیں ہے سورۃ الشعراء کے آخر میں ہے (والشعرا يتعبهم الفادون الم ترانهم في كل واد يهھون وانهم يقولون مالا يفعلون لا الذين امنوو عملو الصالحات وذكر الله كثيروانتصرو اسر بعد نا ظلموانا) شاعروں کی بات مانتے وہی لوگ جو گمراہ ہیں کیا تونہیں جانتا کہ شاعر لوگ فنون کلام کی ہر میدان میں بھٹکتے ہیں اور وہ جو کہتے ہیں سو نہیں کرتے مگر وہ شاعر جو ایمان لائے محمد صاحب پر اور کے نیکی بہت یاد کی خدا کی اور مدد کی محمد صاحب کے کفار کی ہجو کرکے بعد اس کے ظلم کئے گئے ساتھ ہجو کفار کے جملہ مومنین میں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ شاعر لوگ گمراہ ہیں اور گمراہ لوگ شاعروں کے پیچھے چلتے ہیں اور گمراہی شاعروں کی یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے مضامین اور خیالات اور فنون کلام میں سرگرداں رہتے لیکن وہ شاعر جو مسلمان ہوجائیں اور نیکی کریں اور مسلمانوں کی طرف ہوکے کفار کی ہجو کریں اور انہیں برا کہیں اور محمد صاحب کی تعریف کریں تو وہ شاعر اچھے ہیں یعنی جو شاعر میری طرف ہیں وہ اچھے ہیں جو میری طرف نہیں ہیں وہ گمراہ ہیں۔ پس مخالف ان طرفداروں کی بات سے کیونکر تسلی پاسکتا ہے۔ (۲) یہ بات تواریخوں سے ثابت نہیں ہے کہ شاعر لوگ محمد صاحب کی قرآن کی عبارت کو لاثانی فصاحت باعتبار لفظ کے سمجھ کے مسلمان ہوئے تھے بلکہ ان کی ایمان کے وجوہات کچھ اور ہی مذکور ہیں نہ مطلق فصاحت۔
(سوم) ہر شاعر فصیح نہیں ہے اور نہ ہر شاعر کو فصاحت کے رتبہ کے دریافت کرنے کا مادہ ہے مگر بعض شاعر معتبر ہوتے ہیں اور ان کا کلام مستند ہوتا ہے ورنہ بیتیں جوڑنے والے جن کی طبع موزون ہے ہر ملک میں صدہا ہوتے ہیں اور وہ مستند نہیں ہیں۔ (۴) فصاحت اور عدم فصاحت کے بارہ میں علماء ادب کی گواہی معتبر ہوتی ہے وہ کلام کی نقاد اوپر کئے ہیں اور جو کلام کے پرکھنے کا حق ہے وہ ان سے پورا ہوتا ہے سو محمد صاحب کے قرآن کو جب علماء عرب نے پرکھا تو وہ ان کے دو فرقے ہوگئے ہیں بعض نے فصیح لاثانی نہیں مانا اور بعض نے مانا ہے اور جنہوں نے مانا ہے انکے دلائل حقیر ہیں کیونکہ ہر دلیل میں دعویٰ محمدی کی حمایت ہے انصاف کی دلیلیں نہیں ہیں پر جنہوں نے نہیں مانا اگرچہ وہ بھی مسلمان ہیں پر وہ بلحاظ کلام عرب بولتے ہیں اور لاچاری سے دعویٰ محمدی کی حمایت کرکے کلام قدیم کی لاثانی ہونے کے قائل ہیں۔
(پنجم) یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ صرف اس خیال سے کہ بعض شاعر مسلمان ہوگئے تھے قرآن کو لاثانی فصیح مانا جائے حالانکہ ان کے دلائل فصاحت لاثانی پر کہیں موجود نہیں ہیں اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ علماء معتبرین کے دلائل کے انبار جو موجود ہیں پھینکدئے جائیں محض اس خیال بے بنیاد سے کہ بعض شاعر مسلمان ہوئے تھے پس بعض شاعروں کے نام سنا تاکہ وہ مسلمان ہوئے تھے کچھ بات نہیں ہے اور دھوکا ہے۔
(ف) واضح ہو کہ اتقان کے نوع ۳۶ میں ابن عباس سے قرآن کے بعض الفاظ مذکورہ بالا کی نسبت شعراء عرب کے کلام سے سند پیش کی گئی ہیں کہ انہوں نے بھی وہ لفظ بولے ہیں مگر یہ بیان اعتراض دفع نہیں کرسکتا کئی وجہ سے (۱) ہر قبیلے کے شاعروں کے کلام سے ابن عباس نے سند دی ہے نہ محض شعراء قریش کے کلام سے جن کے کلام میں قرآن نازل ہونے کا مدعی ہے پس بھرتی کا کلام شعراء کی بھرتی سے ثابت کیا گیا ہے (۲) ابن عباس نے اکثر سند کے ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ یہ محاورہ فلاں علاقہ کا ہے پس محاورے کی خصوصیت ضرور قائم رہی ہے (۳) بعض شعراء کے نام بھی نہیں بتلائے صرف شعر سنا دیا ہے معلوم نہیں کہ وہ کون ہے فصیح ہے معتبر ہے یا غیر معتبر ہے۔ (۴) اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ شعراء عرب محاورات

نتیجہ ومخصوصہ کے پابند نہ تھے جن کی نسبت (کلام)سہل لیں واضح) کہا جاتاہے پس جس علاقہ کا محاورہ چاہتے تھے اپنے کلام میں استعمال کرلیتے تھے اور اس سے ظاہر ہوا کہ فصاحت کی اس تعریف کے پابند نہ تھے جو اس کتاب میں مذکور ہے اور محمد صاحب نے بھی انہیں کا طور برتا ہے اس صورت میں دوسرا اعتراض آتا ہے کہ محمد صاحب کی چال اور شعراء عرب کی چال برابر اوریکساں ہے اوراُن کا کلام اوراِن کا کلام برابر ہے اوریہی ہمارا مطلب ہے (۵) اور یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کی اصل باعتبار عبارت کے شعراء عرب کا کلام ہے جو قرآن ہی میں مذموم ہے اور جس پر فوقیت کا دعویٰ ہے والفضل للمتقدم اور بزرگی اس کے لئے ہے جس نے پہلے بولا نہ متاخر کے یہی سبب ہے کہ علماء عرب نے مان لیا ہے کہ قرآن کے برابر عبارت بنانے پر آدمی قادر ہیں اور وہ آدمی کا کام ہے نہ خدا کا۔

تمتہ فصل اول باب ہشتم

اب میں یہ کہتا ہوں کہ قرآن کے بعض فقرے بعض عمدہ رعایتوں سے خالی ہیں اگرچہ لفظی بحث ہے اور صرف یہی دلیل قرآن کے بطلان کی نہیں ہے۔مگر بڑے مدعی فصاحت کے لئے یہ اعتراض بھی ضرور مضر ہیں۔

(ف) کوئی کہتاہے کہ غیر زبان کے آدمی کو اہل زبان کی گفتگو پر اعتراض جائز نہیں ہے میں اس کو مانتا ہوں مگر یہ اعتراض میرے اپنے نہیں ہیں اہل عرب ہی کے اعتراض ہیں جو میں نقل کرتا ہوں اگر کوئی آدمی ماخذ ان اعتراضوں کا دیکھنا چاہے تو اس کو یہ سب اہل عرب کے اعتراض کتاب جواہر القرآن میں ملیں گے جس کے مصنف نے گیارہ سو اعتراض قرآن کی نسبت جمع کرکے جواب دینے کی کوشش کی ہے مگر جواب اس کے سب کے سب تسلی بخش نہیں ہیں (ف) ہم نے قرآن کو صرف لفظی بحث سے باطل نہیں سمجھا ہے جیسا کہ بعض لوگ ہماری طرف گمان کرتے ہیں بلکہ اس کی خام تعلیم اور بے بنیاد عقائد اور خلو معرفت الہیٰ کے سبب سے وہ نامقبول ہے کیونکہ روح کی تشنگی اس سے نہیں بجھتی اور محمد صاحب میں پاکیزگی اور کچھ خوبی نہیں ہے اور یہ وجہ اس کے نہ قبول کرنے کی ہے پر یہ لفظی اعتراض ہے جو اس پر ہوتے ہیں کتاب کے آخر تک اس کا باعث یہی ہے کہ مولوی رحمت اللہ صاحب کو ان اعتراضوں کا ایک الزامی جواب بھی دیا جائے جو انہوں نے اپنی اعجاز عیسوی کے مقصد دوئم کی فصل چہارم میں کئے ہیں۔

اورجب مسلمان لوگ مولوی رحمت اللہ صاحب کے ان سب اعتراضوں کو جو انہوں نے خدا کے پاک کلام پر کئے ہیں دیکھیں اوران کے بعض جواب اس کتاب میں پڑھیں تو چاہیے کہ ہمارے متقدمین اور متاخرین کی تاویلات کو بھی قبول کریں جیسے کہ یہ اعتراض جو قرآن پر ہیں بدوں علماء محمدیہ کی تاویلات کے قبول نہیں ہوسکتے ہیں انکو یہ بات معلوم ہونا چاہیے کہ تاویلات بعیر جانبیں کا کام نہیں چلتا ہے ہاں بعید از قیاس جو تاویل ہےوہ ناکارہ ہے پر قرین قیاس جو تاویلیں ہیں سب اچھی ہیں اور عقلاً جانبیں ہیں مقبول ہیں۔ اب وہ فقرے سنیئے جن میں سقم ہیں۔

(اول) فقرہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ رحمن نسبت رحم کے ضرور خاص ہے اور یہ ترکیب توصیفی ہے پس صفات میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی چاہیے بسم اللہ الرحیم الرحمٰن نہایت چسپاں تھا اب اس سقم کے چھپانے کو خواہ کچھ کہے مگر ترتیب صفات کی رعایت نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ اے زید توکانا ہے وہ کہے کہ چیچک نکلی تھی اس وقت آنکھ جاتی رہی تھی پس آنکھ جانے کی وجہ سے تومعلوم ہوئی لیکن ضرور ایک آنکھ نہیں ہے اور وہ جو بعض کہتے ہیں کہ رحمٰن بدل ہے اللہ مبدل منہ ہے یہ تکلیف تبادر کے خلاف ہے اور اعتراض بالا کے دفع کرنے کو بعض نے یہ ترکیب تجویز کی ہے اس ترکیب کے موافق کوئی ترجمہ آج تک دیکھا نہیں گیا۔

(دوم) ایاک نعبدوایاک نستعین۔مسلمان آپ ہی کہتے ہیں کہ یہ عبارت خلاف ترتیب ہے استعانت کو عبادت پر مقدم کرنا چاہیے تھا اوراب کہ وہ موخر ہے اس لئے بعض جواب دیتے ہیں تاکہ سقم متبادر کو دفع کریں۔

(سوم)یخا دعون اللہ والذین امنوا۔ منافق لوگ اللہ کو اورمسلمانوں کو فریب دیتے ہیں۔ اگر مسلمان اللہ کے لوگ ہیں تو ان کو فریب دینا اللہ کو فریب دینا ہے پس ان کو جدا کرنے کی کیا وجہ ہے اور اللہ کوفریب دینے کہ کیا معنی ہیں یہ تو عقلاً محال ہے یہ اسی قسم کا اعتراض ہے جیسے (۷۰) اعتراض بائبل سے خدا پر مولوی صاحب نے کئے ہیں۔

(چہارم) فقرہ ان من اعجارۃ لما یتفجر منہ الا نہاروان منہا لما یشقوفنجر منہ۔ بعض پتھروں سے نہریں نکلتی ہیں اور بعض پتھروں سے پانی سے نکلتا ہے۔دونوں شقوں کا ایک ہی مال ہے نہروں کا منبع بھی شروع میں تھوڑا پانی ہوتا ہے پھر جمع ہوکے نہر بنتی ہے پس وہ جو بڑی بلاغت کا مدعی ہے اس کی شقیں سادہ ہیں بلکہ یکساں۔

(پنجم) فقرہ یکتبعان الکتاب باید یھم لکھتے ہیں کتابیں اپنے ہاتھوں سے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ خدا کی کتابیں بھی ہاتھوں سے لکھی جاتی ہیں قرآن بھی ہاتھوں سے لکھا گیاہے پس کہنا چاہیے تھا کہ (یلتبون لکتاب من عند ھم)۔

(۶) فقرہ فان آمنو امثل ما انتھمہ بہ فقد اھندوا۔ اگر وہ لوگ ایمان لائے اس کی مثل پر جس پر تم ایمان لائے ہو تو انہوں نے ہدایت پائی۔ یہ ترجمہ غلط ہے اور محمد صاحب کی یہ مراد نہیں ہے مگر یہ سادہ عبارت ہے کہ لفظ مثل بول کے محمد صاحب نے سست کردی ہے اس لئے جلال الدین کہتاہے کہ لفظ مثل زائد ہے اسے کالعدم سمجھ کے ترجمہ کرنا چاہیے تب حضرت کا مطلب درست ہوگا۔

(۷) فقرہ ومن لم یطعمہ .یعنی الماء یطعمہ بمعنی یدفہ لولا ہے پانی کویشر بہ کہنا اچھا تھا اور یذقہ کہنا اورہی زیادہ اچھا تھا پس کثیر الاستعمال لفظ کوچھوڑنا اور قلیل الاستعمال کو بولنا سلاست سے خالی ہے۔

(۸) فقرہ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ راغب نے کہا ہے کہ بین موضوع للخل بین الشین دوسطھا لفظ میں دوچیزوں کے درمیان آتا ہے حضرت نے لفظ حد کے ساتھ ساد گی سے بول دیا ہے اور لفظ احد نسبت واحد کے اظہار وحدت میں اکمل ہے مثلاً قل ہو اللہ احد پس احد کے ساتھ میں کو لگانا ساد گی ہے اور تاویل بعید سے معنی بنتے ہیں۔

(۹)فقرہ کنتم خیر منہ۔ یہاں انتم کی جگہ کنتم بولد یاہے عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو انتم کہتا پس ہم سب اس میں شامل ہوجاتے لیکن اس نے کنتم کہا خاص محمد صاحب کے اصحاب کے حق میں یہ نہ سب کے پس سقم یہ ہے کہ انتم زیادہ اچھا تھا نسبت کنتم کے تاکہ ساری امت کو فضیلت ملتی جیسے کہ اہل اسلام کا دعویٰ ہے مگر اب بقول عمر سواء اصحاب محمد کے باقی امت کوامم سابقہ پر فضیلت نہیں ہے۔

(۱۰) فقرہ ہم درجات عنداللہ : سلیس عبارت یوں بھی تھی کہ ہم ذودرت عنداللہ اور اشعار میں جو لفظ مخذوف ہوتے ہیں وہ تنگی کلام کے سبب سے ہوتے ہیں نثر میں مخذوف کرنا کلام کوسلاست سے گرانا ہے۔

(۱۱) سمعنا منادیً ینادی للایمان : جواہر القرآن والے کا اس عبارت پر بھی اعتراض ہے وہ دکھلاتا ہے کہ منادی کی جگہ نداءً زیادہ اچھا تھا پر خیر اس کے معنی تاویل سے درست ہوسکتے ہیں۔

(۱۲) انما التوبنہ اعلی اللہ توبہ لازم ہے اللہ پر۔ کوئی کہتا ہے کہ لفظ قبول مخذوف ہے یعنی توبہ کا قبول کرنا اللہ پرواجب ہے پس ایسے مدعی فصاحت کو نثر میں ایسی مغلق عبارتیں بولنا کب مناسب تھا۔

(۱۳) والا تنکحو اما نکح اباء کم من النساء الا ما قد سلف: مت نکاح کرو ان عورتوں سے جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو آگے ہوچکا سو ہوچکا ۔پہلے عرب کے لوگ اپنے باپ کی جوروں سے بھی نکاح کرلیتے تھے حضرت نے اس بد کام سے منع کیا اور اچھا کیا مگر اس عبارت پر اہل عرب اعتراض یہ کرتے ہیں کہ لفظ الاسے جو استثنا ہے وہ درست طور پر نہیں ہے کیونکہ ان کے محاورے میں فعل ماضی کے استثنا فعل مستقبل سے درست نہیں ہے مولوی سید محمد صاحب بھی اس کو مانتے ہیں اور استثنا متصل میں اس قاعدہ کو جاری کرتے ہیں نہ مقطع میں اوریہاں کہتے ہیں کہ منقطع استثنا ہے اوریہاں نکاح کی دو جنسیں فرض کرتے ہیں یہ تاویل بعید ہے ضرور نکاح ایک ہی چیز ہے اوراسی لئے حالت کفر کا نکاح جائز ہے اسلام میں تجدید نکاح کی ضرورت نہیں ہے اعتراض باقی ہے اور عبارت میں سبکی ہے۔

(۱۴) وربا ئبکمہ الاتی فی حجور کمہ۔ یہاں اللاتی فی حجور کمہ کی قید فضول ہے اور حضرت کے مطلب کو فوت کرتی ہے پس اس عبارت میں ضرور سقم ہے۔

(۱۵) من النبین والصد یقین والشہداء والصالحین ۔ جواہر لقرآن میں اس ترتیب پر بھی اعتراض ہے مگر خود اسے کچھ بڑی بات نہیں جانتا تو بھی یہ کہتا ہوں کہ حضرت کی عبارت پر نہ صرف ہم عیسائی معترض ہیں مگر انہیں کے ملک کے لوگ اس میں سقم دکھلاتے ہیں یہاں کہتے ہیں کہ اعلیٰ جنس سے ادنے جنس کی طرف نزول ہے۔

(ف) اور یہ جو فارسی اردو غیر زبانوں کی اور کلام الہیٰ کی مثالیں ان کے مقابلہ میں بعض محمدی سناتے ہیں یہ فضول بات ہے کیونکہ صرف عرب کے محاورات میں ہے کہ حضرت کے محاورات پر علماء محمدیہ نے یوں اعتراض کئے ہیں اگرچہ اردو فارسی کے محاورات کے موافق درست ہے اس سے حضرت کا کلام فصیح نہیں ہوسکتا ہے۔

(۱۶) فقرہ نساء ۱۱ رکوع لولا فضل اللہ علیلمہ ورحمتہ لا تلبعتم الشیطان الاقلیلا۔ اگر خدا کا فضل اوراس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم شیطان کے تابع ہوجاتے مگر تھوڑے سے لوگ بغیر فضل ورحمت کے بھی شیطان کے تابع نہ ہوتے یہ استثنا درست نہیں ہے۔ مولوی سید محمد نے فضل ورحمت کے معنی محمد صاحب یا ان کا نائب اور قرآن کے لئے ہیں مگر یہ کچھ بات نہیں ہے ضرور فضل ورحمت کے وہی معنی ہیں جو مشہور ہیں اور بالفرض اگر محمد یا ان کا قرآن نہ ہوتا تو لوگ شیطان کے تابع ہوتے اور بعض نہ بھی ہوتے اگر کوئی کہے کہ ابتاع شیطان سے مراد خاص ایک جھوٹی خبر کا تسلیم کرنا ہے اور ممکن ہے کہ اس کی تسلیم بغیر فضل و رحمت کے بھی بعض عقلمند نہ کریں تو جاننا چاہیے کہ ابتاع شیطان کے معنی جلالین میں یہ لکھے ہیں (فیما یامرکم بہ من الفواحش) یعنی نہ خبر خاص میں مگر تمام بدی کی باتوں میں پس ضرور اعتراض درست ہے۔

(۱۷) فقرہ نساء رکوع ۱۶ میں ہے ۔ (لاخیر فی کثیر من نحوام الامن امہ بصد قتہٍ بخوی مصدر ہے فعل کے معنی دیتا ہے اور من جو الا کے بعد ہے وہ اسم ہے پس جواہر القرآن والا کہتا ہے کہ فعل کے استثنا اسم کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اس کے بعد جلالین میں بخواہم کے معنی لکھے ہیں اے(الناس الیٰ ماتیناجون فیہ یتحد ثون یعنی فعلیت اور حدوث اس میں ہے اور اس لئے جلال الدین نے الا کے بعد بخوی کا لفظ پھر محذوف بتلایا ہے کیونکہ صرف من کے ساتھ استثنا جائز نہ تھی پس معترض ظاہر ترکیب پر اعتراض کرکے کلام کو سقیم بتلاتا ہے پس کلام سلیس البتہ نہیں ہے۔

(۱۸) فقرہ مایدہ رضیت الکم الاسلام دنیار ضیت الیوہ کے نیچے پڑا ہوا ہے اوراس کے معنی یہ ہیں کہ آج میں راضی ہوا تمہاری مسلمانی سے جواہر القرآن والا کہتا ہے کہ یہ اعتراض کی جگہ ہے پس عبارتوں کی متانت میں سقم ہے اگرچہ تاویل کرکے معنی درست کئے جاتے ہیں پر ایسے بڑی مدعی فصاحت کو ایسے سقم سے بھی بچنا چاہیے تھا۔

(۱۹) فقرہ اسی میں ہے یسئلونک ماذا احص لھم قال لکم الطیبات ۔ پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کیا کیا چیزیں حلال ہیں ۔(جواب) یہ دیا کہ طیبات حلال ہیں مگر طیبات ہر ملک میں کچھ فرق

رکھتے ہیں اس لئے حضرت نے تسلی بخش جواب نہ دیا بلیغ آدمی کو ایسا گول گول جواب دینا مناسب نہیں تھا۔ مولوی سید صاحب مدینہ کے کتوں کا قصہ اس کے ساتھ ملاتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ جدا بیان ہے وادعاطفہ سے الگ کرکے بیان ہوا ہے مگر اسکا مطلب یہ ہے جو میں نے لکھا جلالین اس بات کی گواہ ہے دیکھو وہاں لکھا ہے یسئلو نک یا محمد مالی احل لھم الفاعہ قل احل لکم الطیبات المستلذات پھر واو کے بعد صید کا جدا ذکر ہے اور یہ کہنا کہ مسلمان جانتے تھے اس لئے حاجت بیان کی نہ تھی کچھ بات نہیں ہے جانتے تو وہ پوچھتے کیوں۔ اورہ جواوپر سے حرام چیزوں کا ذکر سید محمد نے سنایا ہے کیا بات ہے پوچھتے ہیں حلال چیزیں اور وہ حرام چیزیں دکھلاتے ہیں صاحب حرام چیزوں کو سن کرہی تو پوچھتے ہیں کہ پھر حلال کیا ہیں۔

(۲۰) فقرہ انفال میں ہے کما احرجلہ من بیتک بالحق اس آیت کی تالیف میں ضعف ہے مشبہ اور مشبہ کا پتہ نہیں ہے اس وقت تعقید کی تعریف بھی دیکھو جواوپر مذکور ہے اور مولوی سید محمد صاحب نے جو کچھ اس کے جواب میں لکھا ہے وہ بھی دیکھو ضرور یہ آیت فصاحت سے خارج ہے دیکھو لاچار ہوکے سید محمد صاحب نے بھی کہا کہ قرآن کی بعض عبارات مشکل ہیں پس ثابت ہوگیا مولوی سید محمد کی تکلیفوں سے کہ عبارت اس آیت کی کھلاکھلی اپنے مطلب پر دلالت نہیں کرتی اس کی تالیف میں ضعف ہے جو خلاف تعریف فصاحت کے ہے۔

(۲۱) فقرہ یا ایھا الذین امنی اطیعوا اللہ ورسولہ والا تولوعنہ ضمیر عنہ کا مرجع اللہ ہے یا رسول اطاعت تو دونوں کی کرنے کا حکم ہے اور پھر کہا کہ نہ پھر وایک سے پس مناسب تھا کہ عنہما کہتا یہاں کلام میں سقم ہے مولوی سید محمد حیران ہوکے کہتے ہیں کہ مرجع ضمیر کا جہاد ہے جو بالمعنی متقدم ہے یا اس کا مرجع اطیعوا کا فعل ہے ناظرین اس تکلف کو ذرا غور فرمائیں کہ سقم قبول کرنا منظور نہیں ہے مگر بیجا تاویل کرنا منظور ہے اور وہ جو کہا کہ (احسنہ قذالا) میں ضمیر واحد ثقلین کی طرف ذوالرمہ نے بولی ہے یہ کچھ بات نہیں ہے ثقلین اگرچہ معنی تثینہ کے رکھتا ہے مگر لفظ ایک ہی پر آیت بالامیں اللہ ورسول وادعاطفہ کے ساتھ جدے مذکور ہیں یہاں عنہما بولنا مناسب تھا۔

(۲۲) فقرہ توبہ میں ہے فلا تظلمو فیھن انفسکمہ اس آیت پر جواہر القرآن نے دوا کے دو اعتراض تھے جو میں نے نقل کئے تھے سید محمد صاحب نے جو جواب لکھا اس میں سے بعض باتوں کو میں مانتا ہوں۔ (۱) اعتراض یہ تھا کہ ضمیر نہیں لفظ شہرًا کی طرف ناجایئز ہے سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ اربعتہ حرم کی طرف راجع ہے میں اسے مانتا ہوں سچ ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ مراد ظلم سے ہر گناہ ہے بلکہ خاص جنگ وجدال ہے لیکن جلالین میں لکھا ہے فلا تظلموا افیھن ای لاشھر الحرم انفسکمہ بالمعاصی فانھمہ فیھا اعظم وذراوفیل وی الاشھر کلھا۔ پس مفسر کہتا ہے کہ ظلم سے مراد ہر گنا ہے پس جب ہر قسم کا گناہ مراد ہے ت اس کی تخصیص چار مہینے میں ناجائز ہے اس لئے وہ کہتا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ سال کے سب مہینوں میں بدی نہ کریں۔ پس اس صورت میں شہر کی طرف ضمیر جاتی ہے جو مذکر ہے پر سید محمد صاحب نےکہاہے کہ معنی کے لحاظ سے اثنا عشر کے ساتھ جمع ہے اور ہر جمع مونث ہے اس لئے ضمیر فیہن آتی ہے یہ بیان ان کا درست ہے مگر جواہر القرآن کا اعتراض لفظ کے اعتبار سے تھا سووہ تاویل سے دفع ہوتا ہے پس حضرت کی یہ عبارت بھی تاویل طلب ہے جیسی بائبل کی بھی بعض عبارات ہیں۔

(۲۳) فقرہ یونس میں بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فیلفر حوایہاں فضل ورحمت دو چیزیں ہیں ان کے لئے ذینک کہنا چاہیے تھا نہ ذلک یہ بھی عبارت کا سقم ہے سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ فضل ورحمت سے مراد قرآن ہے اور وہ ایک چیز ہے اسلئے لفظ واحد بولا گیا ہے مگر جلالین والا کہتا ہے کہ فضل سے مراد اسلام ہے اور رحمت سے مراد قرآن ہے قرآن ایک کتاب ہے اور اسلام ایک اعتقاد ہے جو مسلمانوں کے دل میں آتا ہے پس یہ دو چیزیں ہیں نہ ایک چیز اس صورت میں ذینک چاہیے نہ ذلک۔ پھر مجیب صاحب دو ترکیبیں دکھلاتے ہیں اول آنکہ بمجھا فلیفر حواذ لک کی جگہ بمجیمار کہتے ہیں جو معترض کا عین مطلب ہے کہ تثینہ چاہیے تھا کہ جگہ حضرت نہ لفظ

واحد رکھا ہے دوسری ترکیب میں کہتے ہیں کہ زجاج نے فضل ورحمت کو مبدل منہ اور ذلک کو بدل کہا ہے اور نہیں جانتے کہ اسی اعتراض کے دفع کرنے کی کوشش زجاج نے کی ہے بہر حال حضرت کی عبارت میں سقم ہے اگر ذنیک بولتے تو مناسب تھا نہ زجاج کو تکلف کرنا پڑتا نہ سید محمد کو ذلک کی جگہ بمبیمار رکھنا پڑتا۔

(۲۴) فقرہ ہود میں فاتو البعشر ورمثلہ مفتر بات لاؤ دس سورتیں قرآن کے موافق جھوٹی۔ عشر اور مفتر بات کے درمیان مثلہ جو قرآن کی نسبت ہے بول کر اپنے کلام میں سقم پیدا کردیا اوراپنے قرآن کی نسبت افترا کا الزام قبول کرتا ہے اگر فرضاً قبول کرتا ہے تو ایسی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو تم بھی جھوٹ بولو وہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم افترا پردازی کا گناہ نہیں کرنا چاہیے۔

(۲۵) فقرہ نحل میں ہے یعبدون ھن رون اللہ مالا یملک لھم رزقاً من السمدالت والارض ثیساً والا لیستطیعون اس آیت کی ترکیب بھی سادہ ہے اور بڑے تکلف سے درست کی جاسکتی ہے یہاں یتن سقم ہیں اول لفظ ماجومفرد اور جمع کو عام ہے لفظ یملک سے اسی حالت مفردی میں خاص کیا ہے اور پھر اس کی حالت جمع کو فعل لایستطیعون سے ظاہر کیا ہے۔ دوم یملک جو واحد ہے اس کے لئے جمع کا صیغہ لایسیطعیون لایا گیا ہے جو محض نادرست ہے سوم لایستطعیون غیز ذوی العقول کی نسبت بولا ہے ان کی جمع واو نوں سے نہیں آتی ہے پس یہ گڑ بڑھے اور وہ جواب جو دہلی کے امام صاحب نے اور مولوی سید محمد صاحب نے اس کے لکھے ہیں ہر ایک اعتراض کی حالت انفرادی میں ہوسکتے ہیں یہ اسی اجتماع کی صورت میں پر یہ بات نئی ہے جو اپنے مفسروں کے خلاف ان لوگوں نے لکھی ہے کہ لایستطیعون شامل ہے ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو کیونکہ جلالین می لکھاہے (لایتسطعیون لایقدون علی شی وھو الامنامر) یعنی صرف بتوں کی نسبت یہ ہے نہ حضرت عیسیٰ نہ حضرت عزیز کی نسبت جس کو یہ مسلمان تعصب کرکے یہودیوں کا خدا بتلاتے ہیں۔ بالفرض اگر ہم کہیں کہ لایستطیعون میں حضرت عیسیٰ وحضرت عزیر بھی بتوں میں شامل کئے گئے ہیں تو محمد صاحب پر نہ صرف عبارت کی سقم کا اعتراض آتا ہے مگر اس سے زیادہ دروغ کا اعتراض آتا ہے کیونکہ وہ تو قادر تھی بہت سی باتوں پر جیسے سب انسان قادر ہیں پس لایقدرون علے شئے کس پر صادق آئیگا اور مطلق عدم قدرت کی دلیل ان کی عدم الوہیت پر جو پیش ہوئی ہے ناقص ہوگی اور وہ پوجنے کے لائق ٹھہرینگے بلکہ حضرت عیسیٰ تو زیادہ پرستش کے لائق ہونگے جنہوں نے وہ قدرت دکھلائی جو محمد صاحب نہ دکھلاسکے۔ پس محمد صاحب کی عبارت میں سقم ہے اور مفسر قرآن درست تفسیر کرتے ہیں پر ہمارے مجیب اپنی عقل سے جو بولتے ہیں بالکل درست نہیں ہے۔

(۲۶) فقرہ اسی میں ہے کلح البصر ہو اقرب ایک پل یا اس سے بھی قریب دوسری جگہ میں (قاب قوسین اوادلی) دو کمانوں کی دوری یا اس سے بھی کم تیسری جگہ ہے الی مالیتہ الف اویزیدون سو ہزار یا اس سے بھی زیادہ چوتھی جگہ ہے کالحجارۃ اواشد قسوۃ پتھر کی مانند یا اس سے بھی زیادہ سخت۔ بائبل جو خدا کا کلام ہے رسولوں کی عبارت میں لکھا گیا ہے مگر قرآن کی عبارت بھی خدا سے مسلمان بتلاتے ہیں نہ محمد صاحب سے اس لئے ان عبارتوں میں لفظ او پر بحث ہے کہ آیا شک کے لئے یا کسی اور معنی میں ہے اور اگر کسی اور معنی ہیں ہے تو کس وجہ سے ہے اگر شک کے لئے ہے تو یہ خدا کا کلام نہیں ہے مولوی سید محمد نے کتابوں میں سے نکال کے لفظ او کی ساری بحث لکھی ہے وہ سب فضول ہے صرف یہ بتلانا چاہیے تھا کہ یہاں اور کس معنی میں ہے اور کس وجہ سے ہے سو انہوں نے تین آیات مذکورہ بالامیں ابہام اور ترقی کے لئے بتلایا ہے اور چوتھی میں اباحت یا ابہام یا تخییر یا تردید کے لئے کہا ہے میں پوچھتا ہوں کہ کیا وجہ ہے جو اپنی اصل وضع سے دوسرے معنی میں اس کو لیا وجہ اور کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ خدا پر اس لفظ کی اصلی معنی جائز نہیں ہیں عقلاً پس دو باتیں اس وقت دکھلانا بس ہے اول پہلے تو قرآن کو خدا کا کلام فرض کرلیں تب کہیں کہ او کے دوسرے معنی مرادی ہیں نہ اصلی مخالف اس کو کیوں قبول کرے گا دوم یہ کہ جب عقلاً خدا پر او کے معنی اصلی ناجائز ہیں اور اس

لئے اسے دوسرے مرادی معنی میں لیتے ہو حالانکہ قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت بھی نہیں رکھتے تو مہربانی کرکے بعض الفاظ بائبل کو بھی ان کی اصلی وضع سے معاف کرکے مرادی معنی لینے کی اجازت دیجئے مثلاً خدا پچھتایا وغیرہ جس پر مولوی رحمت اللہ وغیرہ نے اعتراضوں کے ڈھیر لگادیئے ہیں جن کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

(۲۷) فقرہ نحل میں ہے اس ابیل تقیکمہ اے۔ کرتے جو بچائیں تم گرمی سے ایک معترض کہتا ہے تقیکم الحروالبرد کہنا چاہیے کہ بچائیں گرمی اور سردی سے۔ سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ لبید شاعر نے کہا ہے۔ بیدہ الخیر۔ یعنی خدا کے ہاتھ میں ہے بھلائی دیکھو شر کا ذکر نہیں کیا مگر اس کا عقیدہ یہی تھا کہ خدا کے ہاتھ میں صرف نیکی ہے نہ بدی یہ تو گمراہی کی بات ہے کہ خدا کے ہاتھ میں نیکی اور بدی دونوں ہیں بدی بد کے ہاتھ میں ہوتی ہے خدا بد نہیں ہے پر یہ کچھ بھاری بات نہیں ہے ضرور حضرت کی عبارت میں ذرا سا سقم ہے۔

(۲۸) فقرہ بنی اسرائیل میں ہے المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ ایک معترض کہتا ہے کہ بارکنا فیہ کیوں نہ کہا تا کہ روحانی برکات پر اشارہ ہوگا مگر اب جسمانی نہروں اور پھلوں کا ذکر ہوا ہے مگر یہ کچھ بات نہیں ہے جو برکتیں جس کی پیش نظر ہیں وہ انہیں کا اکثر ذکر کرتا ہے خواب میں بھی وہی نظر آتے ہیں۔

(۲۹) فقرہ کہف میں ہے یسلحو فتہا دونو اپنی مچھلی بھول گئے حالانکہ ایک شخص بھولا تھا جس کی تفویض میں تھے دوسرا تو جانتا ہے کہ میرا ساتھی لاتا ہے پس حضرت کو صیغہ واحد بولنا چاہیے تھا نہ تثنیہ اور جواب مولوی سید محمد کا لائق پسند کے نہیں ہے۔

(۳۰) فقرہ طہ میں ہے فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی۔ فلتشقیا۔ کہنا چاہیے تھا جیسے فلا یخرجنکما کہا ہے پس یہاں تثنیہ کی جگہ واحد کا لفظ بولا ہے سادگی سے۔

(۳۱) فقرہ سورہ مومنون میں ہے اوما ملکت ما کی جگہ میں زیادہ اچھا تھا جو ذی عقل کے لئے ہے اور ما بے عقل چیزوں کے لئے ہے اگرچہ کبھی کبھی ایسا بھی کرتے ہیں مگر قلیل الاستعمال محاورہ کو کثیر الاستعمال کی جگہ لانا فائدہ نہ تھا اور اس میں سختی بھی ہے جو رحم کے خلاف ہے آدمی اشرف ہے اسے مثل اور اشیا کے سمجھنا دل کی سختی ظاہر کرتا ہے۔

(۳۲) فقرہ نور میں ہے فسلموا علیٰ انفسکم۔ سلام کرو اپنے نفسوں پر بہتر تھا کہ کہا جاتا سلام رو اپنے اہل وعیال پر پس کچھ حاجت تاویلوں کی نہ ہوتی۔

(۳۳) فقرہ فرقان میں بلدۃ میتا - بلدۃ عتۃً زیادہ مناسب تھا کیونکہ مناسب لفظی بھی ہوجاتی ہے۔

(۳۴) فقرہ بنی اسرائیل میں ہے لا عمتۃً من ربک یہ استثنا منقطع ہے اور بھی کئی جگہ ایسے استثنا ہیں اور اصل استثنا متصل ہے پس اصل کو چھوڑ کے عام کلام بولنا ایسے بڑے مدعی فصاحت کو زیبا نہ تھا۔

(۳۵) فقرہ عنکبوت میں ہے الف سنۃ الا خمسین عاماً۔ نوح اپنی قوم میں پچاس برس کم ہزار برس رہا۔ تسعمایتہ و خمسین عاماً کہنا اچھا تھا مولوی سید محمد نے نہیں بتلایا کہ ایسی بولی میں کیا نکتہ تھا اور وہ جو بعض شعراء کے قول سے سند دی ہے وہ درست نہیں ہے دووجہ سے اول تو ایسا محاورہ نہیں دکھلایا اور قسم کے محاورے دکھلائے ہیں دوم یہ ہے کہ شعر کا میدان تنگ ہوتا ہے وہاں ایسی عبارت کوئی بول سکتا ہے نہ نثر میں۔

(۳۶) فقرہ اسی میں ہے (ہذا القدیہ) کوئی کہتا ہے کہ ہذہ کی جگہ تلک مناسب تھا کیونکہ گانوں دور تھا نہ قریب۔ سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ اسماء اشارہ ہی میں شک ہے کہ کون قریب کے لئے ہے اور کون بعید کے اور ابن حاجب کا قول ذوا ذلک میں دکھلاتے ہیں اور تکرار تلک پر ہے اس کے لئے کسی نحوی کے قول کی مثالیں نہیں دیتے ضرور اعتراض جواہر القرآن کا درست ہے اور جواب سست ہے۔

(۳۷) ہذا القریہ اگر لفظ قریہ جمع کے ساتھ قری ہوتا تو بہتر تھا کیونکہ بگمان اہل اسلام کے وہ چار گانوں تھے اور یہ جو سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ چند گانوں چھوٹی چھوٹی تھے اس لئے ان سب گانوں کو ایک گانوں کہدیا ہے یہ ٹلانے کی بات ہے۔

(۳۸) فقرہ بقر میں ہے لن بضمہ علی طعام واحد طعام واحد کی تفسیر جلالین میں لکھی ہے (وہوالمن السلوائے) پھر من وسلویٰ کی تفسیر واتہ لنا علیکمہ المن واسلویٰ) کی ذیل میں جلال الدین نے یہ کی ہے کہ (التا مجنبین والطیر السمانی) پس یہ دو قسم کے کھانے ہیں اس لئے لن نصر علی طعا میں کہنا چاہیے تھا نہ طعام واحد۔ پس اب کہاں تک لکھیں کتاب بڑھتی ہے ور نہ قریب گیارہ سو کے ایسے اعتراض انہیں اہل عرب کے کئے ہوئے ہمارے پاس موجود ہیں یہ اسی قسم کے اعتراض ہیں جس قسم کے مولوی رحمت اللہ صاحب نے خدا کے پاک کلام پر کئے ہیں پس بطور نمونہ کے یہاں کچھ دکھلائے گئے ہیں۔ اور حقیقت میں قرآن اس درجہ کا فصیح نہیں ہے جس درجہ کا بطور مبالغہ کے اس کی نسبت دعویٰ کیا جاتا ہے وہ بھی ایک فصیح کتاب ہے بعض کتب سے بہتر اور بعض کتب کے مساوی ہے پر خدا کی طاقت سے نہیں ہے آدمی ہی کی طاقت سے لکھی گئی ہے اور بڑا نقصان اس میں یہ کہ پوری ہدایت کا دعویٰ کرتی ہے پر نجات انسانی کی راہ کچھ نہیں بتلاتی اور ایک شریعت پیش کرتی ہے جو شریعت دلی کے کہیں کہیں برخلاف ہے ظلم پر ابھارتی ہے دل کو سخت کرتی ہے اور اپنے اہل میں غصہ اور کینہ اور خود پسندی بھر دیتی ہے اور آدمی کو مغرور بناتی ہے اسکی عربی جو الاپ کے پڑھی جاتی ہے اس لئے سامعین کو ایسی اچھی معلوم ہوتی ہے جیسے سنسکرت کے اشلوک پنڈتوں کے منہ سے اچھے معلوم ہوتے ہیں پر قرآن کا ترجمہ دلچسپ نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے کیونکہ کتاب بے ربط ہے اور وہ بعض انگریزوں کی سند لاکے اہل اسلام کہتے ہیں کہ ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان کی بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ عیسائیوں کے ساتھ مخالفت رکھتے ہیں اور انہیں ستانے کے لئے قرآن کی تعریفیں کیا کرتے ہیں اور بعض انگریز لائق اعتبار ہیں مگر قرآن پر ان کی اتنی فکر کبھی نہیں ہوئی ہے کہ اس بارہ میں ان کی گواہی ہمارے لئے سند ہو اور وہ اگرچہ اسے فصیح اور عمدہ کتاب بتلاتے ہیں پر نہ ایسی کہ خدا کا کلام ٹھہرے۔ (ف) سید محمد صاحب نے مسلیمہ کی عبارت میں سے کچھ سقم نکال کے دکھلائے ہیں اور وہ اسی قسم کے سقم ہیں جو اوپر قرآن میں دکھلائے گئے اور بعض نکات قرآن کی بعض آیات سے نکالی ہیں اس میں نہ قرآن کی عبارت کی تعریف ہے مگر مولوی سید محمد کے ذہن کی تعریف ہے یا ان علماء کے ذہن کی تعریف ہو جن کی کتاب سے مولوی سید محمد نے لکھا۔

فصل دوم قرآن کی ان آیات کی بیان میں جو آپس میں مخالف ہیں

یہ فصل اس لئے لکھتا ہوں کہ اعجاز عیسوی کی ان ۶۴ ، ۷۰) اعتراضوں کو جو خدا پر اور بائبل پر ہیں ایک الزامی جواب بھی ہوجائے اور قرآن کی بعض آیات کا تخالف بھی ناظرین کو معلوم ہوجائے اور یہ بھی معلوم ہو کہ جیسے مولوی رحمت اللہ صاحب نے کتب سماوی میں اختلاف دکھلائے ہیں جن کے جواب بندہ نے اوپر لکھے اور تاویلات دکھلائے ہیں ویسی ہی قرآن میں بھی اختلاف ہیں اور اہل اسلام بغیر تاویلات کے انہیں سنبھال نہیں سکتے اور ان کی تاویلیں بھی معلوم ہوجائیں کہ کس قسم کی ہیں اور اکثر یہ اختلاف جواہر القرآن سے لکھے جاتے ہیں اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ انہیں قرآن خوانوں کے ذہن میں قرآن کی عبارت سے یہ اختلاف ظاہر ہوتے ہیں کسی مخالف نے دشمنی سے نہیں لگائے ہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صاحب جو اپنے قرآن میں عدم مخالفت کے مدعی ہیں یہ ان کا ویسا ہی دعویٰ ہے جیسا فصاحت کا دعویٰ تھا جو ثابت نہیں ہوا ہے۔

(پہلا اختلاف) ذلک الکتاب لاریب فیہ: اس کتاب میں کچھ شک نہیں ہے پس وجود شک کی نسبت بطور استغراق کے نفی ہے یعنی کسی قسم کا شک کسی کو اس میں نہیں ہے پھر لکھا ہے۔

وان کنتم فی کایب ھمانت لتالخ۔ اگر تم کو قرآن کی نسبت کچھ شک ہے اس آیت سے وجود شک بعض کو اس کی نسبت ثابت ہے پس پہلا استغراق باطل ہوا اور معلوم ہوا کہ پہلی نفی عہد وذہنی کے طور پر تھی اور سادگی سے استغراق کے طور پر بیان ہوئی تھی سید محمد صاحب کچھ اور ہی تقریر کرتےہیں جو اعتراض سے علاقہ نہیں رکھتی۔

(۲۔ اختلاف) لا یکلمھم اللہ یوم القیامتہ خدا کا فروں سے قیامت کے دن بات نہ کرے گا پھر لکھا ہے فوربک نسلھم اجمعین تیری رب کی قسم ہے ضرور ان سے سوال کرینگے انکے اعمال کی بابت۔ پس پہلے کلام کی نفی ہے پھر اثبات ہی قسم کے ساتھ۔ سید محمد صاحب دوجواب دیتے ہیں اول کلام مفید کی نفی ہے اس صورت میں حضرت کا کلام سادہ ہے خلاف تعریف فصاحت کے کہ لفظ کے ظاہری معنی تو کچھ ہیں اور مراد متکلم کی دوسری معنی سے ہے خفی ہیں دوم اگر مطلق کلام کی نفی ہے تو اثبات کلام کی آیت کے یہ معنی ہونگے کہ آپ نہ بولے گا فرشتوں کے وسیلہ سے باتیں کریگا اس صورت میں متکلم کا صیغہ قسم وتاکید کے سات مجاز پرواقع ہوا ہے بھر حال سید محمد صاحب کو بھی اس کے معنوں میں تذبذب ہے اور بظاہر اختلاف ہے اور بباطن بھی اختلاف ہے۔

(۳۔ اختلاف) کتاب احکمت آیاتہ یہ ایک کتاب ہے محکم ہیں اس کی آیتیں یعنی کھلا کھلی اپنے مطلب پر دلالت کرتی ہیں اور کچھ قید اس میں بعض اور کل کی نہیں ہے پر ظاہر یہ ہے کہ سب آیتوں کی نسبت کہا گیا ہے پھر دوسری جگہ کہتا ہے ومنہ آیات محکمات واخر متشا بھات کچھ آیتیں قرآن میں محکم ہیں اور کچھ متشابہ ہیں یعنی کچھ کھلا کھلی اور کچھ گول گول پس یہاں بظاہر مخالفت ہے سید محمد صاحب کا مطلب یہ ہے کہ پہلا جملہ کلیہ نہیں ہے یعنی مہمل عبارت ہے جزیہ کے حکم میں پس یہ حضرت کی عبارت کا سقم ہے پھر کہتے ہیں کہ پہلی آیت میں بقرینہ فصلت احکام تراکیب کی نسبت ہی اور دوسرے میں بقرینہ متشابہات معنی کی نسبت لفظ احکام آیاہے۔ اور یہ تکلف کی تاویل بعید ازقیاس ہے کیونکہ فصلت کا لفظ ہر گز تراکیب کی نسبت نہیں ہے جلالین میں اس کے معنی یہ لکھے ہیں (بینت بالاحکام والقصص والمواعظ) پس وہ لفظ بھی معنی کی نسبت ہے تراکیب کی نسبت ہر گز نہیں ہے۔

(۴۔اختلاف) انی متوفیک ور فعک الی اے عیسیٰ میں تجھے مارونگا اور اپنی طرف اٹھالونگا پھر کہتاہے کہ ماقتلو وما صلبو کن شداھم نہ عیسیٰ کو مارا اور نہ اسے سولی دی مگر ان شبہ پڑگیا۔ پہلی آیت مسیح کی موت اور عروج کے اثبات میں ہے دوسری آیت صلیب کا انکار کرتی ہے اور شبہ کی تہمت لگاتی ہے۔ مگر قرآن میں یہ ذکر کہیں نہیں ہے کہ مسیح کیونکر موا اور آسمان کو گیا تاکہ پہلی آیت کی صداقت ہو اور حدیثیں اس بارہ میں اختلاف رکھتی ہیں اور انجیلیں جو مسیح کی موت اور عروج کا ذکر کرتی ہیں وہ موافق ہے پہلی آیت کے ۔ پر موت کا طور جو انجیلیں دکھلاتی ہیں اس کا انکار ان کی دوسری آیت کرتی ہے اور صلیب وقتل ہر دو کا انکار کرتی ہے اور کوئی دوسرا طور موت کا محمد صاحب نے قرآن میں بتلایا نہیں انکا بتلانا ان پرواجب تھا تاکہ صلیب کا انکار بعد ثبوت اس طور کے کیا جاتا۔ اب وہ اگر بغیر موت کے دنیا سے چلا گیا تو پہلی آیت میں لفظ متوفک غلط ہے اور جو مرکے گیا تو محمد صاحب مرنے کا طور قرآن میں بتلائیں اور جو نہیں بتلاتے تو وہی مشہور طور جس کا انکار بے دلیل کرتے ہیں یعنی عدم صلیب کے ساتھ ان کی پہلی آیت مخالفت رکھے گی (ف) مسیح کی صلیب کی انکار کی دلیل میں جو سید محمد صاحب نے لکھی ہیں توجہ کے لائق نہیں ہیں اس لئے کہ غلط باتیں ہیں اور دشمنی سے لکھی ہیں اور برنباس بزرگ پر تہمت لگائی ہے مسیح ضرور اسی طرح موا جیسے انجیل میں لکھاہے اور کل انبیاء سلف اور اولین وآخرین کی نجات کا مدار ہی صلیب پاک ہے اس کا من کر ابد تک نجات کا منہ نہ دیکھے گا (ف ۲) محمد صاحب کے دین کے بطلان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ صلیب کے منکر ہیں اور ان میں صلیب کی حکمتوں اور اس کی برکات کے دریافت کی طاقت نہ تھی وہ نجات کو اعمال پر منحصر کرتےہیں اس کا مال یہ ہے کہ نجات ناممکن ہے ہر بشر کی کیونکہ کل بنی آدم کے اعمال نکمے ہیں محمد صاحب خدا کی بخشش کی قدر نہیں جانتے اپنے اعمال سے وہ آسائش جو

خدا کوحاصل ہے خریدنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی محمدی ناواقفی سے کہے کہ محمد صاحب کی شفاعت سے بچیں گے تو جاننا چاہیے کہ قرآن میں شفاعت کا دعوے خود محمد صاحب نے نہیں کیا اور محمد صاحب میں کوئی لیاقت ایسی مسلمان نہیں دکھلاتے جس سے شفاعت کا استحقاق ان کا ہو۔

(۵۔ اختلاف) بیدک الخیر تیرے ہاتھ میں ہے بھلائی ۔ دوسری جگہ لکھاہے کہ اس کی طرف سے بدی بھی آتی ہے پس (بیدک الخیر والشر) کہتا تو بہتر تھا کہ آیت دوسری کے ساتھ مخالفت کا وہم بھی نہ ہوتا۔

(٦۔ اختلاف) سار عواالی مغفرۃ من ربکمہ جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف پھر محمد صاحب کہتے ہیں العجلتہ من الشیطان جلدی شیطان سے ہے۔ سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ سرعت اچھی جلدی کو کہتے ہیں اور عجلت بری جلدی ہے جومذموم ہے اس سے منع کیا ہے یہ تاویل بھی اچھی نہیں ہے کیونکہ بنی اسرائیل رکوع ۲ میں ہے عجلنا لہ فیھا مانشاء یہاں عجلت کو خدا نے اپنا عجلت داخل ہے پس جو انسان کی عادت ہے اور خدا بھی اسے کام میں لاتا ہے تو اسے مذموم کہنا کیا مناسب ہے۔

(۷۔ اختلاف) ۷ ا رکوع آل عمران میں ہے ومن یعلل یات بماغل) جس نے چوری کی قیامت کے دن وہ چیز لے کے حاضر ہوگا جلالین میں لکھاہے ملالہ علی عنقہ اپنی گردن پر اسے اٹھاکے لائیگا ۔ انعام کی ا ا رکوع میں ہے لقد جیتموںا فوادی کما خلقنا کم اول مرۃ تم آؤ گے اکیلے جیسے پیدا ہوئے تھے پہلے ۔ جلالین میں ہے خفا لا عراۃ عزلاً یعنی بالکل کوئی چیز پاس نہ ہوگی یہ صریح اختلاف ہے اب ناظرین سید محمد صاحب کا جواب آپ دیکھ لیں۔

(۸ ۔ اختلاف) سورہ نساء میں ہے فانکحوہن باذن اہلھن والوہن اجورہن نکاح کرو لونڈیوں سے بعض ان کے مالکوں کی اورمہر انکو کا ان لونڈیوں کا دو۔ قرآن میں تو یہ حکم لکھا مگر روپیہ مہر کا اپنی مہر کا شریعت میں مالکوں کے حوالہ کرنے کا حکم دیا نہ ان لونڈیوں کے پاس رواج شریعت اور آیت میں اختلاف ہے۔ اور سید محمد کے جواب سے عبارت قرآن کا سقم ظاہر ہے۔

(۹ ۔ اختلاف) سورہ نساء میں ہے ان اللہ لا یغفرون یشرک بہ ویغفرمادون ذلک لمن یشاء۔ خدا شرک کو نہیں بخشتا ہے اور شرک سے کم جو گناہ ہے اس کو اگر چاہے تو بخش سکتا ہے پھر کہا ان الذین کفر واظلمو لمہ یکن اللہ لینغفر لھمہ کفر وظلم کو خدا نہیں بخشتا ہے پہلی آیت میں شرک کے سوا اور گناہوں کی مغفرت کی توقع تھی دوسری میں کہا میں کفر وظلم کو بھی نہیں بخشتا پس پہلی آیت کی تخصیص دوسری سے باطل ہوئی اور سید محمد صاحب کی تقریر کچھ اور ہی ہے جو اعتراض سے علاقہ نہیں رکھتی اعتراض صرف اتنا ہے کہ ایک آیت کی تخصیص کو دوسری آیت برباد کرتی ہے اور یہ جووہ کہتے ہیں کہ شرک کو ظلم فرمایا ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ شرک کو ظلم عظیم نہ صرف ظلم کہا ہے پس عام ظلم اور کفر ضرور شرک سے چھوٹے ہیں۔

(۱۰ ۔ اختلاف) اسی میں ہے (ان کید الشیطان کان ضعیفا)شیطان کا فریب ضعیف ہے۔ پھر یوسف میں لکھاہے (ان کید کن عظیمہ) اے عور تو تمہارا فریب بڑا ہے۔ اس کا جواب سید محمد صاحب نے جو دیا ہے درست ہے کہ شیطان کا فریب خدا کی نسبت ضعیف ہے اور دوسری آیت میں حکم کا قول مذکور ہے خدا کا قول نہیں ہے بلکہ ایک آدمی کے قول کی نقل ہوئی ہے سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ اکثر جگہ قرآن میں کفار کے اقوال منقول ہوئے ہیں وہ ہمارے اعتقادات ومسلمات نہیں ہوسکتے۔ یہ بات نہایت درست اور انصاف کی ہے اور مولوی سید محمد صاحب کو شاباش کہنا چاہیے پر اس خیال کے چند نتیجے چاہیے کہ ناظرین یاد رکھیں اول قریب نصف کے قرآن سید محمد صاحب کے ہاتھ سے اڑگیا جس قدر لوگوں کے اقوال اس میں منقول ہیں وہ باعتقاد ان کے کلام الہیٰ نہیں ہے دوم جواقوال آدمیوں کے اس میں منقول ہیں وہ کلام آدمی کا ہے پس قرآن مولف ہے آدمیوں کے اور خدا کے کلام سے اس میں انسان کا کلام اور خدا کا کلام دونوں ہیں جیسے انجیل شریف وغیرہ میں بھی ہے سوم جواقوال

آدمیوں کے اس میں ہیں ان کی فصاحت لاثانی کے مدعی تو سید محمد صاحب ہر گز نہ ہونگے کیونکہ وہ خدا کے سواء دوسری آدمیوں کی باتیں ہیں جو طاقت بشری سے خارج نہیں ہیں۔ چہارم لکھنو کے شیعہ مجتہد صاحب نے تو ہمیں یہ تحفہ عنایت کیا تھا کہ قرآن کی نظم نظم عثمانی ہے اس لئے اسکے سیاق کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ نغمہ طنبوری میں اس کا ذکر ہے پر آگرہ کے بزرگ عالم شیعہ نے یہ تحفہ عنایت کیا کہ تمام اقوال کفارہ جو قرآن میں منقول ہیں حق تعالیٰ کا قول نہیں ہیں پس یادرکھنا چاہیے کہ شیعوں کے نزدیک کل قرآن کلام اللہ نہیں ہے اور اگر کوئی اس بات کو نہ مانے تو تنزالفرقان مطبوعہ ۱۸۷۷ء کا صفحہ ۳۵۵ دیکھ لے پس ہمارا (۱۰) اختلاف اٹھ گیا کیونکہ ادنے سے اختلاف نے سید محمد صاحب کے ہاتھ سے گویا نصف قرآن چاک کرلیا اور سید محمد صاحب نے یوں کہہ کے اسے پھینکا کہ خدا کا قول نہیں ہے اور ایسے اقوال ہمارے اعتقادات ومسلمات نہیں ہوسکتے یہی ہمارا مطلب تھا جو ان کے منہ سے سنا۔

(۱۱۔ اختلاف) اسی میں ہے کل من عند اللہ یعنی نیکی بدی سب اللہ کی طرف سے ہے آدمی کی طرف سے کچھ نہیں ہے پھر کہا ہے وما اصابک من سیئۃٍ فمن نفسک جو بدی آتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے یعنی تیرے اعمال کی شامت ہے اختلاف یہ ہے کہ کل من عنداللہ کہہ کے اس بات کی نفی کی تھی کہ محمد صاحب کے قدوم کی شامت سے تکلیف نہیں آتی ہے یعنی خدا اپنی مرضی سے بھیجتا ہے کسی آدمی کی برکت اور شامت کو نیکی اور بدی کے لانے میں دخل نہیں ہے دوسری آیت میں اعمال کی شامت کو بدی کے آنے کا سبب بتلایا ہے اور مخالفت حقیقی ہے جلالین میں من عندک کے معنی بشومک یا محمد لکھا ہے مولوی سید محمد کچھ اورہی کہتے ہیں کہ من تعلیل کا ہے اچھا صاحب تعلیل ہی سے تو یہ تحایف پیدا ہوتا ہے پھر مخالفت کیونکر اٹھتی ہے۔

(۱۲۔ اختلاف) مائدہ میں ہے فان جاؤک فاحکم بینہم اواعرض عنہم اگرآئیں تیرے پاس جھگڑا لے کر پس تجھے اختیار ہے خواہ ان کے درمیان حکم کریا ان سے منہ پھیر لے۔ پھر فاحکم بینھم بما انزل اللہ حکم کیا کر ان کے درمیان جیسے خدا نے تجھ پر نازل کیا ہے پہلی آیت میں اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے ان کا فیصلہ کرے یا نہ کرے دوسری میں حکم ہے کہ ضرور فیصلہ کرے اور یہ مخالفت ہے سید محمد صاحب طبری سے نقل کرتے ہیں کہ پہلی آیت منسوخ ہے یعنی وہ پہلا حکم بدل گیا ہے اور دوسری آیت کا حکم جاری ہے پس ہمارا مطلب ثابت ہے کہ ان میں مخالفت ہے اب خواہ جس کو چاہو رکھو جس کو چاہو منسوخ لکھو۔ پھر امام شافعی وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ امر وجوبی نہیں ہے۔ اباحت کے لئے ہے یہ بھی ایک تاویل ہے دفع مخالفت کے لئے پس وجود مخالفت بہر حال ثابت ہے اور یہ کہنا کہ کلوا واشربو کے مانند یہ ہے یہ نادرست بات ہے کیونکہ کلوا واشربو یہ عقلاً باحت اور اختیار پر دال ہیں مگر مقدمات کا انفصال جو حاکم پر واجب ہے اسے اباحت میں داخل کرنا امام شافعی ہی کا کام ہے نہ کسی منصف کا۔

(۱۳۔ اختلاف) مولاہم الحق خدا ان کا یعنی کافروں کا سچا مولا ہے سورہ محمد میں ہے (ان الکافرین الامولا لھمہ) کافر جو ہیں ان کا کوئی مولا نہیں ہے بظاہر اختلاف ہے بدوں تاویل معنی مولا کے رفع نہیں ہوسکتا۔

(۱۴۔ اختلاف) وزین لھمہ الشیطان ما کولو الیملون شیطان نے ان کافروں کو ان کے اعمال اچھے بنا کر انہیں دکھلائے ہیں۔ دوسری جگہ ہے کذلک زمیغا لکل امتہ عملھم۔ ہم نے اچھے دکھلائے ہرامت کو ان کے کام (عملھم من الخیروالشر) یہ جلالین میں لکھا ہے اور کذلک کے معنی یہ لکھنے ہیں (کذلک کماز ینا لھولاء ماہم علیہ) انہیں بت پرستوں کی طرف اشارہ ہے جن سے خدا کو گالی دینے کا خوف ہے پس مولوی سید محمد کا یہ کہنا کہ پہلی آیت میں اعمال سے برے اعمال مراد ہیں اور دوسرے میں بھلے برے سب مراد ہیں نہ صرف بھلے اور یہ حقیقی

مخالفت ہے بلکہ محض بُرے اعمال دونوں جگہ مراد ہیں کیونکہ کذلک برے لوگوں کی بری حالت پر اشارہ کرتا ہے۔

(۱۵ - اختلاف) ۸ سپارہ کے ۱۸ رکوع میں ہے (لا احد فی ما اوحی الی محرماً علی طاعم یطعمہ الا ان تکون میتۃ او دماً مسفوحاً او لحم خنزیر) یعنی میں کوئی چیز کھانے والے کے لئے اس کو کھائے اپنے قرآن میں حرام نہیں پاتا مگر مردہ یا لہو پھینکدینے کا یا سور کا گوشت یا جس پر اللہ کے سوا کسی غیر کا نام پکارا گیا۔ قرآن میں بہت سی چیزیں حرام ہیں مگر محمد صاحب فرماتے ہیں کہ ان چار چیزوں کے سواء اور کچھ یہ قرآن میں حرام نہیں پاتا سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ طاعم اور آکل میں فرق ہے مگر صراح میں کچھ فرق نہیں دکھلایا گیا بلکہ وہاں لکھا ہے اکلہ وطعمہ ایک بات ہے (طاعم جنی اکل ہے اور فاذا طعمتم بمعنی اکلتم آیا ہے پس جب قرآن کے محاورہ ہی میں طاعم اور اکل برا بر ہیں تو معترض کو کیا غرض ہے کہ فرق نکالے ہاں یہ کہنا درست ہے کہ یہاں صرف گوشت کا ذکر ہے پر اس صورت میں بھی لفظ محرماً کا انحصار گوشتوں میں بلاقید کرنا حضرت کی عبارت کی سبکی ہے اسی لئے بیضاوی نے اسکے ساتھ من الذبایح کی قید لگائی ہے تاکہ لفظ بھم کھل جائے۔

(۱٦ - اختلاف) نجم کے ۲ رکوع میں ہے (الا تنزر وازرۃ وزر اخری) کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائیگا - نحل ۳ رکوع میں ہے (ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم) اپنے بوجھوں کے ساتھ ان کے بوجھ بھی اٹھائینگے جنکو بے تحقیق بہکایا تھا۔ یعنی اپنا پورا بوجھ اٹھانے کے بعد اپنے گمراہوں کے بوجھ بھی اٹھانے ہونگے اور یہ اختلاف ہے اگر کوئی کہے کہ اغوا کنندہ اغوا کے جرم کا مرتکب ہوگا اور یہ اس کا اپنا ہی گناہ ہے توجواب یہ ہے کہ اوزارہم کاملہ میں اس جرم کا ذکر ہوچکا ہے پھر ومن اوزار الذین الخ کے کیا معنی ہیں اول میں کاملہ کی قید نے بخوبی کل اجرام کو مع جرم اغوا کے محسوب کرلیا ہے یا کاملہ کی قید ناقص ہے یا حقیقی مخالفت ہے جس کی تاویل ہوہی نہیں سکتی۔

(۱۷ - اختلاف) اعراف میں ہے (فوسوس لھما الشیطان لیبدی لھما ماوری عنھما سواتہما)آدم اور حوا کے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا تاکہ ان کو ننگا کرے - بقر ۴ رکوع میں ہے فازلھما الشیطان عنھا فاخرجھما مما کانا فیہ شیطان نے انہیں گمراہ کرکے اس آرام میں سے جس میں تھے نکالا پس اس کا مطلب نکالنا تھا نہ ننگا کرنا پہلی آیت میں وسوسہ کی غرض لام لیبدی کے سبب ننگا کرنا ہے اور اخراج کا سبب نہ صرف ننگا پن ہے کیونکہ ننگے تو وہ پہلے ہی تھے پر اپنے ننگے پن سے شرماتے نہ تھے ہاں اخراج کا سبب نافرمانی ہے اور اظہار برہنگی وبال ہے نافرمانی کا پس پہلے نافرمانی ہوئی تب اظہار برہنگی ہوئی اس کے بعد غرض شیطان کی جو اخراج ہے حاصل ہوئی پس غرض کی جگہ سبب کی ایک لازم کو قائم کرنا سادگی ہے۔

(۱۸ - اختلاف) انفال میں ہے ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم الخ خدا ان کو عذاب نہ دیگا جب تک کہ تو ان میں ہے اور جب تک کہ وہ غفرانک غفرانک طواف میں بولتے ہیں تب تک بھی انہیں عذاب نہ کریگا۔ عذاب بند رہنے کے دو سبب ہیں اول محمد صاحب کا ان میں رہنا دوم طواف میں غفرانک بولنا۔ کوئی کہتا ہے کہ دوسرا سبب ضعیف مسلمانوں کی نسبت ہے۔ مگر پھر اسی کے نیچے جلدی سے کہا کہ (ومالھم الا یعذبھم اللہ وہم یصدون الخ) اور ان میں کیا ہے کہ خدا انہیں عذاب نہ کرے وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے وہ اس کے اختیار والے نہیں ہیں۔ اس بیان میں صریح مخالفت ہے کیونکہ عذاب بند رہنے کا سبب جو محمد صاحب ہیں ان میں موجود ہے اور پھر کہتے ہیں کہ کوئی سبب عذاب روکنے کا نہیں ہے پس لاچاری سے بعض نے کہا کہ قول اول پر پچھلی آیت پہلے کی ناسخ ہے کیونکہ مخالفت ہے مگر جلالین والے نے (مالھم ان لایعذبھم اللہ) کے ساتھ بعد خروجک کی قید لگائی جو عبارت سے پیدا نہیں ہوسکتی ہے مگر اختلاف دفع کرنے کی حکمت ہے پس آیت میں اختلاف ہے تاویل بعید سے دفع کیا جاتا ہے۔

(۱۹۔اختلاف) یونس میں ہے ثمہ نقول للذین اشر کوا۔ پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے یعنی بولیں گے بقر ۲ رکوع میں ہے لا یکلم اللہ یوم القیامتہ خدا قیامت کے دن ان سے کلام نہ کریگا یہ بھی مخالفت ہے۔

(۲۰۔اختلاف) ہود کے آخر میں ہے کلاً نقص علیک من ابنا) الرسل عبدالقادر ترجمہ کرتا ہے کہ سب بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے حالانکہ سب بیان نہیں ہیں نساء ۲۳ میں ہے ورسلالم نقصصہم علیک بعض رسولوں کا ہم نے تجھے قصہ نہیں سنایا ہے۔ جلالین میں کلاکے معنی اے کل یالنحیاج) لکھے ہیں تاکہ اعتراض دفع ہو پر سید محمد صاحب اصل اس کی کل بنا بتلاتے ہیں یعنی تمام خبریں اس صورت میں من بیانیہ ہے نہ متبعیضیہ اوراس سے تخالف پیدا ہوتا ہے۔

(۲۱۔اختلاف) بنی اسرائیل کے ۳ رکوع میں ہے (فااذا رفا ان نھلک فزیتہً امرنا مترفیھا فصقوفیھا) جب ہم نے ارادہ کیا کہ کسی بستی کو ہلاک کریں تب ہم حکم دیتے ہیں وہاں کے امیروں کو پس وہ بدی کرتے ہیں پس مارے جانے کے لائق ہوجاتے ہیں۔ پھر اعراف کے ۱۳ رکوع میں ہے (ان اللہ لا یامر بالفحشاء الخ) خدا بدی کا حکم نہیں دیتا ہے آیت بالا سے ظاہر ہے کہ بدی کا حکم دیتا ہے اور یہ صریح مخالفت ہے۔ اس مخالفت کے دفع کرنے کو مفسروں نے کئی طرح پر کوشش کی ہے بعض نے کہا کہ امرنا کا مفعول محذوف ہے یعنی امرنا بالطاعتہ حکم دیا ہے ہم نے تابعداری کا اورانہوں نے اطاعت نہ کی تب ہلاکت کے لائق ہوگئے اس صورت پر یہ اعتراض ہے کہ اگر وہ اطاعت کرتے توہلاک نہ ہوتے پس خدا نے جو ارادہ ان کی ہلاکت کا کیا تھا وہ بر نہ آتا۔ دوسرے معنی بیضاوی نے بہ لفظ قیل یہ لکھے ہیں کہ (امرنا ھمہ بالفسق لقولہ ففسقوافیھا) یعنی ففسقوا کے لفظ سے امرنا کا مفعول فسق ہے یعنی بدی کا حکم ہم دیتے ہیں اور اسی معنی پر پوری مخالفت آیتوں میں ہے اور اردنا کے معنی جو بیضاوی نے بتلائے ہیں وہ موافق اسی تفسیروں کے ہیں کیونکہ اردنا کے معنی یہ لکھے ہیں (اذا تعلقت ار ادتنا ہلاک قوم لا نفا ذوقضا ئنا السابق) تقدیر ازلی کے سبب جب ہمارا ارادہ کسی قوم کی ہلاکت کاہوتا ہے تب ہم یہ کرتے ہیں تیسرے معنی بیضاوی نے امرنا بمعنی کثرنا بتلائے یعنی بڑھادیتے ہیں ہم عیاشوں کو اس بستی میں چوتھے معنی یہ بتلائے ہیں کہ امرنا احتمال ہے پیش کے ساتھ امرنا) ہو یعنی انہیں ہم امیر بنادیتے ہیں پس وہ وسعت مال کے سبب بدی کرکے ہلاکت کے لائق ہوجاتے ہیں پس آیت بالا کو آیت دویم سے پوری مخالفت ہے ہاں اگر پہلے معنی فرض کئے جائیں توان آیتوں میں مخالفت نہ ہوگی مگر جب وہ اطاعت کرکے خدا کا ارادہ پورا نہ ہونے دینگے تو دوسرے مضمون کے ساتھ مخالفت ہوگی کہ خدا کا ارادہ غالب ہے دیکھو فصیح آدمی کا کلام اور حقیقی مخالفت۔

(۲۲۔اختلاف) کھف میں ہے الا ابلیس کان من الجن مگر شیطان جنوں میں سے تھا۔ پھر سورہ بقرہ کی ۴ رکوع میں اسی ملائکہ میں سے استثنا کیا ہے اور ملائکہ وجن یہ دوجنسیں قرآن میں جدی دکھلائی گئی ہیں پس اگر ابلیس جنات میں سے ہے تو بقرہ کی استثنا ایسی ہوگی جیسے کوئی کہے کہ سب آدمی میرے پاس آئے مگر گدھا نہیں آیا پر یہ خفیف سی بات ہے تاہم حضرت کو صاف کہنا چاہیے تھا کہ فرشتہ ہے یا جن اور بعض جن جو فرشتوں کی قسم میں مسلمانوں بتلاتے ہیں اس کا فیصلہ بھی قرآن میں کرنا چاہیے تھا تاکہ لوگ اپنے دشمن کی ماہیت سے واقف ہوتے۔

(۲۳۔اختلاف) اسی کے ۱۲ رکوع میں ہے (فلا نقیم لھم یوم القیامتہ ذرنا) جو لوگ دنیا کے طالب ہیں اور قرآن کے قیامت کے منکر ہیں ان کے اعمال برباد ہوگئے ہیں ان کے لئے ہم ترازوقائم نہ کرینگے اگرچہ وزن کے معنی قدر کے بھی ہیں مگر بیضاوی نے یوں بھی لکھا ہے (فلا نضع لھم میزاناً یوزن بہ اعمال لھم النجاظھا اور عبدالقادر بھی وزن کا ترجمہ تول کرتا ہے چونکہ ان کے نیک اعمال حبط ہوگئے ہیں صرف بدی ہے پس تول کیونکر قائم ہوسکتی ہے تاکہ معلوم کریں کہ نیکی زیادہ ہے یا بدی۔ مگر القارعہ میں لکھا ہے (امامن خفت مولازینہ فامہ ہاویہ) جس تولیں ہلکی ہونگی اس کی ماں ہے ہاویتہً یعنی گھڑی میں گریگا۔ بیضاوی کہتا ہے کہ خفت موازینہ

کے معنی یہ ہیں بان لم یکن لہ حسنتہ بعبا بھہ اترحت سیاتہ علیٰ حسناتہ یعنی خواہ اسکے پاس نیکی کچھ بھی نہ ہو یا اس کی بدی نیکی پر غالب ہو۔ پس میزان سب کے لئے ہے سب کے اعمال تولے جائینگے۔

(۲۴۔ اختلاف) سورہ طہ میں آدم کی نسبت فنسی اور عصی دو لفظ لکھے ہیں اور فغوی بھی لکھا ہے فنسی ظاہر کرتا ہے کہ آدم سے بھول کے خطا ہوئی اور عبدالقادر اسی ترجمہ کو قبول کرتا ہے اور جلالین والا ترک عہد کے معنی لیتا ہے مگر بیضاوی کہتا ہے (فنسی العہد ولم ین بہ حتی غفل عنہ اوتر ک ماوصی من احتیٰ ازعن الشجر) یعنی بھول گیا عہد کو اور اس کی پرواہ نہ کی یہاں تک کہ غافل ہو گیا اس سے یا ترک کیا اس وصیت کو جو درخت سے بچنے کے لئے تھی۔ پس معلوم ہوا کہ آدم نے یہ کام بھول کے کیا کیونکہ نسیان کا لفظ صاف موجود ہے۔

پھر اس کی نسبت لفظ عصی لکھا ہے کہ اس نے گناہ کیا تو باعتقاد و اہل اسلام کے نسیان گناہ نہیں ہے جس کے لئے فغوی پس گمراہ ہوا لکھا ہے فضل عن المطلوب خاب یعنی گمراہ ہوا اپنے مطلوب سے اور نافرمان ہوا بیضاوی نے لکھا ہے پس یا تو کہو کہ بھول سے جو خطا ہو وہ بھی گناہ ہے سزا کے لائق۔ یا کہو کہ آدم نے عمداً گناہ کیا اور فنسی کا لفظ قرآن میں درست نہیں ہے پر یہ کہنا کہ فنسی کے معنی ترک عہد کے ہیں یہ تاویل بعید ہے۔

(۲۵۔ اختلاف) انبیاء میں ہے اولئک عنھا مجدون۔ یعنی جن کے لئے ہمارے طرف سے بھلائی ہو چکی ہے وہ دوزخ سے دور رہینگے۔ پھر مریم کے ۵ رکوع میں ہے (ان منکمہ الاواردھا کان علی ربک حتماً مقیضاً) کوئی نہیں تم میں سے جو دوزخ میں داخل نہ ہو خدا پر ضروری فرض ہوا ہے کہ تم سب مسلمانوں کو بھی دوزخ میں لے جائے۔ یہ صریح اختلاف ہے سید محمد صاحب کہتے ہیں لفظ وارد کے معنی دوزخ کے نزدیک جانے کے ہیں نہ اس میں داخل ہونے کے مگر جلالین میں لکھا ہے داردہا اے داخل جھمہ کان علی ربک حتماً مقضیاً حتمہ وقضی بہ لاتیرلہ وارد کے معنی ہیں جہنم میں داخل ہونے والا اور حتماً مقضیاً کے معنی ہیں کہ واجب کیا اور حکم دیا ہے خدا نے اس بات کا ایسا کہ ہر گز اس کو ترک نہ کریگا ضرور سب کو دوزخ میں چلنا ہوگا تفسیر مدارک میں لکھا ہے (الور والد خول عند علی وابن عباس وعیلہ جمھور اہل تسغنتہ) اور ثم ینجی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ پہلے سب مسلمان بھی دوزخ میں داخل ہونگے اور پھر وہاں سے نجات ملے گی۔ اور نجات بھی انہیں ملے گی جن کے حق میں لکھا ہے اتقوا یعنی جو اللہ سے ڈرتے تھے اور شرک نہیں کرتے تھے یا پرہیزگار لوگ تھے باقی گنہگار اسی میں چھوڑدیئے جائینگے شفاعت محمدی کا کچھ ذکر نہیں ہے۔ پس نجات اعمال سے ہوگی اور اعمال تو سب کے بُرے ہیں بلکہ ناظرین کی تمیز بھی کہتی ہوگی کہ ہم کیسے لوگ ہیں اس لئے سب کو اس میں رہنا ہوگا کیونکہ خدا نے قسم کھا کے یہ کہا ہے۔ پس مفسروں نے پہلی آیت کے ساتھ اس آیت کی مخالفت دیکھ کے تاویل یوں کی ہے کہ عھا صبعد زن سے مراد عن عذابہا ہے یعنی دوزخ کے عذاب سے الگ رہینگے اور یہ باطل تکلیف ہے کیونکہ سورہ انبیاء کے آخر میں جو وہ آیت ہے اسے پڑھ کے دیکھو کہ ضمیر ہا کی جہنم کی طرف پھرتی ہے اور پانچ ضمیریں اور اسی فقرہ میں ہے جو جہنم کی طرف ہیں اس کے کیا معنی کہ یہ ایک ضمیر دوزخ کے عذاب کی طرف پھری جس کا ذکر بھی کہیں نہیں ہے۔ بفرض محال اگر عذاب کی طرف پھریں جو ذہن میں ہے نہ قرآن میں تو پھر مسلمانوں کو دوزخ میں لیجانے کا کیا مطلب ہے مگر یہی اختلاف کے سوا یہ قباحت بھی نظر آتی ہے کہ وہاں سے نکلنے کی صورت صرف تقویٰ پر موقوف ہے اگر کوئی متقی ہو وہ امید رکھے کہ وہاں سے نکلیں گے ورنہ پھنس گئے اور یہ کہنا کہ ایماندار مسلمانوں پر دوزخ کی آگ سرد ہو جائے گی اس کا ثبوت قرآن میں کہیں نہیں ہے حدیث کی بات ہے ممکن ہے کہ حدیث غلط ہو اس بات کا ذکر قرآن میں چاہیے تھا اور مفصل چاہیے تھا اور ابراہیم کی آگ کو جو اس پر قیاس کرتے ہیں نادرست بات ہے کیونکہ ابراہیم کو بگمان اہل اسلام کے ایک کافر نے جلانے کو آگ میں ڈالا تھا خدا نے اس پر مہربانی کی تب بچا مگر یہاں خدا آپ آگ میں ڈالتا ہے تاکہ اس کا مزا چکھیں پھر بچانے والا کون ہے۔ پس بھائیو اگر اپنی جان بچانی چاہتے ہو تو سیدنا عیسیٰ مسیح کے پاس آؤ اس نے آپ الہیٰ قہر کی آگ

برداشت تمہارے لئے کی ہے تاکہ تم اس سے بچو محمد صاحب بھی اگر اس وقت کہنے لگیں کہ تمہارے اعمال بُرے تھے اس لئے نکل نہیں سکتے تو کیا کرو گے۔

(۲۶۔ اختلاف) مومنون میں ہے والایتسا لون ایک دوسرے سے سوال نہ کرینگے طور میں ہے یتسالون۔ ایک دوسرے سے سوال کرینگے سید محمد صاحب نے کہا کہ یہ مخالفت نہیں ہے کیونکہ ایک جگہ دوزخ کا ذکر ہے دوسری جگہ بہشت کا یہ سچ کہا مگر یہ اعتراض اسی لئے کیا گیا تھا کہ مسلمانوں سے یہ سنیں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ مولوی رحمت اللہ نے اعجاز عیسوی میں جو اس قسم کے سوال کئے ہیں بیجا ہیں اور یہ انہیں کا الزامی جواب ہے۔

(۲۷۔ اختلاف) سورہ نحل میں ہے سایتکمہ الخ۔ موسیٰ کہتا ہے کہ اب لاتا ہوں تمہارے پاس کچھ خبر یا انگار سلگا کر پرطہ کے اول میں یہی قصہ مذکور ہوا ہے۔ وہاں لکھا ہے لعلی اسکمہ منہا الخ۔ شاید لے آؤں تمہارے پاس آگ سلگا کر ی آگ کے پاس کچھ پتہ راہ کا پاؤں۔ پس پہلی آیت میں بطور یقین کے اور دوسرے میں بطور شک کے بولتا تھا۔ یہ اختلاف ہے اور حقیقی اختلاف ہے مولوی سید محمد صاحب نے لعلی کے معنی میں جو شور مچایا ہے بیفائدہ ہے عبدالقادر نے شاید ترجمہ کیا ہے اور جلالین میں لکھا ہے (وقال لعل لعدم ابخرم بوفاء الوعد) یعنی لعل شک کے لئے اس نے اس واسطے کہا کہ شاید وعدہ وفا نہ کرسکے۔ سید محمد صاحب یہ جانتے ہیں کہ قاموس اور صراح اور کتب نحو اور اشعار سے قرآن کے محاورے کھلتے ہیں صاحب ان باتوں کے بیان کرنے کا ذمہ تفاسیر معتبرہ کا ہے۔ پس پہلے بیان میں مصنف قرآن نے موسیٰ کا لعل دبا رکھا تھا جو شک کے لئے تھا اور بجائے اس کے سین سا تیکم میں سنایا تھا جو پورے وعید وعدہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہ اتقان میں لکھا ہے کہ (وعلیٰ ایسن استعمالها علیٰ الوعد) سین کی بابت کہا ہے کہ اس کا استعمال وعدہ میں ہوتا ہے۔ اسی واسطے بہت درست ترجمہ اس کا عبدالقادر نے یو ں کیا ہے کہ اب لاتا ہوں یعنی بطور یقین کے وہ کہتا تھا پس یہاں اختلاف حقیقی ہے۔

(۲۸۔ اختلاف) طٰہٰ ۱ رکوع میں ہے (واضمم یدک الی جناحک یخرج بیضاءً من غیر سوء اٰیتہ اخری) اور لگا اپنا ہاتھ اپنے بازو سے کہ نکلے چٹا ہو کر بغیر برائی کے یہ دوسری نشانی ہے۔ پھر قصص کے ۴ رکوع میں ہے اسلک یدک فی جیبک یخرج بیضاء من غیر سو اور داخل کر اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں کہ نکلے چٹا بغیر برائی کے۔ پہلے کہا کہ اس نے کہا تھا کہ لگا اپنا ہاتھ اپنے بازو سے۔ اب کہتا ہے کہ اس نے کہا تھا اپنا ہاتھ اپنی جیب میں داخل کر۔ جناح پرند کے بازو کو کہتے ہیں پر اس نے انسان کے بازو کو بولا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جیب کہتے ہیں گریبان کو چنانچہ جلالین میں طوق المقیص اس کے معنی لکھے ہیں پس اس نے طوق القمیص یعنی گریبان میں ہاتھ ڈالنے کو کہا تھا پہلی آیت کہتی ہے کہ نہیں جناح یعنی بغل میں ہاتھ ڈالنے کو کہا تھا۔ چنانچہ جلالین میں جناحک کے معنی (جینک الالیس تحت العصد الی الا بط) لکھے ہیں پس بغل میں ہاتھ ڈالنا اور گریبان میں ہاتھ ڈالنا دو باتیں ہیں پر تکلف سے سید محمد صاحب ایک بات بتاتے ہیں۔

(۲۹۔ اختلاف) سورۃ سجدہ میں ہے (یدبہ الامر من السماء الی الارض ثمہ یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون)۔ اللہ تدبیر سے اتارتا ہے کام آسمان سے زمین تک پھر چڑھ جاتا ہے (وہ کام یا فرشتہ اس کام کو انجام دے کر) خدا کی طرف ایک دن میں جس کی مقدار تمہارے حساب کے موافق ہزار برس ہے۔ اس کے اوپر کی آیت میں یہ ذکر ہے کہ خدا نے چھ دن میں آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے بنایا اس کے بعد قائم ہو گیا عرش پر یعنی تخت پر بیٹھ گیا اور اب وہاں سے بندوبست دنیا کا کرتا ہے اور جو امراد اس کی طرف سے زمین پر آتا ہے یا فرشتہ لاتا ہے وہ پھر واپس چڑھ جاتا ہے ایک دن میں جو ہزار برس کے برابر ہے۔ اب مفسر اس کے سمجھنے میں حیران ہیں کیا یہ کیا بات ہے کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ بیضاوی کے اقوال ہیں (۱) یعنی بذلک اشطالتہ مابین التدبیر والوقوع۔ مراد اس کی اس وقت کی درازی سے ہے جو تدبیر اور وقوع کے درمیان ہے (۲) یدبر الامر با ظہار ہ فی اللوح فینزل بہ الملک

ثمہ یعرج الیہ فی زمان ھو کالف سنتہ تدبیر کرتا ہے کسی امر کی اس کے اظہار سے لوح محفوظ میں
پس فرشتہ اسی سے لے کے دنیا میں آتا ہے پھر وہ فرشتہ چڑھ جاتا ہے خدا کی طرف اتنے زمانہ
میں جو ہزار برس کے برابر ہے ۔(۳) یقضی قضاء الف سنۃ فینزل بہ الملک ثمہ یعرج بعد
الالف لاف آخر۔ حکم دیتا ہے ہزار برس کے لئے پس فرشتہ اسے لے آتا ہے پھر بعد ہزاز برس
کے فرشتہ پھر چڑھ جاتا ہے دوسرے ہزار کے لئے ۔ پہلے دیکھو حضرت کی عبارت کی خوبی کہ
صاف بات ظاہر نہیں ہے خلاف فصاحت کے ہے پر یہ کثرت خیالوں کی اس لئے پیدا ہوئی
ہے کہ کسی طرح آیت آئندہ کے ساتھ مخالفت نہ رہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں خدا
بیٹھتا ہے یا قائم ہے وہاں سے زمین تک آمدورفت کے لئے فرشتہ کی مسافت ایک دن کی ہے
اور ہماری مسافت ہزار برس کی ہے۔

پھر معارج میں ہے لقرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ
فرشتے اور جبرائیل خدا کی طرف چڑھ جاتے ہیں ایک دن میں اور اس ایک دن کی مسافت
پچاس ہزار برس کی ہے دنیا کے حساب سے پس دیکھو پہلے فرشتہ کی مسافت آسمان سے زمین
تک اور زمین سے آسمان تک ہزار برس کی تھی یہاں اس کی مسافت پچاس ہزار برس کی
ہوگئی اس مخالفت کے دفع کرنے کو بہت کوشش علماء محمدیہ نے کی مگر وہ دفع نہیں ہوسکتی
کیونکہ حقیقی مخالفت ہے ۔ مولوی سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ تفسیروں میں دیکھو سو ہم نے
تفسیروں میں دیکھا ہے بیضاوی میں ہے (قیل معناہ تعرج الملائکۃ والروح عرشہ فی یوم کان مقدار
کمقدار خمسین الف سنۃ۔ یعنی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے اور جبرئیل خدا کی
عرش تک ایک دن میں چڑھ جاتے ہیں اور وہ ایک دن مقدار میں آدمیوں کے پچاس ہزار برس
کے برابر ہے ۔ پھر بیضاوی کہتا ہے کہ سورہ سجدہ کی آیت اول کے ساتھ اس بیان کی مخالفت
ہے مگر اس کا جواب یہ دیتا ہے ۔حیث قال تعالیٰ فی یوم کان مقدارہ لف سنۃ یرید بہ زنان
عروجھم من الارض الیٰ محدب السماء الدنیا یعنی جہاں خدا نے یوں کہا ہے کہ اس دن کی مقدار
ہزار برس کی ہے وہاں خدا کا مطلب یہ ہے کہ زمین سے آسمان دنیا تک یعنی اس سامنے والے
آسمان تک ہزار برس کی مسافت ہے اور اس معارج کی آیت میں عرش تک کی مسافت کا ذکر
ہے مگر یہ تاویل بیضاوی کے خلاف قیاس ہے بلکہ غلط ہے کیونکہ آیت اول میں خدا کے بیٹھنے
کی جگہ عرش بتلایا گیا ہے ۔ جہاں سے وہ تدبیریں کرتا ہے پس ضرور وہ مسافت عرش سے
فرش تک کی ہے اور تاویل بیجا ہے اور اس کے کیا معنی ہیں کہ یعرج الیہ چڑھتا ہے اس کی
طرف کیا اس آسمان پر بھی کبھی خدا بیٹھا کرتا ہے عرش کو چھوڑ کے ۔ اور معارج میں یہی یعرج
الیہ لکھا ہے پس جو معنی یہاں ہیں وہی وہاں ہیں یہی سبب ہے کہ یہ تاویل تسلی بخش نہ تھی
اور ایک آیت غلط ٹھہرتی تھی اس لئے بعض نے یوں کہا کہ یوم کا لفظ لفظ واقع کے ساتھ متعلق
سمجھا جائے ۔ پس اس صورت میں آسمان زمین کے مسافت کا دن نہ رہے گا قیامت کا دن مراد
ہوگا تب مخالفت نہ رہے گی اور ترکیب یوں ہوگی (تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم یقع العذاب
بھم کان مقدارہ الف سنۃ) اگر اس طرح کی تاویلیں جائز ہیں تو دنیا میں کہیں بھی مخالفت نہ
رہے گی جس قدر چاہیں لفظ مخذوف مان لیں اور جس لفظ کو جس سے چاہیں متعلق کردیں یہ نفرتی
تاویل ہے صاحب انصاف آدمی کے سامنے مگر وہ جو چاہتا ہے کہ میں کسی طرح محمد صاحب کے
عیب چھپاؤں اس کو قبول کرے گا مگر وہ یہی لاچار ہوگا بیضاوی کے قول سے جواوپر ہے۔ پس
یہ غلط ہے کہ یہاں قیامت کے دن کا ذکر ہے یہاں مسافت آسمانی کا بیان ہے جس میں
حضرت کا ایک بیان صحیح اور ایک غلط ہوگا۔ اور بالفرض اگر قیامت کا ذکر ہے۔ اور قیامت کا
ایک دن پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا تو اب میں پوچھتا ہوں کہ قیامت کے دن رہو گی
اگر ایک دن رہی تو پچاس ہزار برس آفتی رہی اور جو دو دن رہی تو لاکھ برس آفت رہی اور جو
زیادہ دن رہے تو کروڑوں برس قیامت ہی میں گذر جائیں گے اگر کوئی کہے عذاب جہنم کا دن
مراد ہے نہ قیامت کا تو جلالین میں دیکھ لے کہ قیامت کا دن مراد ہے نہ عذاب جہنم کا دن کیونکہ
مسلمانوں پر بھی یہ پچاس ہزار برس کا دن آئیگا مگر ان پر ہلکا ہوگا اس لئے کہ انہوں نے دنیامیں

نماز پڑھی تھی۔ بھائیو دھوکا نہ کھاؤ خدا کا سچا کلام دنیا میں صرف بائبل ہے اور اس پر ایمان لاؤ تو بچوگے۔

(۳۰۔ اختلاف) بقر میں ہے کتب علیکمہ اذا حضراحد کم الموت ان ترک خیران الوصیۃ۔ یعنی موت کے وقت وصیت کرنا فرض ہے۔ مگر آیت توریت اس حکم کے ساتھ مخالفت رکھتی ہے اور اسی طرح حدیث لاوصیۃ للوارث اور اجماع امت بھی اس حکم کے خلاف ہے۔ سید محمد صاحب نے بھی اس اختلاف کو قبول کیا ہے مگر کہتے ہیں کہ پہلی آیت منسوخ ہے یا آیت توریت ہی کے موافق وصیت کرنا چاہیے پس وصیت اسکی مرضی کے موافق نہ رہی جس کے لئے پہلی آیت میں حکم تھا بلفظ کتب فرض کے طور پر اب جواز کے طور پر مصلحت ٹھہری۔

(۳۱۔ اختلاف) اسی میں ہے علی الذین یطیقونہ فدیتہً یعنی جو کوئی روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے وہ ایک غریب کو کھانا کھلادے بعوض اپنے روزے کے پھر کہا ہے فمن حضر منکمہ الشہر فلیصمہ جب رمضان کا مہینا آئے تو سب روزہ رکھو اس آیت میں طاقت اور نا طاقت ہر دو کو برابر حکم ہے۔

سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ پہلی آیت منسوخ ہے یہ بھی ایک تاویل ہے مخالفت رفع کرنے کی۔

(۳۲۔ اختلاف) اسی میں ہے کما کتب علی الذین من قبلکمہ۔ پھر لکھا ہے (احل لکمہ لیلۃ الصیام الرفث) پہلے کہا تھا تم پر روزہ ایسا فرض ہے جیسے اگلوں پر تھا جس میں رفث یعنی رات کو جماع جائز نہ تھا مگر اس طریقہ کے خلاف رفث جائز ہوتا ہے تب لفظ کما کے ساتھ مخالفت ہوئی۔ یہ اختلاف بھی سید محمد صاحب مانتے ہیں۔

(۳۳۔ اختلاف) یسئلونک عن الشہر الحرام الخ۔ یعنی پوچھتے ہیں کہ ماہ حرام میں لڑائی جائز ہے یا نہیں اس کے جواب میں کہا گیا کہ ماہ حرام میں لڑنا بڑا گنا ہے۔ پھر کہا (قاتلو المشرکین کافہ) یعنی شہر حرام میں بھی مشرکین کو قتل کرو۔ سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ اگر وہ مشرکین شہر حرام میں تمہیں ماریں تو تم بھی انہیں مارو اپنے بچاؤ کے لئے یہ تو سچ ہے مگر محمد صاحب نے خود شہر حرام میں بغیر اسکے کہ کفار نے ان پر حملہ کیا ہو بمقام بطن نحلہ اپنے مسلمانوں کو بھیج کے یکم رجب میں خونریزی ظلماً کرائی اور عمر خضری کا خون دھوکا دے کہ کیا گیا اور قریش میں شور مچا کہ محمد صاحب نے ماہ حرام کو حلال کردیا اب کوئی پوچھے کہ شرارت اور فساد کی بنیاد پہلے کدھر سے اٹھی تھی دی قعدہ ذالحجہ محرم رجب یہ چار ماہ حرام تھے۔ رجب کی پہلی تاریخ کو خون ناحق اپنی طرف سے کیا جلالین میں لکھا ہے کہ پہلی رجب نہ تھی آخری جمادی الاآخر کی تھی یہ نادرست ہے۔ چنانچہ عبدالقادر خود لکھتے ہیں کہ مسلمان جانتے تھے کہ یکم رجب ہے اور پھر لکھتے ہیں کہ جن کافروں نے ان مہینوں میں قصور نہیں کیا ان سے لڑنا منع نہیں ہے پس (کما یقاتلو نکمہ) کی قید کی یہ مفسر پرواہ نہیں رکھتا۔ اور بیضاوی کہتا ہے کہ والا کثر علیٰ انہ منسوخ بقولہ فاقتلو المشرکین پس سید محمد صاحب نے ناحق دردسری کی پہلی ہی کہنا چاہیے تھا کہ ایک آیت کا مضمون منسوخ ہے۔

(۳۴۔ اختلاف) بقر کی ۳۰، ۳۱ رکوع میں ہے کہ (اربعۃ اشہر وعشر او متا الی الحول۔ ان دونوں آیتوں میں اختلاف ہے پہلے میں ہے کہ خصم کے مرنے کے بعد عورت چار مہینے دس دن اگر حمل نہ تو دوسرا خصم کرنے سے رکی ہے دوسری میں ہے کہ ایک برس رکی رہے۔ سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ سب مفسرین بالاتفاق کہتے ہیں کہ آیت دوسری منسوخ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ میری غرض یہ نہیں ہے کہ کون کیا ہے صرف یہ کہتا ہوں ان کے مضمون مخالف ہیں سو آپ نے مان لیا ہے آپ خواہ ان کی کوئی تاویل ہو تخالف ان عبارتوں میں ضرور ہے۔

(۳۵۔ اختلاف) بقر کے آخر میں یہ دو آیتیں مخالف ہیں ان تبدوما فی انفسکمہ او تخفوفا یحاسبکمہ بہ اللہ۔ خواہ تم دل کی بات کو ظاہر کرو یا چھپاؤ۔ اللہ اس پر ضرور حساب کرے گا یعنی

دل کے وسوسوں پر بھی اللہ گرفت کریگا- یہ سن کے مسلمان گھبرائے اس وقت دوسری آیت اتری (لایکلف اللہ نفسا الاوسعہا) خدا نہیں تکلیف دیتا کسی آدمی کو مگر جواس کی گنجائش ہے پس پہلی آیت میں ضرور ان خطرات کا ذکر تھا جو بے اختیار آدمی کے دل میں گذرتے ہیں اور ان پر حساب کا وعید کیا تھا پر جب مسلمانوں پر یہ بات شاق گذری توکہا کہ وسعت پر محاسبہ ہوگا نہ پہلی صورت پر- پس دو مضمون مخالف ہیں اگرچہ ایک ناسخ ہے دوسرا منسوخ-

(۳۶- اختلاف) آل عمران ۱۰ رکوع میں ہے (اتقوااللہ حق تقاتہ) ڈرو اللہ سے جیسا حق ہے اس سے ڈرنے کا - پھر لکھاہے فاتقوااللہ مااستطعتم اللہ سے ڈرو اپنی طاقت کے موافق ان دو مضمون میں اختلاف ہے سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ ایک ہی بات ہے لیکن دیکھو جلالین میں لکھا ہے کہ حق تقاتہ بان ایطاع فلا یعصی ویشکر فلا یکفر ویذکر فلاینسی فقالوا یارسول اللہ من یقویٰ علیٰ ھذا فنسخ بقولہ فاتقوالہ ما استطعتم یعنی حق تقاتہ کے معنی یہ ہیں کہ ایسی اطاعت کرنا گناہ مطلق نہ کیا جائے اور ایسا شکر کرنا کہ کفر ان نعمت ذرا نہ ہو اور ایسا یاد کرنا کہ ذرا نہ بھولیں اس پر مسلمانوں نے حضرت سے کہا کہ یا حضرت ایسی طاقت کس میں ہے تب حضرت نے اس کو منسوخ کرکے کہا اپنی طاقت کے موافق ڈرو-سید محمد صاحب تکلف سے حق تقاتہ کے معنی بناتے ہیں مگر اتنا سمجھنا بس ہے کہ ضمیر تقاتہ کی اور ضمیر تم کی تقوی کے دودرجے دکھلاتی ہے ایک اس کی شان کی نسبت ہے دوسری آدمی کی طاقت کی نسبت ہے پس پہلی آیت پر عمل کرنا محال ہے اسی واسطے تو حضرت نے اسے منسوخ کیا-

ایسے قسم کی آیتیں قرآن میں بہت ہیں بلکہ پانچ سو کے قریب ہیں چنانچہ تفسیر فوزالکبیر میں اس کا ذکر ہے مفسرین نے بڑی بڑی تکلف کرکے تاویلیں کی ہیں مگر سب تاویلوں کو قبول کرنا مصنف کے لئے مشکل ہے چنانچہ سید محمد صاحب نے جو تاویلیں کی ہیں وہ سب نادرست نکلیں اور اسی طرح بعض دوسرے مفسروں کی تاویلیں بھی اوپر غلط ثابت کی گئیں ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں ضرور حقیقی مخالفت ہے-

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن خود بقول محمد صاحب خدا کا کلام نہیں ہے چنانچہ سورہ نساء میں لکھا ہے (افلایتد برون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجد وافیہ اختلافاً کثیراً- کیا قرآن میں فکر نہیں کرتے ہو اگر وہ کسی دوسرے کا کلام سوا اللہ کے تو تم اس میں بہت سے اختلاف پاتے- پس اب تو اس میں بہت سے اختلاف پائے گئے ہیں اس لئے یہ کلام اللہ نہیں ہے- چاہیے کہ سید محمد صاحب پھر ان اختلافات کے جواب لکھیں اور جو حوالے اب تفسیروں سے دئے گئے ہیں انہیں کسی طرح باطل کریں پہلے میں نے بخوف طوالت مختصر بات کہی تھی مگر ان کی سمجھ میں نہ آئی پر اب ان کے لئے تشریح کے ساتھ اعتراض سنائے گئے اور ان کی تاویلات کا بطلان دکھلایا گیا-

تنبیہ

سید محمد صاحب نے نسخ کے بیان میں ایک تکملہ لکھاہے اس کی سب باتیں علماء اہل اسلام کے خیالات ہیں مسلمان لوگ اگر چاہیں تو انہیں قبول کریں وہ کوئی معقول باتیں نہیں ہیں کہ ہر کوئی ان کو باجبار عقل مان لیں- ہاں نسخ کے بارہ میں محمد صاحب کا ایک قول بس ہے جو قرآن میں مذکور ہے دیکھو سورہ حج کے رکوع ۷ (وما ارسلنا من قبلک من رسول والانبی الا اذ تمنیٰ نفیٰ الشیطان فی منیۃ فینسخ اللہ یلقی الشیطان ثمہ یحکمہ اللہ - جو رسول اور نبی تجھ سے پہلے بھیجا ہے اس کا یہ حال ہوا ہے کہ جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں کچھ اپنی طرف سے ملادیا ہے پس اللہ منسوخ کردیا کرتا ہے شیطان کی ملائی ہوئی بات اور اپنی آیتوں کو مضبوط کرتا ہے- جلالین میں لکھا ہے کہ سورہ نجم جب محمد سناتے تھے اور جب یہ آیت افرایتمہ اللات والعزیٰ ومنات الثالثہ الاخری) اس وقت شیطان نے حضرت کے منہ میں اپنی طرف سے ایک اور آیت ڈالدی وہ یہ تھی - (تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھا)لترتجی یعنی لات ومنات اور عزیٰ جو بت ہیں یہ بڑے بزرگ ہیں اور ان سے نجات کی امید کی جاتی ہے پس

کافر یہ سن کے خوش ہوگئے۔ تب جبرائیل نے حضرت کوآکے خبردی کہ یہ آیت بتوں کی تعریف کی شیطان نےآپ کے منہ میں ڈالدی تھی پس حضرت غمگین ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلے پیغمبروں کے منہ میں بھی شیطان نے کچھ ڈالاہے جیسے تیرے منہ میں ڈالدیا ہے پس شیطانی بات ہم منسوخ کردیتے ہیں اور اپنی بات کو ہم قائم رکھتے ہیں یہاں سے ثابت ہوا کہ جوآیات منسوخ ہوتی ہیں وہ شیطانی باتیں ہوتی ہیں نہ احکام موقت۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ محمد صاحب بھی غلطی سے پاک نہ تھے جیسے سب آدمی ممکن ہے کہ غلطی کریں۔ پس قرآن بتلاتا ہے کہ ایک قسم کی آیتیں تووہ منسوخ ہیں جوشیطان کی تعلیم سے تھیں۔دوسرے قسم کی اور آیتیں بھی منسوخ ہیں جو بقر ۱۳ رکوع میں مذکور ہیں۔ وما ننسخ من ایتہٍ اوننسہا فات بخیر منہا اومثہا الم تعلمہ ان اللہ علی شی قدیر۔ جب ہم منسوخ کرتے ہیں کوئی آیت یا بھولادیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے مثل اور آیت بھیج دیتے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ خدا سب چیزوں پر قادر ہے (بخیر منہا) بہتر اس سے یعنی سہولیت اور اجر میں بہتر (مثلہا) یعنی اس کے مثل تکلیف اور ثواب میں (علے کل شی قدیر) خدا ہر چیز پر قادر ہے اس میں نسخ اور تبدیل بھی ہے اس پر بھی قادر ہے۔ پہلامقام بحث کا تو یہ ہے کہ دلیل اجراونسخ کی باطل ہے کیونکہ خدا ہر چیز پر قادر ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ محالات عقلیہ کے سوا ہر چیز پر قادر ہے اور نسخ کی نسبت محالات عقلیہ میں سے ہے۔

دوم ۔خدا نہ صرف بعض آیات کو منسوخ کرتاہے مگر بھلاتا بھی ہے اس میں کیسی پیش بندی ہے۔ بھلا کوئی پوچھے کہ بھلانے میں کیا حکمت تھی جب نسخ کا دروازہ کھول لیا توپھر بھلانے سے کیا فائدہ ہے یہاں سے ثابت ہے کہ ضرور محمد صاحب کچھ بھولے بھی ہونگے اوراس کا مثل قرآن میں ہوگا اور (بخیر منہا) سے یہ ثابت ہے کہ جوکچھ منسوخ ہواوہ بہت اچھا نہ تھا اس سے بہتر ناسخ ہے پس قرآن میں یا توشیطانی باتیں یا جوکچھ بہت اچھا نہ تھا منسوخ ہوتا ہے نہ احکام موقت جوعلما کی تجویز میں ہیں۔ اگر کوئی سوال کرے کہ جوکچھ اچھا نہ تھا اسے دیا تھا کیوں وہ کہیں گے کہ اس وقت اچھا تھا اگرچہ یہ بات نہایت کم زور ہے کیونکہ قرآن کی منسوخ آیتوں کی فہرست اگر کوئی سامنے رکھ کے دیکھے تو یہی معلوم ہوگا کہ یا تومناسب وقت کی بات ہے مثلاً لکم و نیکم وغیرہ یا ضرور ان حکموں کا دینے والا ان کے نقصان سے واقف نہ تھا جب اس پر ان کا نقصان ظاہر ہوا اس نے منسوخ کیا اس صورت میں وہ خدا نہیں ہوسکتا اور یہ بھی ایک قوی دلیل ہے قرآن کی عدم کلام اللہ ہونے کی۔

حاصل کلام ان دوآیتوں کے دیکھنے سے اور علماء محمدیہ کی تقریر کے سننے سے ثابت ہے کہ ناسخ اورمنسوخ میں مغائرت ہوتی ہے نہ اتحاد وموافقت پس اس معنی سے خدا کی نسبت نسخ کا اعتقاد ہم گناہ جانتے ہیں خدا کے کلام میں ایسا نسخ عقلا باطل ہے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور بدلتا نہیں صادق ہے۔ اس کا کلام قائم بالذات ہے اور یہ جو اپنے صفحہ (۳۹۲) میں سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ اگر یقین نہ ہو تو پادری صاحب کونسل سے دریافت کرلیں یا اصول قوانین کوملاحظہ فرمالیں اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قرآن مثل دنیاوی قوانین کے ایک کتاب ہے تو بحث تمام ہوئی میں تو اسے خدا کا کلام آپ کے منہ سے سن کے کہتا ہوں اگر مثل قوانین کے ہے جوآدمیوں کے بنائے ہوئے ہیں اور جن میں تبدیل اور نسخ ایک ضروری امر ہے توبہتر ہے اور اس درجہ پر تومیں اسے خوشی سے قبول کرتا ہوں مگر قائم بالذات کلام اسے قبول نہیں کرسکتا۔

اور وہ جو بائبل کی بعض آیتوں میں انہوں نے نسخ دکھلایا ہے یہ محض غلط ہے کیونکہ وہاں تکمیل ہے نہ نسخ اورمآل ومصداق ان دونوں کا ہرگز ایک نہیں ہے تکمیل کے معنی یہ ہیں کہ مکمل اور مکمل میں سایہ اور عین کی نسبت ہے گویا وہ ایک ہی چیز ہے دوصورتوں میں اور چونکہ مکمل عین ہے اور مکمل سایہ ہے پس جب عین آگیا اور سایہ ہے پس جب عین آگیا اورسایہ اٹھ گیا تو یہ خدا کے کلام میں تبدیل نہیں ہے بلکہ ترقی ہے برخلاف ناسخ اور منسوخ کے کہ وہ مستقل دو امر ہیں جن میں بتائیں کہ نسبت ہوتی ہے پس یہ کہنا کہ نسخ وتکمیل کا مآل ومصداق

ایک ہی بڑی غلطی ہے سید محمد نے تکمیل کے معنی اب تک معلوم نہیں کئے ہیں اس لئے اپنی تنسیخ کے ساتھ ملا کے مآل ایک بتلاتے ہیں پر یہ غلط ہے تنسیخ اور چیز ہے جو خدا کے کلام میں ناجائز ہے تکمیل اور چیز ہے جو ناجائز نہیں بلکہ ضروری امر ہے۔ اور یہی معنی ہیں مسیح کے قول کے کہ میں کتابوں کو منسوخ کرنے نہیں مگر پوری کرنے آیا ہوں یعنی تکمیل کرنے آیا ہوں ان کے احکام اور دستورات اور پیشن گوئیاں مجھ میں تکمیل پائینگی میں شریعت کی غایت ہوں اگر سید محمد صاحب اس تکمیل کے بارے میں کسی عیسائی عالم سے زبانی باتیں کرلیتے تو بہتر تھا کیونکہ انکی تقریر سے جو تکملہ میں ہے مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ اس بات کو اب تک نہیں سمجھتے ہیں پر ان کی ہر ہر بات کا جواب لکھ کے میں اپنی کتاب بڑھا نہیں سکتا۔

فصل سوم قرآن کی صریح
باطل باتوں کے بیان میں

اگر قرآن کے وہ سب مضامین جو عقلاً و نقلاً باطل ہیں اور تاویل بعید سے درست کئے جاتے ہیں بیان کئے جائیں تو ایک بڑی کتاب تیار ہوتی ہے کیونکہ اس میں کئی قسم کی غلطیاں ہیں۔

(اول) پیغمبروں اور ، اور لوگوں کے بعض قصے جو محمد صاحب نے بیان کئے ہیں وہ سب قبولیت کے لائق نہیں ہیں ان میں کہیں کہیں غلطیاں بھی ہیں۔

(دوم) یہودیوں اور عیسایئوں کی پراگندہ حدیثوں سے جو قصے یا عقائد وغیرہ بیان کئے ہیں ان کی کچھ صحت نہیں ہے مثلاً اصحاب کہف یا نمرود یا تولد مسیح یا تولد مریم کا ذکر وغیرہ۔

(سوم) اہل عرب وفارس وغیرہ قرب وجوار کے ناقص خیالات بھی اس میں قلمبند ہیں جس کو اس وقت کے تعلیم یافتہ لوگ قبول نہیں کرسکتے مگر یہ سب باتیں لکھنے کو فرصت درکار ہے اس لئے میں اس کے درپے نہیں ہوں مگر بطور جواب الزامی بمقابلہ اعجاز عیسوی مقصد سوم کی فصل سوم کی یہ فصل بھی ناظرین کی سیر کے لئے لکھ دیتا ہوں اور چند نمونے قرآن کے دکھلاتا ہوں غور فرمائیں۔

(پہلا بطلان) بقر ۳ رکوع میں ہے (فلا تجعلو اللہ انداداً وانتمہ تعلمون) خدا کے لئے شریک مت بناؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔ تعلمون کے معنی جلالین میں لکھے ہیں کہ (انہ الخالق) یعنی تمہیں اس بات کا علم ہے کہ اللہ خالق ہے۔ بیضاوی کہتا ہے کہ تعلمون کا مفعول مطروح یعنی متروک ہے یعنی تم صاحب علم اور دانا آدمی رہو۔ مدارک میں ہے کہ تم جانتے ہو کہ اللہ خالق ورازق ہے نہ یہ بت۔ پس لفظ تعلمون سے ظاہر ہے کہ انہیں علم خدا کے جاننے کا ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ نادانی کی حالت میں شرک ہوتا ہے نہ علم کے اس لئے بیضاوی نے ظاہری مفعول چھوڑ کے تکلف کے معنی کئے ہیں کہ تم صاحب علم ہو مگر صاحب معنی یہ ہیں کہ تم اللہ کو جانتے ہو اور پھر شرک کرتے ہو۔

(۲۔ بطلان) بقر کی ۸ رکوع میں ہے (ولقد علمتہ الذین اعتدوا منکمہ فی السبت فقلنا لھم کونوا قردۃ خاسئین) اے یہودیو تم جانتے ہو ان لوگوں کو جنہوں نے سبت کے دن زیادتی کی تھی اور ہم نے کہا تھا کہ بندر رہو جاؤ اور وہ بندر ہوگئے تھے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بنی اسرائیل کے قصے اول سے آخر تک کلام میں مذکور ہیں مگر قصہ کا کہیں ذکر نہیں کہ آدمی بندر بن گئے تھے اس لئے یہ قصہ غلط ہے اور محمد صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ تم اس قصہ سے واقف ہو۔ سید محمد صاحب فرماتے ہیں کہ بعض کتب یہود کی گم ہو گئیں ہیں ان میں یہ قصہ ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ کلام الہیٰ میں سے کبھی کچھ گم نہیں ہوا کتب احادیث و تواریخات البتہ بعض گم ہوئی ہیں اگر یہ قصہ غیر معتبر روایات میں سے تھا تو صاف ظاہر ہے کہ غلط تھا کہ اس کی اصل کچھ بھی کلام میں نہیں ہے اور بالفرض کلام میں سے کچھ بھی گم ہوگیا تو لقد علمتم کی تہمت کیوں لگائی جاتی ہے کہ تم جانتے ہو وہ کہاں جانتے ہیں یا کسی تواریخ سے ثابت کرو کہ حضرت کے عہد کے یہودی اس قصہ سے واقف تھے اور ان کی کتاب سے سند لاؤ ورنہ ضرور غلط ہے آدمی بندر کبھی نہیں ہوئے۔

(۳۔ بطلان) اسی جگہ ہے (واذا خذ نا یثا قلم ورفقا فوقلم الطوار) اور جب لیا ہم نے تم سے اقرار اور جڑسے اکھاڑکے کوہ طور کو ہم نے تمہارے سر پر کھڑا کردیا اور یوں دھمکا کے توریت دی۔ دیکھو توریت کے احکام کسی طرح سے اللہ نے دئے سب کچھ کتب مقدسہ میں مذکور ہے اور خاص کوہ طور کے واقعات خوب لکھے ہوئے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ پہاڑ جڑسے اکھاڑکے سر پر کھڑا کیا گیا تھا نہیں لکھی۔ سید محمد کا یہ کہنا کہ حضرت یوشع کے حکم سے چاند وسورج کا کھڑا رہنا جب ثابت ہے تو کیا کوہ طور کا کھڑا رہنا تعجب ہے۔ جواب امکان قدرت میں

بحث نہیں ہے مگر وقوع حادث میں بحث ہے کہ یہ ہوا تھا یا نہیں اور انکار اس لئے ہے کہ کوہ طور اور شریعت اور جلال کے اظہار کا سب کچھ ذکر ہے اور اتنے بڑے معجزہ کا ذکر نہیں ہے اس کا سبب یہی ہے کہ یہ بات ہر گز وقوع میں نہیں آئی۔

(۵۔ بطلان) آل عمران رکوع ۹ میں ہے (ان الذین کفر وا بعد ایمانھم ثمہ ازدادو کفر الن تقبل توبھتم) جو لوگ بعد ایمان کے کافر ہوئے اور اپنے کفر میں بڑھ گئے ان کی توبہ ہر گز قبول نہ ہو گی۔ یہ بیان بھی خلاف عقل ہے کیونکہ اگرچہ انہوں نے ایمان کو چھوڑ دیا اور کافر ہوگئے اور کفر میں بڑھ بھی گئے تو بھی جب توبہ کریں مغفرت کا دروازہ عقلاً و نقلاً کھلا ہے پر یہاں لکھا ہے کہ ایسوں کی توبہ قبول نہ ہو گی یعنی توبہ کا دروازہ ان پر ابھی بند ہے۔ چونکہ یہ مضمون عقل قبول نہیں کرسکتی ہے اسلئے مفسرین نے اس کے معنی بنانے میں بہت کوشش کی ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ خاص آیت ہے یہودیوں کے حق میں کہ پہلے موسیٰ پر ایمان تھا پھر عیسیٰ پر ایمان نہ لانے کے سبب سے کافر ہوئے اور پھر محمد پر ایمان نہ لا کر کفر میں بڑھ گئے اب اگر وہ توبہ کریں تو قبول نہیں ہوسکتی۔ کوئی کہتا ہے کہ اگر مرنے کے وقت توبہ کریں تو قبول نہ ہو گی بہر حال کسی صورت میں عقل قبول نہیں کرتی کہ اگر صحیح توبہ کریں تو بھی مقبول نہ ہونگے ۔ سید محمد صاحب اس کے معنی بناتے ہیں کہ عدم قبول توبہ کنایہ ہے عدم توبہ سے یعنی توبہ ہی نہ کرینگے لیکن صاف لکھا ہے کہ توبہ کرینگے توبہ بھی قبوہ نہ ہو گی۔ اور وہ جو بعض آیات انجیل شریف کی سید محمد صاحب پیش کرتے ہیں وہ اور قسم کے مضمون ہیں نہ عدم قبولیت توبہ کے ناظرین ان کو کھول کے دیکھ سکتے ہیں۔

(۵۔ بطلان) آل عمران ۹ رکوع میں ہے (ان اول بیتٍ وضع للناس الذی ببکتہ مبار کاوہدیً للعالمین)عبادت کا پہلا گھر جو بنایا گیا وہ ہے جو مکہ شہر میں ہے یعنی کعبہ برکت اور ہدایت سارے جہان کے لئے اگر ہدیً للعالمین کی جگہ ہدی المسلمین ہوتا تو اچھا تھا اور لفظ مبارکا بھی معلوم نہیں کہ برکات روحانیہ سے علاقہ رکھتا ہے یا جسمانیہ سے شاید روحانی برکات مراد ہوں گی نہ جسمانی جیسے بیت المقدس کی نسبت ظاہری برکات کا اقرار سید محمد صاحب نے کیا ہے اور مکہ کو ظاہری برکات سے محروم بتلایا ہے۔مگر یہ بات کہ وہ دنیا میں سب عبادتخانوں سے پہلا عبادتخانہ ہے اس کا ثبوت کہاں ہے اور قدامت کعبہ کس معنی سے ہے۔ البتہ عمالیق جو بت پرست تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ سے لڑائی کی اس کی بنیاد ان سے معلوم ہوتی ہے پر وہ قدامت جو محمدی لوگ حضرت کی بعض احادیث سے بیان کرتے ہیں کہ آدم کے وقت سے ہے اس کا یقین کیونکر کیا جائے جب تک کہ حضرت کی نبوت ثابت نہ ہو جو ایک محال امر ہے اور چونکہ کل انبیاء جو دنیا میں آئے کسی نے یہ بات نہیں بتلائی کہ پہلا عبادتخانہ کعبہ ہے انہوں نے اس کی پرواہ بھی نہیں کی پھر کیونکر مانا جائے کہ وہ خدا سے ہے اور یہ کیونکر ثابت ہو کہ ابراہیم نے اس کی مرمت کی تھی۔

(۶۔ بطلان) آل عمران ۱۹ رکوع (سنکتب ماقا لواقو قتلھمہ الانبتا بغیر حق)ہم لکھ رکھیں گے جو انہوں نے کہا ہے اور نبیوں کا قتل کرنا بھی جو انہوں نے قتل کئے ہیں ہم لکھ رکھیں گے یہودیوں نے کہا تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں جو وہ ہم سے بقول محمد صاحب قرض مانگتا ہے تب حضرت نے کہا کہ اللہ یوں کہتا ہے کہ تمہارا یہ گستاخی کا قول ہم لکھ رکھینگے تو یہ واجبی بات تھی مگر یہ بھی کہا کہ تم نے جو پیغمبروں کو قتل کیا ہے وہ بھی لکھ رکھیں گے۔ حالانکہ ان یہودیوں نے جو حضرت سے باتیں کرتے ہیں کسی پیغمبر کو کبھی قتل نہیں کیا ہے پس یہ ان کے ذمہ غلط الزام ہے اور جو کوئی کہے کہ ان کے اباء اور اسلاف کا قصور ان کے ذمہ لکھا جائیگا تو حضرت نے خود فرمایا ہے اور لا تزروازرۃ ورزی اخری) کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائیگا سید محمد صاحب توریت وغیرہ سے کچھ نکال کے اعتراض کو دفع کیا چاہتے ہیں مگر کچھ نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن پر جو اعترض ہے قرآن کے عقیدہ سے جواب ملنا چاہیے نہ بائبل کے عقیدہ سے قرآن مرمت کیا جائے گا اس لئے پھر وہ کہتے ہیں کہ ضمیر قتلھم سے مجازاً ممکن ہے کہ اصل قاتل مراد ہوں کیا پہلے اصل قاتلوں کے جرم سے بے پروائی ہوئی تھی اور اب اس ٹھٹھ متاخرین

کے سبب متقدمین کا گناہ بھی لکھنا پڑا اور پھر ہم کی ضمیر کا مرجع کہاں ہے عالم خیال میں دیکھو کہ یہ کیسی تاویل ہے۔ اعتراض ثابت ہے جواب کچھ نہیں ہے۔

(۷۔ بطلان) نساء کے ۸ رکوع میں ہے (وفد خلہم ظلا ظلیلا) ہم انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔اوپر کا مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے ہمارے قرآن کی آیتوں کا انکار کیا ہے ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے جب ان کے چمڑے جل جائینگے تب ہم دوسرے چمڑے انہیں بدل دینگے یعنی عرصہ محشر کے انصاف کے بعد کفارہ کا حال تو دوزخ میں یوں گا اور مومنین کا یہ حال ہوگا کہ ہم انہیں باغوں میں بھیج دیں گے جن کے پیچھے نہریں بہتی ہیں وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں ان کے لئے یہ لطف ہوگا کہ عورتیں ملیں گی جو حیض وغیرہ ناپا کی سے پاک ہونگی اورہم ان کو گہری چھاؤں میں داخل کرینگے ظلۃ ظلیلاً کے معنی جلالین وغیرہ میں ہیں وایماً تنسخہ شمس۔ یعنی ہمیشہ کا سایہ جس کو شمس دور نہیں کرسکتا یہ بہشت کے اندر کا بیان ہے جہاں سورج وگرمی نہ ہوگی پھر وہاں ظل ظلیل کی کیا حالت ہے پس ظاہر ہے کہ بہشت کے اوپر بھی سورج رہے گا اور بہشتی سایہ سورج اور مومنین کے درمیان حامل ہوگا بلکہ کہیں کہیں دھوپ بھی ہوگی اس لئے وہاں بھی گہرا سایہ تلاش کرنا ہوگا پر خدا کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ شہر سورج وچاند کا محتاج نہیں ہے۔

(۸ بطلان)مائدہ میں ہے (فان خرب اللہ ہم الغالبون) خدا کے لوگ ہمیشہ غالب ہیں۔ یہ کس طرح کاغلبہ ہے آیا ظاہری دنیاوی غلبہ ہے یا حقیقی اور روحانی غلبہ مراد ہے اگر روحانی غلبہ مراد ہے تو سچ ہے پر محمدیوں کو روحانی غلبہ ہرگز حاصل نہیں ہے اور جو جسمانی غلبہ مراد ہے تو وہ بھی انہیں ایسا کبھی حاصل نہیں ہوا کہ انہیں غالب کہا جائے اور دنیاوی غلبہ علامت خدا کے بندوں کی بھی عقلا نہیں ہے۔

(۹ بطلان) مائدہ ۱۰ رکوع میں ہے (واللہ یعصمک من الناس)یعنی اللہ تجھے بچائے گا آدمیوں سے ۔ جنگ احد میں کفار نے حضرت کا دانت پتھر مار مار کر توڑڈالا اور بہت سے زخم بدن پر آئے البتہ ان کے ہاتھ سے موت نہیں ہوئی پر ہزاروں لاکھوں آدمی ہیں جنہیں خدا بچاتاہے حضرت کی خصوصیت پھر کیاہے۔

(۱۰۔ بطلان) مائدہ ۱۲ رکوع میں ہے (لیعلہ اللہ من یخافہ بالغیب) تاکہ خدا کو معلوم ہوجائے کہ کون اس سے ڈرتا ہے۔ بقر میں ہے لنعلمہ من یتبع الرسول تاکہ ہم جان لیں کہ کون تابعداری کرتا ہے رسول کے پھر لکھا ہے لیمینی اللہ الخبیث من الطیب تاکہ فرق کرے اللہ بُرے اور بھلے میں۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کے قاعدہ کے موافق ان تینوں آیتوں میں خدا کے علم پر داغ لگتاہے۔

(۱۱۔ بطلان) بقرہ میں ہے (اجیب دعوۃ اللہ اعی اذامانی) میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتاہوں جب وہ دعا کرتا ہے ہر دعا تو قبول نہیں ہوسکتی ۔ مگر خاص مرضی حق کے موافق جو دعائیں ہیں مقبول ہوتی ہیں پس عام دعا کی اجابت باطل ہے اور انجیل میں جو ایسے مضمون ہیں وہاں دوسری آیتوں سے وہ مخصوص ہیں پر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہیں ہے جو اس کا خصوص دکھلائے اور حدیثوں میں جو ایسی خصوصیات مرقوم ہیں ان کا کیا اعتبار ہے وہ معنی درست کرنے کے لئے موضوع ہیں یا متممات قرآن ہیں ایسے مدعی فصاحت کو ایسا ہلکا کلام بولنا نہ چاہیے تھا۔

(۱۲۔بطلان) انعام ۱۴ رکوع میں ہے (انزل الیکمہ الکتاب مفصلاً) نازل کی اللہ نے کتاب مفصل۔ یعنی واضح اور مبین جس کے مطالب صاف ظاہر ہیں حالانکہ اس میں متشابہات بھی ہیں اور بہت آیتوں کے معنی طرح بہ طرح سے ہوتے ہیں اور مصنف کا مطلب خاص معلوم نہیں ہوسکتا۔ اور سید محمد صاحب بھی اسے مانتے ہیں کہ اس میں اغلاق بھی ہے۔

(۱۳۔ بطلان) انعام ۱۶ رکوع یا معشر الجن والالنس الم یاتکمہ رسل منکمہ)اے جنو اور آدمیوں کے گروہ کیا میں نے نہیں بھیجا تمہارے پاس رسول ۔ پس کوئی بتلائے کہ اللہ نے آدمیوں کے پاس تو رسول بھیجے ہیں مگر جنوں کے پاس کونسا رسول بھیجا تھا اور جن کہاں رہتے

ہیں اگر شیاطین کو محمد صاحب جن کہتے ہیں تو شیطانوں میں کون رسول گیا تھا جو انہیں کے قسم سے بھی ہو بموجب قید منکم کے۔ بائبل میں گندی روحوں کا ذکر ہے مگر جنوں کے رسولوں کا ذکر کچھ نہیں ہے اور جب وہاں ذکر نہیں ہے تو یہ بات کچھ معتبر نہیں ہے کیونکہ وہ کتاب اصل ہے محمد صاحب بھی اپنے ثبوت رسالت کے لئے اس کے محتاج ہیں بلکہ اس انبیاء سلسلہ کا سب ثبوت اسی کتاب سے ہے اگر وہ نہ ہو تو الہام اور نبوت کے قائل بھی نہیں ہوسکتے ہیں اس لئے محمد صاحب نے اپنی نسبت فرمایا ہے کہ اہل ذکر سے پوچھ لے یعنی اہل کتاب سے ۔

(۱۴ ۔ بطلان) اعراف ۳۔ رکوع میں ہے (کما بداء کم تعودون) جیسے تمہاری ابتدا ہوئی اسی طرح پھر پھر وگے۔ اورہدایت انسان کا ذکر سورۃ الحج رکوع اول میں ہے کہ کس ترکیب سے آدمی پیدا ہوتا ہے اس پر دو اعتراض ہیں اول ابتداء انسان کی جس طرح سے ہوئی اس طرح پر ہرگز قیامت کو نہ اٹھیں گے بلکہ محض حکم الہیٰ سے اٹھیں گے برخلاف اس ترکیب کے جو شروع میں ہوئی تھی حضرت محمد صاحب لفظ کما بداء کہہ کے ہمارا اٹھنا ترکیب سابقہ سے مشابہ بتلاتے ہیں۔

دوم اگر یہ الفاظ سادگی سے بولے گئے ہیں اور مراد ان کی محض اس قدرت سے ہے جو پیدائش کے وقت ظاہر ہوئی تھی تو کفارہ کا جواب پورا نہیں ہے کیونکہ وہ قدرت کو منکر ہیں اور ترکیب اجتماع اسباب سے تولد کے قائل ہیں اوراسے اتفاقی بات جانتے ہیں۔ اسی لئے مسیح نے کہا کہ قدرت سے واقف نہیں ہے اور نوشتہ کو نہیں سمجھتے اس لئے منکر قیامت ہو اور یہ نہایت سچ ہے۔ اور یہ کہنا کہ جیسے مسیح آسمان کو گیا ویسے پھر آئیگا اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسے بادل میں جاتے دیکھا ویسے ہی بادلوں میں آتا ہوا دیکھو گے پس جیسی ہدایت ترکیب انسانی پر دال ہے ویسے ہی یہ نزول حالت صعود پر دال ہے پر اور باتیں جو خارج ہیں وہ تشبہ میں داخل نہیں ہیں۔

(۱۵ ۔ بطلان) انفال رکوع ۴ میں ہے(وما کان اللہ لیعد بھہ وانت فیھمہ)خدا ان کو عذاب نہ کریگا جب تک کہ تو ان میں ہے۔ پس جب محمد صاحب ان میں سے نکلینگے تب عذاب آسکتا ہے لیکن بدر کے مقام پر محمد صاحب ان میں حاضر تھے اورانہیں دکھ پہنچا اور کئی مقاموں پر ایسا ہوا ہے اورمدینہ میں جب تشریف لائے تب قحط پڑگیا یہ بھی خدا کا ایک عذاب ہے۔

(۱۶ ۔ بطلان) توبہ ۵ رکوع میں ہے (قالت الیھود وعزیر بن اللہ) یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے ۔ نصار کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ جب دین عیسائی کی اور دین یہودی کی یہ واقفیت حضرت کو تھی تو پھر اسلام کیوں نہ جاری کریں یہودی کب کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ اور بالفرض اگر کسی نے اسے بزرگ آدمی معلوم کرکے خدا کا بیٹا یعنی خدا کا ایک نیک اور پیارا بندہ کہا بھی ہو تو یہ ان کا قول عیسائیوں کے قول کے موافق کیونکر ہوگیا جو ایمان سے کہتے ہیں کہ مسیح خدا کا حقیقی اوراکلوتا بیٹا ہے اور باپ کے برابر ہے الوہیت میں اور اس مضمون پر انجیل ناطق ہے پر توریت وغیرہ کسی کتاب میں نہیں لکھا کہ یہودی عزیر کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ یہ یہود پر تہمت ہے دیکھو ان کی کتابیں موجود ہیں اور ان کا یہ عقیدہ اس میں نہیں ہے۔

(۱۷ ۔ بطلان) ہود رکوع ۹ میں ہے (خالدین فیھہ مادامت السموات والارض)بہشت میں رہیں جب تک آسمان اور زمین قائم ہے۔ اور اسی طرح کافر جب تک زمین آسمان قائم ہے دوزخ میں رہیں گے ۔ پس زمین آسمان بھی فانی ہے تو دوزخ وبہشت بھی فانی ہوگا۔ اب کئی طرح سے تاویل کرکے معنی سدھارے جاتے ہیں دیکھو سید محمد صاحب نے بھی کئی باتیں سنائی ہیں جو کچھ کام کی نہیں ہیں۔

(۱۸ ۔ بطلان) ابراہیم رکوع ۱ میں ہے (وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبن لھم) جو رسول ہم نے بھیجا ہے وہ اپنی قوم کی بولی بولتا آیا ہے۔ قوم کے معنی امت کے ہیں قوم

موسیٰ وقوم نوح وغیرہ سے مراد ان کی امت ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ اگر محمد صاحب نبی تھے تو اپنی قوم عرب کے نبی ہونگے کیونکہ اپنی امت کی بولی بولتے تھے۔مگر دوسری جگہ لکھا ہے کہ (وما ارسلنا الا لافتہ للناس) ہم نے تجھے سارے جہان کے واسطے بھیجا ہے پس سارا جہان ان کی قوم اور امت ہوا اب چاہیے کہ سارے جہان کی زبانیں بولیں ورنہ وہ ان کے لئے نہیں آئے پر حضرت صرف عربی بولتے تھے ہاں مسیح کے رسول سارے جہان کے لئے تھے کہ وہ بہت سی بولیاں بولتے تھے اور سید محمد صاحب کا یہ کہنا کہ مسیح صرف یہود کے لئے ہےغلط ہے ان کو پھر سوچنا چاہیے۔

(۹۔ بطلان) نحل ۱۲ رکوع میں ہے (ونذلنا علیک الکتاب بتیاً لکل شئیٍ وہدی رحمتہ بشر للمسلمین) ہم نے تجھ پر قرآن نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے اورہدایت ہے اوررحمت ہے اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے ۔چار چیزوں کا قرآن میں ذکر ہے پہلے ہر چیز کا بیان اس میں ہے (جلالین میں ہے بکل شی یحتاج الناس الیہ من ار اشریعتا یعنی تمام امور شریعت جن کا آدمی محتاج ہے اس میں موجود ہیں یہ غلط بات ہے کیونکہ اگر سب شرعی امور اس میں مذکور ہوتے ہیں تو اولہِ ثلاثہ کی حاجت نہ رہتی یعنی حدیث اوراجماع اور قیاس کی ضرورت نہ پڑتی اوراب صرف قرآن سے تمام امور شریعت مسلمان نہیں نکال سکتے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اصول اس میں ہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ وہ بتیاں کا مدعی ہے یعنی خوب بیان ہر چیز کا اس میں ہے نہ اشارۃً یا کنایتہً کچھ اس میں ہے (دوم قرآن ہدایت ہے یعنی گمراہی سے بچاتا ہے اورراہ بتلاتا ہے یہ بات سچ ہے کہ کچھ راہ بتلاتا ہے پر دلائل قاطعہ سے اپنی ہدایت کو ثابت نہیں کرسکتا جس سے اطمینان حاصل ہو۔ تیسری رحمت ہے مگر اس کے احکام اکثر ظلم کی ہیں چوتھی بشارت ہے یہ ہم نہیں سمجھتے کہ بشارت کس بات کی ہے اس میں تو اعمال پر نجات کا انحصار ہے پھر بشارت کہاں ہے۔ یہ توعدم نجات کا فتویٰ غم کی خبر ہے کیونکہ اعمال حسنہ جیسے چاہیں شروع دنیا سے آج تک کسی سے ظہور میں نہیں آئے جو آدم کی نسل سے پیدا

ہوا مگر صرف سید نا مسیح اکیلا ہے جس کے اعمال پاک ہیں بشارت یہ ہے کہ مسیح نے تیرے لئے سب کچھ تیار کیا ہے آ اور لے لے تیرے سارے گناہ اس کے نام سے معاف ہوئے تیری ساری ناپا کی دور ہوئی مفت آسمان تجھے ملتا ہے مسیح کے نام سے آ اور خوشی کا سجدہ کر۔

(۲۰۔ بطلان) کھف ۱۱ رکوع میں ہے (حتی اذا بلغ مغرب المشس وجد ہا تغاب فی یلو حمیتکم) پھر اس کے نیچے ہے (حتی اذا بلغ مطلع المشس) سکندر بادشاہ مشرق سے مغرب تک پھر گیا۔ جب مغرب یعنی سورج کے ڈوبنے کی جگہ پر پہنچا تو اس نے سورج کو کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہوا دیکھا اسے گارے میں دہستا ہوا نظر آیا ۔ محمد صاحب جانتے ہیں کہ سورج کسی دور ملک میں جا کے کسی ندی کے کنارے گارے میں دہس جاتا ہے اور پھر دوسری طرف سے صبح کو نکل آتا ہے۔ اور وہ جو سید محمد صاحب دو آیتیں یعنی یشوع ۱ باب ۴، ۱۵ آیت) کو اسکے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں ناظرین آپ بائبل میں دیکھ سکتے ہیں کہ جوانب کا ذکر ہے نہ سورج کا گارے میں دھنسا ہے اور (زبور ۵۰۔ ۱) میں مشرق مغرب کا صاف ذکر ہے یہ ذکر کہیں نہیں ہے کہ چشمہ ہے وہاں کیچڑ ہے اس میں سورج دہس جاتا ہے۔

(۲۱۔ بطلان طٰہٰ رکوع ۷ میں ہے (ومن اعرض عن ذکری فان معیشتہً ضنکاو نحشر کا یوم القیامہ اعی) جس نے میرے قرآن سے منہ پھیرا اس کی معیشت تنگ ہو گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائینگے۔ لاکھوں آدمی ہیں جنہوں نے قرآن سے منہ پھیرا ہے اور عرب ہی میں محمد صاحب کے سامنے موجود تھے ان کی معیشت تنگ نہ تھی۔ اور مجاہد وقتادہ جو نہایت معتبر مفسر قرآن کے ہیں انہوں نے بقول سید محمد صاحب کے یہی مطلب اس کا سمجھا ہے کہ جس نے قرآن کو نہ مانا اس کی معیشت اسی دنیا میں تنگ ہو گی۔ پس بحث تمام ہوئی کیونکہ دوسرے مفسر ان سے زیادہ محمد صاحب کا مطلب بتلانے والے نہیں ہیں یہ مقتدمین میں سے ہیں دوسروں نے اور کچھ تاویلیں کیں ہیں تاکہ اعتراض نہ وارد ہو پر ان لوگوں نے صاف

حضرت کا مطلب بتلایا ہے اور لوگوں کے مسلمانوں ہونے کی وجہ بھی یہاں سے کچھ معلوم ہوسکتی ہے۔

(۲۲۔ بطلان) انبیاء میں ہے (اقلترب للناس حسابهم) قریب آگیا آدمیوں کے حساب کا دن یعنی قیامت بہت نزدیک آگئی ہے۔مگر تیرہ سو برس گذر گئے اب تک نہیں آئی پس اگر کلام الہیٰ پر مولوی رحمت اللہ کاوہ اعتراض ہے جو باب ۶ فصل سوم ۔ کے ۱۶ شاہد میں مذکور ہے تو یہ اعتراض قرآن پر بھی ہے جواس کا جواب ہے سووہی اس کا ہے۔

(۲۳۔ بطلان) انبیاء ۲ رکوع میں ہے (اولم رالذین کفروان السموات والارض کانتا رتقاً ففتقهما) کیا نہیں دیکھا کافروں نے کہ سب آسمان اور سب زمینوں کے منہ بند تھے پس کھولا ہم نے انہیں ۔ یہ بھی غلطی ہے کیونکہ کسی کافر نے نہ کسی مومن نے کبھی یہ معاملہ کرتے ہوئے خدا کو نہیں دیکھا کیونکہ زمین آسمان کی پیدائش آدمی کی پیدائش سے پہلے ہوئی۔ اگر کوئی کہے کہ رائے یری افعال قلوب میں سے بھی ہیں اور معنی یہ ہوتے ہیں کہ نہیں جانا عقل سے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ یہ محمدی عقیدہ کہ آسمان سات ہیں اور زمینیں بھی سات ہیں اور ان کے منہ بند تھے اور خدا نے کھولے ہیں کبھی عقل سے کوئی آدمی ثابت نہیں کرسکتا بلکہ عقل سے تو یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک کرہ زمین کا ہے اور آسمان نام ہے خلوکا اوران کے قدم وحدوث میں بھی اختلاف ہے اوراس میں بھی اختلاف ہے کہ کوئی واجب الوجود قائم بالذات آسمان وزمین میں متصرف ہے یا صرف قویٰ بذات خود موثر ہیں۔ اس کے سوا یہ مضمون کہ آسمان زمین رتق تھی میں نے فتق کیا ہے کافر بیچارے تو عقل سے کیا معلوم کرینگے مومنین قرآن بھی اس کا درست مطلب بتلانہیں سکتے حالانکہ انہوں نے محمد صاحب سے سن بھی لیا کہ رتق سے فتق ہوا ہے دیکھو چار مطلب اس کے بیضاوی نےلکھے ہیں کہ رتق سے فتق کے یا یہ معنی ہیں یا یہ (۱) یہ کہ آسمان اور زمینوں کے درمیان خدا نے تنویع وتمیز کی ہے(۲) یہ کہ آسمانوں کو افلاک تحریکات مختلفہ سے اور زمینوں کو باختلاف کیفیت طبقات یا اقالیم بنادیا ہے(۳) یہ کہ آسمان اور زمینوں کے درمیان فرجہ وشگاگ کچھ نہ تھا خدانے ان میں شگاف کردیا۔(۴) یہ کہ آسمان سے پانی نہ برستا تھا اور زمین سے روئید گی نہ اگتی تھی پس خدا نے بارش درو ئید گی کا انتظام کردیا۔ پس ٹھیک معلوم نہ ہوا کہ رتق سے فتق کیا بات ہے اور یہ چار باتیں جو سنائیں ان کی بابت عقل سے کیونکر معلوم ہوسکتا ہے کہ پہلے یوں تھا اور پھر یوں ہوگیا ہے وہ کہیں گے کہ جیسے اب ہے ویسے ہی ابتدا سے ہے یا اس انتظام کی ابتداہی نہیں ہے قدیمی بات ہے۔

پھر بیضاوی کہتا ہے کہ یہ بات اگرچہ کافروں نے معلوم نہیں کہ مگر ان کی قدرت میں تھا کہ علم میں فکر کرکے معلوم کرتے یا عالموں سے پوچھتے یا کتابوں کا مطالعہ کرتے ۔ پروہ کہہ سکتے ہیں کہ بعد فکر کے ہمیں یہ سب کچھ قدیم معلوم ہوا ہے اگر تم اس کے حدوث اور تصرف خدا کے مدعی ہو تو خرق عادت دکھلاکے ہمیں قائل کروجیسے مسیح نے قائل کیا ہے۔ نہ علماء کے خیالات مختلف فیہا کی سند سے جو تسلی بخش نہیں ہیں تمہارے دعویٰ کے بموجب پس لفظ یرخواہ فعل جوارح ہوخواہ افعال قلوب میں سے ہو صریح تہمت ہے۔

(۲۴۔ بطلان) اس کے نیچے ہے (وجعلنا من الماء کل شی حی) اور ہر چیز کو ہم نے پانی سے زندہ کیا۔ چونکہ کل آسمانوں اور کل زمینوں کا ذکر ہے اس لئے لفظ کل تمام مخلوقات کو شامل ہے قرینہ سے مگر بقرینہ راتق فتق بیضاوی وغیرہ کلِ شےٍ کو حیوانات میں مخصوص کرتے ہیں مگر خود بھی رتق فتق کا مطلب تنویع وتمیز سماوات وارض بتلاتے ہیں پس ضرور وہ لفظ عام ہے نہ خاص اور اس صورت میں بقول قرآن جنات وملائکہ جو زندہ چیز ہیں نور اور آگ سے ہیں پس سب چیزیں پانی سے نہ ہوئیں۔

سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ عماد الدین نے تحریف کرکے معنی آیت کے بگاڑدیئے ہیں کہ لفظ حی کو خبر بنادیا ہے اور وہ صفت ہے شئے کی معلوم کرنا چاہیے کہ بیضاوی نے اس کے تین معنی بتلائے ہیں۔

(اول) وخلقنا من الماء کل حیوان۔ یعنی ہر حیوان کو ہم نے پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر یہ معنی رتق فتق کے چوتھے مطلب سے نکلتے ہیں جس اس نے قتل کرکے ضعیف کیا ہے۔

(دوم) اوصیر نا کل شئی حی بسبب من الماع لایحی دونہ کیا ہم ہرایک چیز کو زندہ بوسیلہ پانی کے بغیر اس کے وہ جی نہیں سکتے دیکھو یہاں خبر ہے یہی ترجمہ میں نے کیا ہے پھر میں نے کیا تحریف کردی جس کی تہمت سید محمد صاحب مجھے لگاتے ہیں ۔(۳) وقری حیاً علی ازصفتہ کل اومفعول ثانٍ ۔ اور پڑھا گیا ہے حیاً اس طور پر کہ حی کل صفت ہے یا مفعول ثانی ہے۔ دیکھو پہلے معنی جو خلاف قرینہ ہیں انہیں لے کے سید محمد صاحب ہمیں الزام دیتے ہیں مگر دو معنی اور جو لکھے ہیں انہیں میری تحریف بتلاتے ہیں نہ بیضاوی کی۔ پس اعتراض صحیح ہے۔

(۲۵۔ بطلان) اسی میں ہے (فلایستعجلون) پس عجلت نہ کرو یعنی جلدی کرکے مجھے عجلت کی درخواست عذاب میں نہ کرو۔ پھر اسی کے اوپر عجلت کو انسان کی طبعیت میں مرکوز بتلایا ہے کہ (خلق الانسان میں عجل۔ انسان کی خلقت میں عجلت رکھی گئی ہے پس جو چیز اس کی خلقت میں ہے اس سے وہ کیونکر باز آئے یہ تکلیف مالایطاق ہے۔

(ف) شاید کوئی کہے کہ انسان کی خلقت میں گناہ داخل ہے پھر اسے گناہ سے الگ رہنے کو کلام الہیٰ کیوں حکم دیتا ہے جواب یہ ہے کہ خدا نے آدم کی خلقت میں ہر گز گناہ نہیں رکھا تھا بلکہ وہ خدا کی صورت میں پیدا ہوا تھا اس میں گناہ عارضی آگیا اور حالت ثانی کی جبلت میں آگیا پھر بھی ممکن نہیں کہ انسان اپنی طاقت سے گناہ سے بچے سیدنا مسیح گناہ سے بچانے کو آیا اپنی روح دے کہ اور حالت سابقہ سے مار کے نئی حالت میں پیدا کرکے پس کلام الہیٰ پہلے ایمان کا حکم دیتا ہے تاکہ نئی زندگی پائیں پھر نئی زندگی کا ثبوت گناہ سے جدائی اور نیکی میں سرگرمی سے ہوتا ہے پس پہلے نجات اور پیچھے اعمال ہیں نہ پہلے اعمال اور پیچھے نجات) پس ہمارے نیک اعمال مسیح کی طاقت سے ہیں نہ ہماری طاقت سے مسیح ہمیں بچاتا ہے گناہ سے روح دے کہ اور گناہ کے وبال سے کفارہ دے اور گناہ کی قربت سے آسمان پر لیجاکے محمد صاحب امور مالایطاق آدمی کی سہ پر رکھتے ہیں اور اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اٹھانے کی طاقت نہیں دے سکتے۔

(۲۶۔ بطلان) وما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین ہم نے محمد کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کے بھیجا ہے اگر وہ رحمت ہوں تو اپنے مومنین کے لئے ہونگے نہ سارے جہان کے لئے چنانچہ جلالین میں لکھا ہے (المومنین بک) یعنی جو تجھ پر ایمان ہیں تو ان کے لئے رحمت ہے۔ بیضاوی کہتا ہے (لان ما بعثت بہ سبب لاسادہم) اس لئے کہ جو چیز تو لایا ہے یعنی قرآن سبب ہے سارے جہان کی بھلائی کا دو جہان میں۔ پھر کہتا ہے کہ کافروں کے حق میں بھی رحمت ہے اس لئے کہ انہیں بھی امن ملی ہے کہ خسف ومسخ وعذاب استیصال سے بچےپن۔ اس پر میں صرف اتنا کہتا ہوں کہ تواریخ محمدی اور قرآن کے دیکھنے سے ثابت ہے کہ وہ نہ رحمت الہیٰ تھی مگر ایک غضب تھا جو دنیا پر آیا تھا اور یہ جو سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ جان ویونبورٹ ان کی تعریف کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ دیونبورٹ کا قول بے اصل ہے جبکہ کتب سیر اور قرآن اس کے خلاف ہیں تو اس شخص کی بات کس کام کی ہے اور یہ کہنا کہ (یسعیاہ ۴۔ ۵ ومکاشفات ۲۔ ۷) میں محمد صاحب کی تعریف ہے محض غلط ہے یہ آیتیں اس کے حق میں ہر گز نہیں ہیں بلکہ مکاشفات ۹ باب اس کے حق میں ہے۔

(۲۷۔ بطلان) اخراب رکوع ۲ میں ہے وبلغت القلوب الحناجر۔ پہنچ گئے دل گلوں تک۔ دل ایک مصنفہ گوشت ہے جو بائیں پسلی کے نیچے ہے اور گلی گردن میں ہیں اگر دل پسلی کے نیچے سے گلوں تک آتے تو وہ لوگ ضرور مرجاتے اور قطننون یا اللہ انظنسوتا) یعنی طرح طرح کے خیال اللہ کی طرف کیونکر کرتے۔ سید محمد صاحب فرماتے ہیں کہ پادری صاحب کنایات عرب سے کس قدر جاہل ہیں جواب یہ ہے کہ ضرور خوف وہراس کا بیان ہے مگر سب مفسر کہتے ہیں کہ ضرور دل گلے تک پہنچ گئے تھے بیضاوی اور جلالین اور تفسیر حسینی اور مدارک میں لکھا

ہے بلکہ مدارک میں ایک حدیث بھی لکھی ہے کہ لوگوں نے حضرت سے اس کے معنی پوچھے
تھے حضرت نے فرمایا ہاں دل گلے تک پہنچ گئے تھے نہیں کہا کہ یہ ایک کنایہ ہے اور بیضاوی
کہتا ہے کہ خوف کی شدت سے پھیپھڑا پھول جایا کرتا ہے اور جب وہ پھول کے اوپر کو اٹھتا ہے
تو اسکے پھولنے سے دل آدمی کا گلے کے سرے تک جو منتہی حلقوم کا ہے جہاں سے کھانا پانی
داخل ہوتا ہے آجاتا ہے پس ہر گز یہ کنایہ نہیں ہے سید محمد صاحب غلط کہتے ہیں اب یا تو سید
محمد صاحب کسی ڈاکٹر صاحب سے اسکی تصدیق کردایں یا کہیں کہ غلط بات لکھی ہے اور
حضرت کی حدیث بھی غلط ہے جو مدارک میں لکھی ہے۔

(۲۸۔ بطلان) اسی کے ۳ رکوع میں ہے (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) ضرور
محمد صاحب میں تمہارے لئے خصلت نیک ہے۔ یعنی محمد ایک نیک نمونہ ہیں تم میں سے
ان لوگوں کے لئے جو پچھلے دن کی امید رکھتے ہیں اور خدا کو بہت یاد کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ محمد صاحب ہر گز اچھا نمونہ نہیں ہیں اگر ان کے نمونہ پر چلیں تو
ضرور خراب ہوجائیں کیونکہ ان کا چلن اور تعلیم خوب نہیں ہے تواریخ محمدی اس بات کی گواہ
ہے۔

سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ وہ اچھا نمونہ سب باتوں میں نہیں مگر جہاد میں ہیں یہ بات
سچ ہے کہ خونریزی کے کام میں اچھا نمونہ ہیں مگر یہ کہنا کہ اس کے لئے اچھا نمونہ ہیں جو قیامت
کی اور خدا کی امید رکھتا ہے اور خدا کو بہت یاد کرتا ہے اس سے ظاہر ہے کہ بھلے اور دیندار آدمی
کے لئے اچھا نمونہ مراد ہیں اور یہ غلط ہے اور بیضاوی بھی کہتا ہے (اوھو فی نفسہ قلاوۃ یحسن التاسی
بہ) یعنی یا محمد اپنے نفس میں برگزیدہ ہے جس کے اقتدار کرنا بہتر ہے۔ اور یہ جو سید محمد
صاحب نے چند امور مثل چوری جھوٹ زنا وغیرہ کی مثال دے کہ کہا ہے کہ کیا یہ باتیں بُری
ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب باتیں انبیاء سلف کی کتابوں کی ہیں بہتر ہے کہ انہیں کی
اقتدار کی جائے اور ان پر کسی کا اعتراض نہیں ہے اعتراض خاص چلن اور خاص تعلیمات
محمدیہ پر ہے جو عورتوں کے بارہ میں اور ظلم کے بارہ میں او مزاج کے بارہ میں ہے بھلا کون
عقلمند خدا ترس ہے کہ اس کی اقتدار کرے گا جس کے حق میں لکھا ہے اشداء علے الکفار۔
اور اس کی اقتدار نہ کرے گا جس کے حق میں لکھا ہے آشنائے رنج دکھ کا مرد بڑا برداشت کرنے
والا نہایت صابر مظلوم گالی کھاکے گالی نہ دینے والا سب پر مہربان خدائے قادر سلامتی کا شہزادہ
اور پھر جو دیونبورٹ اور گاڈفری کا قول سنایا ہے اس کو کون مانتا ہے جبکہ قرآن اور بائبل
موجود ہے اور خدا نے سمجھنے کی عقل بھی بخشی ہے تو کیا حاجت ہے کہ ان اجنبی آدمیوں کی
بات صریح غلط ہے مانیں۔

(۲۹۔ بطلان) مریم کی ۲ رکوع میں ہے یا اخت ھارون۔ اے ہارون کی بہن
حضرت عیسیٰ کی والدہ کو کہتا ہے اور تحریم کے آخر میں ہے مریم بنت عمران۔ مریم حضرت
عیسیٰ کی ماں عمران کی بیٹی تھی واضح ہو کہ وہ مریم جو عمران کی بیٹی اور ہارون کی بہن تھی اس
مریم سے جو مسیح کی ماں ہے (۱۴۹۱) برس آگے تھی حضرت نے اس کا ذکر توریت میں ان
غلاموں سے سنا ہے اور یہ سمجھ لیا کہ وہ یہی مریم ہے جو مسیح کی ماں ہے دیکھو یہاں سے صاف
ثابت ہے کہ خدا عالم الغیب قرآن کا لکھوانے والا نہیں ہے۔ اور آدمی کیسا ہی چیتر ہو پر بناوٹی
بات کھل جاتی ہے۔ سید محمد صاحب کی تقریر اس پر یہ ہے کہ احادیث میں ہے کہ جب
نصاریٰ مخبران کے بلانے کو ایک شخص مسلمان حضرت کی طرف سے گیا تو انہوں نے اس
سے یہی اعتراض کیا تھا وہ جواب نہ دے سکا تب اس آدمی نے آکے حضرت سے کہا نجران کے
عیسائی یہ اعتراض کرتے تھے کہ محمد صاحب نے غلطی سے مریم موسیٰ کی بہن کو حضرت مسیح
کی ماں سمجھا ہے مجھے اس کا جواب نہ آیا حضرت نے فرمایا کہ تونے یہ جواب کیوں نہ دیا کہ اس
وقت میں اچھے آدمی کو انبیاء کے ساتھ منسوب کیا کرتے تھے۔ یعنی اسی طرح محمد صاحب نے
بھی اس بی بی کو ان دو بزرگوں عمران وہارون کی طرف سے منسوب کردیا ہے دیکھو یہ کیسی بے
تکی بات ہے۔ حضرت دل میں شرمندہ ہوئے ہوں گے مگر کیا کریں قرآن میں ایسی غلطی کرچکے

منسوخ بھی نہیں کرسکتے کیونکہ حکم نہیں مگر واقعہ ہے پس یہ بات بنائی کہ اس زمانہ کا محاورہ تھا۔ اگرمریم مسیح کی والدہ کے عہد کا یہ محاورہ تھا کہ نیک لوگوں کو انبیاء کی طرف منسوب کرکے پکارا کرتے تھے تو ایک دو اور بھی اس کی نظیر ہونگی سو بتلانی چاہیئں مگر کوئی بھی نظیر جہاں میں نہیں ہے کیا صرف مریم ہی کی نسبت محاورہ تھا اور عمران کی بیٹی اور ہارون کی بہن بتلانے کا محاورہ تھی مگر عمران کی بہن اور ہارون کی بیٹی وغیرہ کہنے کا محاورہ نہ تھا علی ہذا القیاس پس حضرت کا جواب بھی ویسا ہی ہے جیسے ہٹ دھرم غلطی کرنے والے اپنی غلطی کا جواب دیا کرتے ہیں اس جواب سے خوب ثابت ہوا کہ حضرت سے سچ مچ بڑی غلطی ہوئی اور سید محمد صاحب کا یہ کہنا کہ بنی اسرائیل کو اسرائیل کہتے ہیں یہ بات اس قسم کی نہیں ہے اس ساری قوم کا نام بنی اسرائیل ہے کبھی لفظ بنی تخفیف میں آتا ہے تب اسرائیل کہے جاتے ہیں وہ ایک ہی بات ہے پس اخت ہارون و بنت عمران کو کیا خوب بنی اسرائیل و اسرائیل پر قیاس کیا ہے کیا عمدہ قیاس ہے۔ اور اس کا کیا جواب ہوگا جو آل عمران کے ۴ رکوع میں لکھا ہے کہ عمران کی بی بی نے نذر مانی تھی کہ جو کچھ میرے شکم میں ہے خدا کی نذر کروں گی اور اس کے شکم سے مریم تولد ہوئی جو مسیح کی والدہ ہوئی ہے پھر تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ عمران بن یصھر کے ایک بیٹی تھی جس کا نام مریم تھا اور وہ ہارون کی بڑی بہن تھی اور لفظ عمران کے نیچے حاشیہ لکھا ہے کہ یہ وہ عمران ہے جو موسیٰ کا باپ تھا (یعنی ابی موسیٰ) پھر مدارک میں لکھا ہے کہ یہ عمران کی عورت جس نے نذر مانی تھی یہ عیسیٰ کی نانی تھی اور تفسیر حسینی میں ہے کہ یہ عمران بن مانان کی عورت جس کا نام حنہ تھا فاقوذ کی بیٹی تھی پس یہ سب ذکر نہ بطور تشبیہ یا تعظیم کے ہیں مگر ماں باپ بہن بھائی نانی، دادا، دادای وغیرہ کا ذکر ثابت کرتا ہے کہ حضرت کی صریح غلطی ہے اور معترض سچا ہے۔

پھر سید صاحب نے کلبی سے ایک روایت پیش کی ہے کہ ہارون کوئی اور آدمی ہے جو مریم والدہ مسیح کا علاقی بھائی تھا پس اس صورت میں پہلی حدیث باطل ہے جس میں حضرت نے خود مان لیا کہ اخت ہارون سے میری مراد وہی ہارون ہے جو موسیٰ کا بھائی اور عمران کا بیٹا ہے۔ اور اب یہ ضرور ہوا کہ سید محمد صاحب مریم کا کوئی ہارون بھائی علاقی ثابت کریں۔ اور عمران کی بھی کچھ تاویل کریں یا کتب مسیحیہ سے ثابت کریں کہ مریم کے باپ کا نام عمران تھا۔

اس کے بعد ایک اور مزہ کی بات سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ حضرت مریم ہارون کی اولاد میں سے تھیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن میں غلط لکھا ہے کہ وہ ہارون کی بہن تھیں اور عمران کی بیٹی تھیں بلکہ صحیح یوں ہے کہ ہارون کی اولاد میں سے تھیں اور کسی درجہ کی پوتی تھیں پس حضرت نے پوتی کو بہن بتلایا ہے یہ غلطی قرآن کی ہے پس واضح ہو کہ مسلمانوں کا یہ کہنا کہ مریم اولاد ہارون میں سے ہیں تا کہ مریم کا داؤد کے خاندان سے ہونا خارج کریں قرآن بھی باطل کرتا ہے کیونکہ قرآن اسے ہارون کی بہن اور عمران کی بیٹی بتلاتا ہے پس جب وہ ہارون کی بہن ہیں تو اس کی اولاد نہیں ہیں بہن بھائی کے اولاد نہیں ہوتی ہے بلکہ باپ کی اولاد ہوتی ہے اور کہانت کا عہد صرف ہارون کا ہے اور اس کی اولاد کا نہ موسیٰ کا اور مریم کا پس مریم کا ہارون کی بیٹیوں میں بتلانا قرآن کے خلاف بولنا ہے بلکہ تکذیب ہے قرآن کی۔ حاصل مریم تو ضرور داؤد کے خاندان سے ہے نہ ہارون کے خاندان سے بموجب انجیل و قرآن کے مگر اس مریم کو ہارون کی بہن اور عمران کی بیٹی ضرور حضرت نے غلطی سے بتلایا ہے۔

پھر سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ جس شخص نے ہر ایک نبی کا احوال موسیٰ وغیرہ سے مسیح تک بیان کیا ہے پھر وہ شخص ایسی غلطی کرے کہ مسیح کو موسیٰ کا بھانجا بتلائے یہ قیاس آتا ہے جواب یہ ہے کہ اس کے سب قصوں میں کچھ نہ کچھ صریح غلطی موجود ہے پس یہاں بھی دھوکا کھانا کیا تعجب ہے تمام پیغمبروں کے قصے جو اس نے سنائے ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرکے بیان کئے ہیں جیسے ان پڑھ لے بھاگو لوگ باتیں کیا کرتے ہیں پس ان احوالات پر نظر کرکے یہ غلطی اور بھی زیادہ پختگی سے ثابت ہوتی ہے اس کے بعد سید محمد صاحب مجھ پر ایک اور تہمت

لگاتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ میں خوب جانتا ہوں کہ عماد الدین کے نزدیک بھی اس آیت میں
کچھ اعتراض نہیں ہے پر وہ عیسائیوں کے لئے اعجاز عیسوی کے مقابلہ میں کچھ اعتراض
بناتا ہے۔ دیکھو یہ ویسی ہی سچی بات ہے جیسے اخت ہارون و بنت عمران سچی بات تھی۔ کیا سید
محمد صاحب عالم الغیب ہیں جو میرے دل کا حال جانتے ہیں یا مجھ سے کبھی اس بارہ میں بات
ہوئی ہے ۱۴ برس کا عرصہ ہوا کہ ان سے ملاقات ہوئی تھی اور کبھی ایسا ذکر نہیں آیا۔ اور یہ کیا
بات ہے کہ عیسائیوں کے لئے یہ اعتراض بناتا ہوں آپ ہی اوپر کہہ چکے ہیں کہ حضرت محمد
صاحب کے عہد میں نجران کے عیسائیوں نے ایک مسلمان سے یہ اعتراض کیا تھا اسے جواب
نہ آیا اور محمد صاحب نے جو جواب دیا اسے بھی ثابت کرتے ہیں کہ انہیں بھی جواب نہ آیا پھر
نہ میں یہ اعتراض بنانے والا ہوں مگر محمد صاحب غلطی کرنے والے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ایسے
اعتراضوں سے کیوں خراب ہوتا ہے حضرت ان سے قرآن خراب ہوتا ہے قرآن میرا گھر
نہیں ہے میرا گھر آسمان پر ہے زمین پر مسافر ہوں۔

(۳۰۔ بطلان) نساء کی ۲۲ رکوع میں ہے (وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم) عیسیٰ کو نہ
قتل کیا اور صلیب دی لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ یعنی عیسیٰ تو جیتا چلا گیا مرا نہیں
مگر کوئی اور آدمی مرا ہے جس کی صورت مثل صورت حضرت عیسیٰ کو گرفتار کرنے کے لئے گھر
کے اندر گیا تھا وہاں جاکے وہ خود مشابہ مسیح کے ہوگیا اور مسیح کو گرفتار کرنے کے لئے گھر کے
اندر گیا تھا وہاں جاکے وہ خود مشابہ مسیح کے ہوگیا اور مسیح آسمان کو اٹھ گیا اور جب ططیانوس
باہر آیا یہودیوں نے اسے مسیح سمجھ کے صلیب پر رکھ دیا اس وقت یہودی حیران تھے کہ اگر
عیسیٰ ہے تو ططیانوس کہاں گیا اور اگر یہ ططیانوس ہے تو عیسیٰ کیا ہوا۔ غرض محمد صاحب مسیح
کی صلیب کا محض انکار کرتے ہیں اور ایسی بات سناتے ہیں کہ کوئی سمجھ دار اسے یقین نہ
کرے گا پس انبیاء سلف کی گواہی کہ مسیح مارا جائے گا اور مسیح کے اپنے اقوال کہ میں جارا جاؤنگا
اور مسیح کے شاگردوں کے اقوال کہ وہ ضرور مارا گیا اور یہودیوں کی گواہی کہ مسیح کو انہوں نے
مارا یہ سب کچھ تو باطل ہے مگر محمد صاحب کی بات کہ مارا نہیں گیا شبہ پڑ گیا درست ہے اگر کسی
کی عقل اس بات کو قبول کرسکتی ہے تو وہ کرے ہم تو ساری باطل باتوں سے زیادہ باطل بات
اس کو جانتے ہیں کہ مسیح صلیب پر نہیں ہوا۔ یہ مسیح کی صلیب کا انکار بہت ہی بڑی دلیل ہے
محمد صاحب کی عدم نبوت اور عدم صداقت پر اس نے بجات کی جڑ کاٹ ڈالی اس نے تمام
انبیاء کی تکذیب کی اور خدا کے سب قدیمی عہود باطل ٹھہرائی اور ایک نیا مذہب جس کی اصل
ان کی تجویز اور عقل اور خواہش پر مبنی ہے ظاہر کیا اس لئے ان کی باتیں قابل اعتبار ہرگز
نہیں ہیں۔ یہ (۳۰) بطلان جو دکھلائے گئے نہایت درست ہیں پہلی طبع میں، میں نے کچھ
تشریح کے ساتھ نہ لکھے تھے اس لئے سید محمد صاحب کے خیال میں نہ آئے اور انہوں نے غلط
تاویلوں سے کچھ جواب لکھے مگر اب انہیں سمجھائے گئے اور ان کی تاویلوں کا ابطال دکھلایا گیا ہے
مناسب ہے کہ اب پھر تفاسیر سے دلایل لاکے جواب لکھیں یا قبول کریں ورنہ خدا کو جواب
دینا ہوگا۔

فصل چہارم قرآن کی تحریف لفظی کے ثبوت میں بموجب قاعدے ان بعض مولوی صاحبوں کے

اب یہ بات بیان ہوتی ہے کہ اہل اسلام جس قسم کی تحریف کی کلام الہیٰ میں مدعی
ہیں اسی قسم کی تحریف قرآن میں بھی پائی جاتی ہے پر چونکہ وہ حالت کلام الہیٰ میں حالت تحریفی
عقلاً نہیں ہے اس لئے ہم قرآن کی اس حالت کو جس کا ذکر آتا ہے قرآن کی تحریف بھی نہیں
کہہ سکتے ہیں مگر چونکہ مسلمان لوگ اسی حالت کو دوسرے کے حق میں تحریف اور اپنے حق میں
عدم تحریف کہتے ہیں اس لئے ہمیں یوں کہنا پڑا کہ جو صورت تحریف کی بائبل میں دکھلاتے ہو
وہی صورت تحریف کی قرآن میں بھی ہے چنانچہ فصلوں گذشتہ میں قرآن کی کچھ کیفیت سنائی

گئی اب ایک فصل اور باقی ہے جس میں قرآن کی سہوقاری یا اختلافات لفظی دکھائے جاتے ہیں۔

اگرچہ قرآن کی عبارات کے اختلافات عثمان نے شروع ہی میں جلادئیے ہیں تو بھی اب قرآن کا یہ حال ہے کہ اس میں دو قسم کے اختلاف ہیں پہلی قسم وہ ہے کہ اکثر لفظوں کے اعراب میں اختلاف ہے مثلاً حج بالفتح اور بالکر قرآن میں آیا ہے ضرور محمد صاحب کا ایک محاورہ ہوگا حج بولتے ہونگے یاحج پر مسلمان جوچاہیں بولیں ہر محاورہ کلام اللہ ہے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ حافظوں نے بہت سے لفظ بھی یاد نہیں رکھے کہ محمد صاحب نے کونسا لفظ بتلایا تھا اور یہ اختلاف اسی قسم کا ہے کہ زید کہا تھا یا عمر۔ مگر مولویوں کا یہ کہنا کہ قرآن ہفت قرات میں ہے جونسی قرات پڑھو وہی صحیح ہے محض غلط بات ہے اس لئے کہ ضرور محمد صاحب نے ایک قرات پیش کی ہوگی کہ یوں وحی آئی ہے نہ یہ کہ اس وحی کو جس قرات میں چاہو ادا کرو اور یہ قرات کی بات حدیث کی بات ہے جس کے معنی معلوم کرنے بھی مشکل ہیں چنانچہ عثمان سے روایت ہے (ان القرآن انزل علی لسعبتہ احراف کلمہ مساشاف کاف۔

قرآن سات حروں میں نازل ہوا ہے وہ سب شافی اور کافی ہیں اور سات حرف کے معنی درست معلوم نہیں کہ کیا ہیں۔ جلال الدین نے چالیس قول اس کے معنی میں علماء سے نقل کئے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ حرف کے معنی طرف اور اجزاء صورت اور کلمہ کے ہیں اور، اور بھی خواہ اس کے کوئی معنی ہوں پر قرات کے معنی نہیں ہیں اور وہ سورہ حج کے پہلے رکوع میں من یعبد اللہ علی حرفٍ)لکھا ہے اس کے معنی وجہ کے سید محمد صاحب بتلاتے ہیں غلط بات ہے جلالین میں لکھا ہے (حرف اے شک فی عبادتہ) پس وہاں شک کے معنی ہیں نہ وجہ وقرات کے پھر ابن مسعود وابوقلابہ اور علی کی روایت کیونکر اس معنی میں قبول ہوسکتی ہے حالانکہ ان شخصوں نے سبعہ کی تفصیل زجر امر حلال حرام محکم متشابہ وامثال بتلاکے ظاہر کردیا

ہے کہ مضامین قرآن کا ذکر ہے نہ لفظی ہفت قرات کا۔ پھر لفظ سبعہ بھی اپنے حقیقی معنی میں نہیں ہے اس سے کثرت فی الاحاد مراد ہے بقول ابن سعد ان نحوی کے اس لئے ہفت قرات کا عذر اس تحریف قرآنی کو چھپا نہیں سکتا۔

اگر یہ عذر قبول بھی کریں تو قسم اول کی غلطیاں اس میں داخل ہونگی۔ اس پر بھی یہ داغ رہے گا کہ اگر کسی لفظ کو سات لہجوں میں ادا کرنا سکتے ہو تو کرو مثلاً لدن ،لَدِن، لَدنَ اگر لدن کو لد کہا تو لفظ بدل گیا نہ معنی کیونکہ قرآن لفظاً ومعناً خدا کا کلام کہا جاتا ہے دیہ کہ لفظ جو چاہو بولو سب لفظ تمہارے ہیں مگر معنی نہ بدلیں کہ قرآن باعتبار معنی کے کلام اللہ ہے۔

پر دوسری قسم کی غلطیاں اعرابی نہیں ہیں وہ لفظی ہیں اوران سے معنی بھی کسی قدر بدلتے ہیں کوئی عقلمند ان کو قرات میں داخل نہیں سمجھ سکتا۔

(ف) سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ ان کو غلطیاں یا الفاظ تحریفی نہ کہو ان کو اختلاف قرات کہو یعنی قرآن کے پڑھنے میں جو اختلاف ہیں یہ وہ ہیں پس کوئی پوچھے کہ صاحب یہ اختلاف کیوں پیدا ہوئے یہ اختلاف بھی آسمان سے نازل ہوئے ہیں یا آدمیوں کی غلطی سے ہیں یا محمد صاحب نے تبلیغ الفاظ میں غلطی کھائی ہے یا صرف مضامین کلام اللہ میں در الفاظ میں آدمیوں کا اختیار ہے(ف) سید محمد صاحب ان سب اختلافی لفظوں کو مان گئے ہیں اور بعض قاریوں کے نام بھی بتلائے ہیں کہ یہ فلانے شخص کی قرات ہے اور کہیں کہیں کہا ہے کہ روایات احاد ہیں ان کا اعتبار نہیں ہے اور یوں کہہ کے انہوں نے کہا شافٍ دکاف کا مطلب برباد کیا ہے اگر وہ اختلاف قرات کی نسبت ہے اوران کی اس تقریر سے ۱۳ برس کا اتفاق علماء قرات کا بھی ٹوٹ گیا ہے جیسا ہمارا منشا تھا۔

(ف) جس فصل میں قرآن کی غیر حجازی الفاظ کا ذکر تھا وہاں سید صاحب کا زور اس بات پر تھا کہ قرآن نہ صرف حجازی زبان میں مگر عام محاوروں میں نازل ہوا ہے اب یہاں قرات کی

بحث میں بار بار کہتے ہیں کہ یہ قراتیں احاد ہیں اور حجازی محاورہ نہیں ہے پس صحیح وہ ہے جو حجازی محاورہ ہوئے۔ اب ان اخلاقی یا تحریفی لفظوں کی کچھ تفصیل سنو وہ یہ ہے۔

نقشہ ان اختلاقی یا تحریفی لفظوں کا جو قرآن میں ہیں

نمبر شمار	نام سورت	نام رکوع	یا یہ لفظ ہے	معنی اس کے	یا یہ لفظ ہے	معنی اس کے	فرق ان میں
۱	فاتحہ		مالک	مختار	ملک ملاک	بادشاہ بڑا مالک	معنی سب کے جد ہیں لفظ بھی جدے،ہیں
۲	بقر	۲	یخدعون	فریب دیتے	یخادعون	فریب دیتے	لفظ میں فرق ہے
۳		۴	فازلہما	ڈگایا ان کو	فازالہما	بہکایا ان کو	لفظ و معنی میں فرق ہے نہ مرادمیں
۴		۶	یقبل	قبول ہوکے	تقبل	قبول ہوکے	لفظ میں فرق ہے
۵		۶	وعدنا	وعدہ کیا ہم نے	واعدنا	وعدہ کیا ہم نے	ایضاً
۶		۶	نغفر	ہم بخشیں	تغفر	وہ بخشے	لفظ میں فرق ہے
۷		۹	تعلمون	تم کرتے ہو	یعلمون	وہ کرتے ہیں	وہ ایضاً
۸		۱۰	لاتعبدون	تم نہ پوجو	لایعبدون	وہ نہ پوجیں	ایضاً
۹		۱۰	اساریٰ	قیدی	اسرایٰ	قیدی	ایضاً
۱۰		۱۰	تفادوہم	فدیہ دو تم	تفدوہم	فدیہ دو تم	ایضاً
۱۱		۱۰	یعلمون	وہ کرتے ہیں	تعلمون	تم کرتے ہو	ایضاً
۱۲		۱۲	میکال	نام فرشتہ کا	میکائیل	نام فرشتہ کا	لفظ میں فرق ہے
۱۳		۱۴	قالو	کہا سب نے	قال	کہا ایک نے	ایضاً
۱۴		۱۵	ابراہیم	نام ہے	ابراہام	وہی نام ہے	ایضاً
۱۵		۱۶	ام تقولون	کیا تم کہتے ہو	ام یقولون	کیا وہ کہتے ہیں	ایضاً
۱۶		۱۷	مولیہا	وہ اس کا	مولاہا	وہ اسکا مولا	لفظ و معنی

				مولی ہے		ہے	میں فرق ہے نہ مراد میں
۱۷		۱۸	تعلمون	تم کرتے ہو	یعلمون	وہ کرتے ہیں	لفظ کا فرق ہے
۱۸		۱۹	تطوع	وہ شوق کرے	یطوع	وہ شوق کرے	ایضاً
۱۹		۲۰	تری الذین	تو دیکھے ان کو	یری الذین	وہ دیکھیں	لفظ و معنی میں فرق ہے
۲۰		۲۰	البر	نیکی	البار	نیک آدمی	ایضاً
۲۱		۳۱	تمسوہن	تم چھووا انکو	تماسھون	تم جماع کرو ان سے	لفظ میں فرق ہے
۲۲		۳۲	فیضاعفہ	وفا کرے اس کو	فیصغفہ	وفا کرے اس کو	ایضاً
۲۳		۳۵	لم تینہ	لھنن سڑا	لم یتین	نہیں سڑا	ایضاً
۲۴		۳۵	اعلم	میں	اِعلمَ	تو جان	لفظ و معنی

				جانتا ہوں		لے	میں فرق ہے
۲۶	آل عمران	۳	یقتلون	قتل کرتے ہیں	یقاتلون	قتل کرتے ہیں	لفظ میں فرق ہے
۲۷		۵	نعلمہ	ہم اسے سکھلادیں	یعلمہ	وہ اسے سکھلادے	ایضاً
۲۸		۵	طیرا	جانور	طایراً	جانور وبدفال	ایضاً
۲۹		۶	فیوفیھم	وہ پورا کردیگا ان کو	فنوفیھم	ہم پورا کردینگے ان کو	ایضاً
۳۰		۹	اتیتکم	میں نے تم کو دیا	اتیناکم	ہم نے تم کو دیا	ایضاً
۳۱		۹	یرجعون	وہ رجوع کریں	ترجعون	وہ رجوع کریں	لفظ میں فرق ہے
۳۳		۱۲	مایفعلوا	جو کرینہ گے	ماتفعلوا	جو کرینگے	لفظ میں فرق ہے
۳۴		۱۴	سارعوا	تم سب جلدی کرو	سارع	تو اکیلا جلدی کر	لفظ و معنی میں فرق ہے

۳۵		۱۵	قتتل	جنگ کیا	قاتل	جنگ کیا	لفظ میں فرق ہے
۳۶		۱۶	یغشی	گھیر رہی تھی	تغشی	گھیر رہی تھی	ایضاً
۳۷		۱۷	تجمعون	وہ جمع کرتے ہیں	یجمعون	وہ جمع کرتے ہیں	ایضاً
۳۸		۱۹	سنکتب	ہم لکھیں گے	سیکتب	وہ لکھے گا	لفظ میں فرق ہے
۳۹		۱۹	نقول	ہم کہیں گے	یقول	وہ کہے گا	ایضاً
۴۰		۱۹	والزبروالکتاب	زبور وکتاب	وبالزبروبالکتاب	ساتھ زبور کی اور ساتھ کتاب کی	ایضاً
۴۱	نساء	۱	قیاماً	قائم رہنا	قیما	پونچی قیام کی	لفظ ومعنی ومراد میں یہی فرق ہے
۴۲		۲	یدخلہ	وہ داخل	ندخلہ	ہم داخل	لفظ ومعنی

				کرے گا		کرینگے	میں فرق ہے نہ مراد میں
۴۳		۵	عقدت	اقرار باندھا	عاقدت	اقرار باندھا	لفظ میں فرق ہے
۴۴		۱۰	لم تکن	نہ تھی	لم یکن	نہ تھی	ایضاً
۴۵		۱۱	لاتظلمون	تم ظلم نہ کئے جاؤ گے	لایظلمون	وہ ظلم نہ کئے جائینگے	لفظ ومعنی میں فرق ہے نہ مراد میں
۴۶		۱۷	فوتہ	ہم اسے دینگے	یوتہ	وہ اسے دیگا	ایضاً
۴۷		۳۱	یوتہم	وہ انہیں دے گا	نوتہم	ہم انہیں دینگے	ایضاً
۴۸	مائدہ	۷	یبغون	طلب کرتے ہیں	تبغون	طلب کرتے ہیں	لفظ کافرق ہے
۴۹		۱۲	عقدتم	قسم کی تم نے	عاقدتم	قسم کی تم نے	ایضاً
۵۰		۱۳	قیاما	قائم رہنا	قیما	وہ چیز جس کے	لفظ ومعنوی

						سبب قائم ہوں	فرق ہے
۵۱		۱۴	الاولیان	اقرباء	الاولین	جمع اول	لفظ ومعنی کا فرق ہے
۵۲		۱۵	ہل یستطع	کیا وہ طاقت رکھتا ہے	ہل تستیطع	کیا وہ طاقت رکھتا ہے	لفظ میں فرق ہے
۵۳		۱۵	سحر	جادو	ساحر	جادو گر	لفظ ومعنی ومراد میں یہی فرق ہے
۵۴	انعام	۳	لم تکن	نہ رہے گا	لم یکن	نہ رہے گا	لفظ میں فرق ہے
۵۵		۴	افلاتعقلون	کیا نہیں سمجھتے تم	افلایعقلون	کیا وہ نہیں سمجھتے	ایضاً
۵۶		۷	یقص	کہتا ہے قصہ سے	یقضی	فیصلہ کرتا ہے قضا سے	لفظ ومعنی میں فرق ہے
۵۷		۸	توفتہٗ	مارا اسکو	توفاہ	مارا اسکو	لفظ میں

							فرق ہے
۵۸		۸	انجانا	ہمیں بچائے	انجینا	ہمیں بچائے	لفظ میں فرق ہے
۵۹		۱۱	تجعلونہ	کرو تم اس کو	یجعلونہ	کریں وہ اس کو	لفظ ومعنی میں فرق ہے
۶۰		۱۳	وارست	تونے صحبت پائی ہے اہل کتاب کی	وَرَستَ	تونے پڑھا ہے کتب کو	لفظ ومعنی ومراد میں بھی فرق ہے
۶۱		۱۳	لایومنون	وہ نہ مانینگے	لاتومنون	تم نہ مانوگے	لفظ ومعنی کافرق ہے نہ مراد میں
۶۲		۱۵	یصعد	چڑھتا ہے	یصاعد	چڑہاتا ہے چڑھتا ہے	لفظ میں فرق ہے
۶۳		۱۵	فرقوا	تفرقہ ڈالا	فارقوا	چھوڑدیا	لفظ ومعنی ومراد میں یہی فرق

							ہے
۶۴	اعراف	۱	تذکرون	تم یاد کرتے ہو	یذکرون	وہ یاد کرتے ہیں	لفظ میں فرق ہے
۶۵		۴	لاتعلمون	تم نہیں جانتے	لایعلمون	وہ نہیں جانتے	ایضاً
۶۶	انفال	۶	یعلمون	وہ کرتے ہیں	تعلمون	تم کرتے ہو	ایضاً
۶۷	انفال	۹	ان یکن	اگر ہو	ان تکن	اگر ہو	لفظ میں فرق ہے
۶۸	اعراف	۱۴	ساحر	جادو گر	سحار	بڑا جادو گر	لفظ و معنی میں فرق ہے
۶۹		۱۶	انجینا	بچایا ہم نے	انجا	بچایا	ایضاً
۷۰		۲۳	یذرہم	وہ چھوڑتا ہے انہیں	نذرہم	ہم چھوڑتے ہیں	لفظ میں فرق ہے
۷۱		۲۴	طیف	خیال	طایف	خیال	ایضاً
۷۲		۱۰	ان یکون	ہوں	ان تکون	ہوں	ایضاً

۷۳		۱۰	من الاسریٰ	قیدیوں سے	من الاساریٰ	قیدیوں سے	ایضاً
۷۴	توبہ	۷	تقبل	قبول ہو	یقبل	قبول ہو	ایضاً
۷۵		۸	نعف	ہم معاف کریں	یعف	وہ معاف کرے	ایضاً
۷۶		۸	نعذب	ہم عذاب کریں	تعذب	وہ عذاب کرے	ایضاً
۷۷		۳	عیشرتکم	برادری تمہاری	عیشراتکم	برادریاں تمہاری	ایضاً
۷۸		۱۳	تحتہا	اس کے نیچے	من تحتہا	اسکے نیچے سے	ایضاً ایک لفظ زاید ہے
۷۹	یونس	۳	یسیرکم	وہ تم کو پھراتا ہے	نسیرکم	ہم تم کو پھراتے ہیں	لفظ کا فرق ہے
۸۰	یوسف	۲	بشریٰ	خوشی ہو	یابشریٰ	خوشی ہواے شخص	ایک لفظ زائد ہے

۸۱	یوسف	۲	غیابتہ	تاریکی	غیابات	تاریکیئں	لفظ ومعنی کا فرق ہے
۸۲		۲	یرقع ویلعیب	وہ چرے وکھیلے	نرتع ونعلب	ہم چریں وکھلیں	لفظ ومعنی میں فرق ہے
۸۳		۸	حافظا	نگہبان	حفظا	نگہبانوں	لفظ ومعنی میں فرق ہے
۸۴		۸	نکتل	ہم ناپیں	یکتل	وہ ناپے	ایضاً
۸۵		۱۲	نوحی	ہم بھیجتے ہیں	یوحی	وہ بھیجتا ہے	لفظ میں فرق ہے
۸۶		۸	فیتان	جوان لوگ	فیتتہ	جوان لوگ	ایضاً
۸۷	رعد	۱	ستقی	سیراب کیا گیا	یسقی	سیران کیا گیا	ایضاً
۸۸		۱	اآناَ	کیاہم	اناَ	ہم	ایک حرف کم ہے
۸۹		۶	الکفار	تمام کافر	الکافر	ہر کافر	لفظ کا فرق ہے
۹۰	بنی اسرائیل	۳	یبلغن	ایک پھونچی	یبلغان	دونوں پھونچیں	لفظ ومعنی میں فرق ہے
۹۱		۱۱	فاسئل	پوچھ لے	فاسل	پوچھ لیا	ایضاً
۹۲	کہف	۶	الریاح	ہوائیں	الریح	ہوا	ایضاً
۹۳	کہف	۱۱	حمیتۃٍ	دلدل کیچڑ	حامیہ	گرم	ایضاً
۹۴	انبیاء	۷	للکتاب	واسطے کتاب کے	للکتب	واسطے کتابوں کے	ایضاً
۹۵		۷	قل	کہہ	قال	کہا	لفظ ومعنی ومراد میں یہی فرق رہے
۹۶	حج	۷	معجزین	عاجز کرتے ہیں	معاجزین	سابقین	لفظ ومعنی میں فرق ہے
۹۷	حج	۶	اہلکنا	ہم انہیں	اہلکتا	میں نے انہیں مارا	لفظ میں فرق ہے

				مارا			
۹۸	مومنون	۱	عظما	ہڈی	عظاماً	ہڈیاں	ایضاً
۹۹	مومنون	۴	خراجا	محصول	خرجا	اجریا محصول	ایضاً
۱۰۰	فرقان	۱	یاکل	کھتا محمد	ناکل	کھا تے ہم	لفظ و معنی و مراد میں فرق ہے
۱۰۱	فرقان	۶	سراجا	سورج	سرجا	سب تارے	ایضاً
۱۰۲	عنکبوت	۵	آیتہ	ایک معجزہ	آیات	بہت سے معجزے	ایضاً
۱۰۳	عنکبوت	۵	الی اثر	نشان کی طرف	الی اثار	نشانوں کی طرف	لفظ و معنی و مراد میں فرق ہے
۱۰۴	سبا	۱	عالم الغیب	جاننے والا غیب کا	علام الغیب	بڑا جاننے والا غیب ہے	لفظ و معنی میں فرق ہے
۱۰۵	سبا	۱	ان انشاء	اگر ہم چاہیں	ان یشاء	اگر وہ چا ہے	ایضاً
۱۰۶	سبا	۱	نخسف	ہم وہسائیں	یخسف	وہ دہسائے	ایضاً
۱۰۷	سبا	۱	نفسقط	ہم گرادیں	یسقط	وہ گرادے	ایضاً
۱۰۸	سبا	۵	غرفات	کھڑکیاں	غرفہ	ایک کھڑکی	ایضاً
۱۰۹	ص	۴	عبادنا	ہمارے بندے	عبدنا	بندہ ہمارا	ایضاً
۱۱۰	مومن	۳	اشد منکم	سخت ترتم سے	اشد مہنم	سخت تروانسے	لفظ و معنی میں فرق ہے
۱۱۱	حم السجدہ	۶	من ثمرۃ	پھل سے	من ثمراتٍ	پھلوں سے	ایضاً
۱۱۲	محمد	۱	قلتوا	مارے گئے	قاتلوا	لڑائی کی	لفظ و مراد میں بھی فرق ہے
۱۱۳	فتح	۲	کلام اللہ	اللہ کا کلام	کلم اللہ	اللہ کے وعدے	ایضاً
۱۱۴	حجرات	۱	فبتینوا	خوب دریافت کرو	فبتثنوا	پس ثابت کرو	لفظ جدا مراد واحد
۱۱۵	مجادلہ	۲	مجلس	جماعت	مجالس	جماعتیں	لفظ و معنی میں فرق

						ہے
۱۱۶	جن	۲	قل انما	کہ جزاین بنت	قال انما	کہا جزاین بنت	لفظ و معنی و مراد میں فرق ہے
۱۱۷	صف	۱	سحر	جادو	ساحر	جادو گر	لفظ و معنی و مراد میں فرق ہے
۱۱۸	تکویر	۱۰	ضنین	بخیل	ظنین	بدنام	ایضاً

ان کے سواء اور بھی بعض لفظ ہیں جو میں نے نہیں لکھیں طوالت کے سبب سے اور اب امور ذیل پر فکر واجب ہے (۱) میں نے لکھا تھا کہ بعض قرآن میں یہ عبارت ہے اور بعض میں یہ ہے سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ سب قرآنوں میں ایک ہی عبارت ہے اور یہ مختلف روایات جو ہیں یہ روایات احاد ہیں اور تحریری قرآن کے سامنے انکا کیا اعتبار ہے جواب یہ ہے کہ یہ چھاپے قرآن کے ہندوستان میں جاری ہیں اکثر یکساں ہیں پر وہ پرانے قرآن قلمی جو آگے جاری تھے ان میں ان الفاظ مذکورہ کے ساتھ اختلاف تھا دیکھو تفسیروں میں جو قرآن اب تک منقول ہیں ان میں ان روایتوں کے ساتھ اختلاف ہے مثلاً جلال الدین نے جس قرآن کی نقل اپنے جلالین میں کی ہے اس میں اکثر یہ روایات متن میں داخل ہیں اور بعض وہ روایات اختلاف قرات کی جو ہندوستانی قرآن کے اندر ہیں جلالین میں وہ تفسیر کے اندر منقول ہیں نہ متن میں پس میرا یہ کہنا کہ بعض قرآنوں میں یہ ہے اور بعض میں وہ نہایت درست ہے اور یہ کیوں نہ جبکہ علماء محمدیہ بالاتفاق ان روایات مختلفہ کے قائل ہیں۔(۲) یہ اختلاف جو نقشہ میں بیان ہیں یہ ضرور قاریوں کے سہو سے ہوئے ہیں یہ عربی زبان کا خاصہ نہیں ہے اعراب کا اختلاف زبان کا خاصہ ہوسکتا ہے پر اس میں بھی لازم تھا کہ وہی اعراب پڑھے جاتے جو محمد صاحب نے پڑھے تھے پر خیر اس کو میں نے بھی چھوڑدیا ہے کیونکہ چھوٹی بات ہے لیکن لفظوں کی تبدیلی اور اختلاف مطلق سہو ہے نہ زبان کا خاصہ پس ضرور سہو قاری قرآن میں ہیں اور یہ سہو یا تو سہو کاتب سے پیدا ہوئے ہیں مثلاً کاتب نے لم یکن کی جگہ سہو سے لم تکن لکھ دیا یا محض سامع کی غلطی ہوئی ہے یقص و یقضی اور فیتنوا و فیثبتوا کا اختلاف ہوا ہے اس لئے یہ کہنا کہ اصل لفظ محمدی قاریوں نے یاد نہیں رکھا درست ہے (۳) سید محمد صاحب کا یہ کہنا کہ معنی وہی رہے ہیں بالکل غلط ہے تبدیل لفظ سے ضرور معنی بدل جاتے ہیں اور نقشہ میں جو اختلاف دکھلائے گئے ہیں ہر ہر مقام کو جہاں مرادی فرق کا دعویٰ ہے ناظرین آپ قرآن میں نکال کے دیکھ سکتے ہیں اور اگر سید محمد صاحب کی اس سے بھی تسلی نہ ہوگی تو طبع آئندہ میں بسط کے ساتھ یہ فرق بشرط زندگی دکھلائے جاسکتے ہیں ہاں اگر وہ یوں کہتے کہ ان اختلافات سے اصول ملت اسلامیہ میں کچھ فرق نہیں آتا ہے تو قبول کرنے کی بات تھی پر یہ کہ مطلق عبارت کے مضمون میں فرق نہیں آتا غلط بات ہے ۔(۴) اتقان کی نوع ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد صاحب نے قرآن کو ترتیب دے کے جیسے اب ہے ویسے نہیں لکھوایا تھا کیونکہ وہ امید میں تھے کہ شائد کوئی اور آیت نازل ہو اور کچھ منسوخ ہوجائے اس لئے اگرچہ متفرق اوراق پر سارا ہی قرآن لکھوایا مگر ترتیب نہیں دی۔ یہ بات کچھ توجہ کے لائق نہیں ہے کیونکہ منسوخ آیتوں کو بھی قرآن میں رکھنا تھا جیسے اب موجود ہیں پھر ترتیب ددینے کے کیا معنی تھے اور یہ کہنا کہ سب نازل نہ ہوچکا تھا یہ بھی درست ہے کیونکہ الیوم اکملت لکم دینکم بیان کرچکے تھے اور کیا مضائقہ تھا جیسے آیتیں آتی جاتی ویسے ہی لکھواتی جاتی چنانچہ ایسے ہی انہوں نے کیا بھی ہے۔ خیر ان کے بعد ابوبکر نے جمع کیا پر وہاں بھی یہ آواز سنتے ہیں کہ ابوبکر کی بیعت کے بعد حضرت علی گھر میں بیٹھ رہے اور ملنا چھوڑدیا لوگوں نے ابوبکر سے کہا کہ علی نے تیری بیعت کو برا جانا ہے اس لئے ملنا چھوڑدیا ہے ابوبکر نے علی کو بلوایا اور کہا کہ کیا تو نے میری بیعت کو برا جانا ہے اس نے کہا

ہر گز نہیں خدا کی قسم تب ابوبکر نے کہا پھر تونے کیوں ہم سے ملنا چھوڑ دیا علی نے کہا میں نے دیکھا کہ خدا کی کتاب یعنی قرآن میں زیادتی کی جاتی ہے پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ جب تک قرآن کو جمع نہ کرلوں سواء نماز کے کہیں نہ جاؤنگا چنانچہ اتقان رکوع ۱۸ میں لکھاہے۔ یہاں سے ثابت ہے کہ انہوں نے بھی قرآن جمع کیا۔ پھر عثمان نے جب سب کے قرآن منگوائے اور ان سب سے ایک نسخہ مرتب کیا اور باقی سب کے قرآن جلادئیے اس سے کیا نکلتا ہے یہ کہ ضرور اس میں بڑا تصرف ہوا ہے اور وہ پراگندہ اوراق بلکہ علی وغیرہ کے جمع کئے ہوئے قرآن کچھ حقیر چیز نہ تھے پر ان کا جلایا جانا اور سنداً موجود نہ رکھنا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اس میں اور ان میں کیا فرق تھا صاف دلالت کرتاہے کہ بہت بڑا تصرف ہوا ہے۔

سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس قرآن کی ناقص سورتیں یا متفرق اجزاء تھے اور بوجہ بشریت یا بوجہ غیر حاضری خدمت رسول یا دیگر اسباب سے ان کے اجزاء میں ان حضرت کے قرآن اختلاف رہے گیا تھا ان کو جلوادیا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ بائبل کے اختلاف قرات سے قرآن ہی کے اختلاف ہر گز کم نہ تھے اور مضر بھی بہت تھے اس لئے جلائے گئے ہیں اور یہ اختلاف اسی عہد کے تھے اور معتبر لوگوں کے اختلاف تھے اور اسی لئے کچھ عرصہ کے بعد عثمان کے قرآن کی مخالفت میں لوگوں نے کتابیں بھی لکھیں پس ہم اگر مسلمانوں کا وہ قاعدہ جس سے وہ بائبل پر تحریف کا الزام لگاتے ہیں ہاتھ میں لے کے قرآن کو بچشم انصاف دیکھیں تو قرآن بھی ضرور محرف اور مشکوک ہے اور یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ جن اختلافات واعتراضات سے بائبل کو محرف بتلاکے ترک کریں انہیں اختلافات واعتراضات کے ہوتے ہوئے قرآن کو صحیح وسالم مانیں (۵) سید محمد صاحب کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے وہ اخبار احاد نقل کئے ہیں ان کو وہ مقامات بھی معلوم ہیں پر بھول جانے کا اتہام کسی جماعت اسلام پر درست نہیں ہوسکتا جواب یہ ہے کہ اول تو ان اختلافات مذکورہ نقشہ کا نام اخبار احاد رکھنا ناجائز ہے بلکہ محض غلط کیونکہ مسلمانوں کے متفق علیہ وہ اختلاف ہیں اور بعض قرآنوں کے متن میں موجود ہیں اور بعض اختلاف جن کو وہ اخبار متواتر کہتے ہیں تفاسیر میں وفی قراۃ لکھ کے ڈالے گئے دوم یہ کہ بھول کا دعویٰ نہایت صحیح ہے اگرچہ وہ مقام یاد ہیں پر محمدی لفظ پر فتویٰ نہیں دے سکتے کہ کونسا ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یا کل وناکل میں سے کوئی ایک لفظ محمد صاحب کا ہے ہمارا دعویٰ مقام کے بھولنے کا نہیں ہے پس دعویٰ یہ ہے کہ جیسے اور الفاظ قرآن کے قطعاً الفاظ محمدی کہلاتے ہیں ویسے ہی یہ الفاظ نہیں کہلاسکتے کیونکہ مشکوک ہیں۔

خاتمہ

اس کتاب کے طبع اول کے وقت ایک باب اور بھی اسکے آخر میں تھا جس میں چار فصلیں تھیں اور وہ سیدنا مسیح کے بیان میں تھا پر اس طبع میں وہ باب خدف کیا گیا اس لئے کہ سیدنا مسیح کے بیان میں اور ان کی تعلیم کے ذکر میں دو کتابیں جدی لکھی گئی ہیں ایک خزانتہ الاسرار اور دوسری تذکرۃ الابرار اور تیسری کتاب کے لکھنے کی تیاری ہورہی ہے پس کچھ ضرور نہیں ہے کہ اب وہ باب بھی اس کتاب کے آخر میں رہے اگر ناظرین میں سے کسی کو سیدنا مسیح کے احوال سے پوری آگاہی حاصل کرنا منظور ہو تو وہ کتب مذکورہ کو پڑھے یہ کتاب صرف محمدیوں کے جواب میں ہے۔

ہاں ایک بات اس خاتمہ میں ذکر کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ محمد صاحب نے اپنے قرآن میں جلیل تثلیث کا انکار کیا ہے جیسے کفارہ کا بھی انکار کیا ہے مگر ناظرین پر یہ بات ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ محمد صاحب نے تثلیث کے معنی نہیں سمجھے تھے سورۃ النساء کے ۲۳ رکوع میں لکھاہے کہ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُواْ بِاللّهِ وَرُسُلِهِ وَلاَ تَقُولُواْ ثَلاَثَةٌ ترجمہ:عیسیٰ مسیح مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا کلمہ ہے جیسے مریم کی طرف خدانے ڈالا وہ روح ہے اللہ سے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور نہ کہو تین۔ بیضاوی میں لکھاہے کہ روح منہ ذروح

صدرمنہ) یعنی صاحب روح جو نکلی ہے اللہ سے ۔ (والا تقولو اثلثۃ ای الالتہ ثلثۃ اللہ والمسیح والمریم۔ یعنی تین خدا نہ کھو اللہ اور مسیح اور مریم کو خدا نہ بتلاؤ پس ثلثۃ سے مراد تین خدا ہیں اور یہ کہ مریم کو محمد صاحب نے عیسائیوں کی تثلیث میں شامل سمجھا ہے اس آیت قرآنی سے ثابت ہے جہاں لکھا ہے وانت قلت للنا التخذو فی امی الھین من دون اللہ) کیا عیسیٰ تو نے کہا ہے لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ جانو سواء اللہ کے۔ پس یہاں سے ثابت ہے کہ محمد صاحب مریم کو تثلیث میں شامل جانتے تھے اور اسے انہوں نے رد کیا اور ہم بھی اسے کفر جانتے ہیں مریم آدمی ہے نہ خدا سب مفسر قرآن متفق ہیں کہ محمد صاحب مریم کو اقنوں ثالث سمجھے تھے اور بعض نے جو اللہ و مسیح وروح القدس کا ذکر بھی کیا ہے یہ پیچھے کا خیال ہے جو علماء محمدیہ نے عیسائیوں سے سنا ہے پس ثابت ہے کہ محمد صاحب کا مطلب نہ سمجھے تھے۔

(ف) دیکھو محمد صاحب کی غلطیاں بائبل کے سمجھنے میں کس قدر ہیں یہی سبب ہے کہ اکثر قصص میں اور باتوں میں ان کی غلطیاں پائی جاتی ہیں جیسے مریم کو عمران کی بیٹی اور ہارون کی بہن بھی غلط سمجھا تھا۔ پس یہ قرآن ہرگز اللہ کا کلام نہیں ہے اللہ عالم الغیب سب کچھ جانتا ہے آدمی ناسمجھ ہے وہ غلطی کرتا ہے۔

اور یہ بھی محمد صاحب نے غلط سمجھا کہ عیسائی تین خدا کو مانتے ہیں حالانکہ تین خدا کہنا عیسائیوں کے عقیدہ میں کفر ہے وہ ایک خدا کے قائل ہیں مگر ایک خدا میں اقانیم ثلثہ کے قائل ہیں اور اس سے تین خدا لازم نہیں آتے ۔ مگر تین اصول الہیٰ وحدت میں جو سر الہیٰ ہے کلام الہیٰ کے موافق قبول کرنا منافی اس وحدت کے نہیں ہے جو اللہ کی وحدت ہے ہاں وحدت مجردا اور اس وحدت کے ضرور خلاف ہے جو عقلی وحدت ہے پر اللہ کی ذات میں عقلی وحدت کا قائل ہونا کفر ہے خدا کی وحدت وہ وحدت ہے جو قیاس وگمان انسانی سے بالا تر ہے اس میں نہ وحدت وجودی ہے نہ عقلی نہ وحدت عدوی ہے بلکہ وحدت غیر مدرک ہے جو متشابہات میں سے ہے جس کا مطلب آج تک کوئی نہیں سمجھا اور نہ انسان کی طاقت ہے کہ اس کو سمجھ لے۔

پھر محمد صاحب نے مسیح اور مریم کی الوہیت کے ابطال میں دلیل یہ دی ہے جو سورہ مائدہ کے ۱۰ رکوع میں ہے ۔ (کانا یاکلان الطعام انظر کیف بنین لھم الایات ثمہ انظر الی یوفکون ۔) عیسیٰ اور مریم دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھ ہم عمدہ دلیلیں ان دو کی ابطال الوہیت پر بیان کرتے ہیں پھر دیکھو کہ وہ نہیں مانتے ۔ سب جانتے ہیں کہ انجیل میں مسیح خداوند خدائے مجسم بیان ہوا ہے یعنی خدا اور انسان پس انسانیت کے کاموں سے انسانیت کا ثبوت ہے اور الوہیت کے کاموں سے الوہیت کا ثبوت ہے پس کھانے کے سبب تو سب عیسائی اسے پہلے ہی انسان جانتے ہیں پھر یہ عدم الوہیت کی دلیل کیونکر ہوگئی وہ دلائل جو الوہیت کے بارہ میں ہیں انہیں باطل کرکے الوہیت کا انکار کرانا چاہیے تھا سو تو نہیں ہوسکا مسیح کی نسبت بیضاوی بھی لکھا ہے کہ (قیل سمی روحلانہ کان یحیٰ الاموان اوالقلوب) کہا گیا ہے کہ عیسیٰ کا نام اللہ کی روح اس لئے ہوا کہ وہ مردوں کو جلاتا تھا یا دلوں میں آدمیوں کے زندگی ڈالتا تھا۔ اور محمد صاحب بھی مسیح کی الوہیت کی دلیلیں کچھ جانتے تھے چنانچہ آل عمران کے ۵ رکوع میں لکھا ہے کہ وہ مٹی کے جانور پیدا کرکے ان میں پھونک سے زندگی ڈالتا تھا اور وہ جی کر اڑتے تھے اور مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو صحت بخشتا تھا اور مردوں کو جلاتا تھا۔ اگرچہ محمد صاحب نے ان سب باتوں کے ساتھ باذن اللہ کی قید لگائی ہے مگر انجیل میں اس کے مختار انہ کام یہ بیان ہوئے ہیں اور اس لئے اسے خدا جانا ہے۔

پس اس کی الوہیت کے یہ دلائل ہیں کہ بعض فقرات عہد عتیق بیان کرتے ہیں کہ خدا آپ مجسم ہوکے دنیا میں آئیگا اور ایسے ایسے کام کریگا اور یہ باتیں مسیح میں صاف پوری ہوئی نظر آتی ہیں۔

دوم ضرور مسیح نے خود الوہیت کا دعویٰ کیا اور اس کا ثبوت بھی دیا اور یہودی اس کے اس لئے دشمن بھی ہوئے کہ اس نے آپ کو خدا بتلایا۔

سوم اس سے جو قدرت ظاہر ہوئی وہ صاف اللہ کی قدرت تھی اور اس نے اسے اپنی قدرت بتلایا۔

چہارم اس نے جو پاکیزگی اور خوبیاں دکھلائیں وہ سب اللہ کی ذات کے خاصے تھے اور کوئی بشر کبھی ایسا پاک ظاہر نہیں ہوا ہے۔

پنجم اس کی ساری تعلیم کا انحصار اسی بات پر ہے کہ وہ اللہ ہے۔

ششم وہ اپنی خدائی کا ثبوت اپنے تصرفات سے ہمارے ذہنوں میں اب تک کرتا ہے ایسا کہ ناممکن ہے کہ اسکی الوہیت کا ہم انکار کریں۔

پس یہ سب الوہیت کی دلائل اگر محمد صاحب توڑکے ثابت کرتے کہ وہ محض ایک آدمی تھا تب کہنا لازم تھا کہ یہ ہم کیا عمدہ دلیلیں اس کی عدم الوہیت پر لاتے ہیں نہ یہ کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ کھانا کھاتا تھا ہاں صاحب کھاتا تھا بلکہ تھکنا ، رونا ، سونا وغیرہ سب انسانی خاصیتیں بھی اس میں تھیں کیونکہ انسان بھی تھا ناظرین کو چاہیے کہ یہ بات دریافت کرنے کے لئے کہ مسیح کون تھا اور اس میں کیا ہے کتاب مفتاح التورات کو پڑھیں اور انصاف سے بغور اس کی طرف دیکھیں۔ علماء محمدیہ تثلیث کے برخلاف جو دلیلیں اب دیتے ہیں وہ یہ ہیں

(۱) اگلی کتابوں میں اسکا ذکر نہیں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بہت ذکر ہے (پیدائش ۱-۲۸، ۳-۲۲، ۱۱-۷و ۱-۱ سے ۴وہوسیع ۱-۷ پیدائش ۱۹ ۲۴-، زبور ۱۱۰-۱- متی ۲۶-۱۳وذکریا ۱۳-۷) وغیرہ مقامات کو متقدمین کی تفسیروں میں دیکھو یا تو ان مقامات کے صحیح معنی آپ کچھ تاویل کرکے بتلاؤ یا قبول کرو کہ اگلی کتابوں میں ذکر ہے ہاں یہ کہنا کہ یہودی اسکے قائل کیوں نہیں ہیں فکر کی بات ہے مگر وہ تو صدہا باتوں کے مغز سے ناواقف تھے اگر یہ بات بھی انہوں نے صفائی سے نہ سمجھی تو کیا مضائقہ ہے ہم ان کے ساتھ نادانی میں کیونکر پھنس جائیں پس ان کی کتابوں میں اس عقیدہ کا پایا جانا کافی ہے اگرچہ ان کے خیال میں یہ عقیدہ پایا نہ جائے جیسے کل بنی آدم کے گنہگاروں ہونیک ذکر قرآن میں کافی ہے نہ یہ کہ مسلمان انبیاء کی عصمت کے قائل ہیں یہ دلیل عصمت انبیاء کی نہیں ہے قرآن ضرور انبیاء کو گنہگار بتلاتا ہے۔

(۲-) وہ یہ کہتے ہیں کہ خلاف عقل ہے ہم یہ کہتے ہیں کہ خلاف عقل نہیں ہے عقل کی قدرت سے بالا ہے جیسے اکثر ذات وصفات الہیٰ کی نسبت عقائد ہیں جو عقل سے بالا ہیں ویسے ہی یہ بھی عقل سے بالا ہے عقل کے خلاف جب ہوتا کہ جب وحدت الہیٰ عقل میں آسکتی اور پھر تثلیث جو اس کے منافی تھی اس میں بیان ہوتی اب تو وحدت الہیٰ اور تثلیث الہیٰ ہر دو فہم سے بالا ہیں پھر ان سے ہاں یا نہیں کا فتویٰ کیونکر نکل سکتا ہے کیا کبھی مجہول عددوں سے بھی نتیجہ معلوم نکلتا ہے ہر گز نہیں پس یہ عقیدہ بموجب بیان کلام الہیٰ کی بلا ثبوت دلیل عقلی کے قبول کرنا فرض ہے ہم لوگ اس لئے الہام کے محتاج ہیں کہ وہ بتلائے کہ خدا کی نسبت کیا عقیدہ رکھیں۔

پس بھائیو یاد رکھو کہ محمد صاحب کا نبی ہونا اللہ کی طرف سے ہر گز ثابت نہیں ہے اور ان میں کچھ خوبی روحانی پائی نہیں جاتی ہے اور وہ اس لائق ثابت نہیں ہوسکتے کہ ان کا دامن پکڑکے اس موت کے سمندر میں ہم بے خوف کو دجائیں بلکہ وہ نہایت خطرناک معلوم ہوتے ہیں۔

ہم ان کے کچھ دشمن نہیں ہیں نہ ان کے تحقیر کے خواہاں ہیں مگر نجات کے طالب ہیں سو ہمیں ان کے پاس نجات نظر نہیں آتی اس لئے انہیں چھوڑدیا ہے اور اب لوگوں سے بھی محض دوستی اور محبت کی راہ سے کہتے ہیں کہ خدا سے ڈر کے انصاف کے ساتھ تحقیق کیجئے اور سچائی کو حاصل کرکے مرنا مقدم اور فرض جانیے۔

ضمیمہ

کتاب ہدایت مسلمین پہلے ۱۸۶۸ء میں چھپی تھی اور ۱۸۶۶ء میں یعنی جس سن میں نے بپتسمہ پایا اسی میں تصنیف ہوگئی تھی۔ اس کتاب میں کچھ اسقام عبارت کی تھی اور بعض عبارات زائد بھی تھیں اور بعض لفظی غلطیاں ایک کرم فرما کی عنایت سے ہوگئی تھیں اس لئے دوبارہ مرمت کرکے ۱۸۷۵ء میں چھپی اور اب سہ بارہ ۱۸۹۸ء میں اس ۳۰ برس کے عرصہ میں یہ کتاب ہندوستان کے اکثر علماء محمدیہ کے ملاحظہ میں بھی گذر گئی اوران کے خیالات بھی اس کے نسبت جو کچھ تھے ہمیں معلوم ہوگئے۔

اہل اسلام کی طرف سے اس کا کچھ لائق جواب آج تک نہ نکلا ہاں دو کتابیں اس کے جواب میں میرے پاس پہنچیں ہیں ان کو میں نے پڑھ کے دیکھ لیا کہ کچھ نہیں ہیں۔ لفظی غلطیاں جو بعض مقام پر ان صاحبوں نے دکھلائی ہیں بجا اور درست ہیں انہیں میں مانتا ہوں اوردرست بھی کردیتا ہوں مگر اس کتاب کی اصلی دلیلیں ہرگز ہمارے مجیب صاحبوں سے نہیں ٹوٹ سکیں بلکہ اور بھی تقویت ان میں آگئی اس لئے اب پھر ہم اس کو بعد قدرے مرمت کے ناظرین کے لئے خوشی سے چھپواتے ہیں۔

دہلی کے امام صاحب نے جو امام فن مناظرہ ہیں اس کے جواب میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام عقوبت الضالین ہے اسکے معنی ہیں گمراہوں کی سزا یا گمراہوں کے لئے دکھ۔ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ وہ کتاب حق جوئی اور راستی کے لئے نہیں ہے مگر دکھ دینے کے لئے ہے اور یہی سبب ہے کہ صدہا گالیاں اور طرح طرح کے طعن اور شیخی کی باتیں اس میں بھری ہیں مگر ان کی باتوں میں سے ایک بات کا بھی جواب دینا نہیں چاہتا ہوں ہاں کوئی کوئی بات ان کی اس بُری عبارت میں جواب دینے کے بھی لائق تھی سو میں نے ان سب کے جواب مرمت کے وقت موقع بہ موقع لکھ دئیے ہیں اور ہدایت المسلمین کے نصف اول یعنی جہاں تک اعجاز عیسوی کا خاص جواب ہے عقوبت الضالین کو پیش نظر رکھا ہے مگر حصہ ثانی کی مرمت میں عقوبت الضالین کی کچھ پرواہ نہیں کی ہے کیونکہ قرآن کے بارہ میں امام صاحب کے خیالات مولوی سید محمد صاحب کے خیالات سے زیادہ معتبر نہ تھے کیونکہ میں ان دونوں صاحبوں سے کچھ واقف ہوں پس دوسرے حصہ کی مرمت میں سید محمد صاحب کی کتاب پیش نظر رہی ہے نہ امام صاحب کی۔

یہ دوسری کتاب جس کا نام ہدایت الضالین یعنی گمراہوں کو راہ بتانا یا تنزیہ الفرقان یعنی قرآن کو پاک کرنا ہے سید محمد صاحب نے آگرہ میں لکھی ہے وہ اپنے صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں کہ میں نے ہدایت المسلمین کے جواب کے لئے (بعض اہل عصر کا انتظار کیا مگر جب کسی طرف سے جواب نہ ہوا تب ناچار اس امر عظیم کا بار سر پر اٹھایا اوراپنی فرصت ودسعت کے موافق پادری صاحب کی شرط کو پورا کردیا) سید محمد صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے میں نے اہل عصر کا انتظار کیا مگر جب کہیں سے جواب نہ ہوا تب میں نے یہ جواب لکھا یہاں سے معلوم ہوا کہ مولوی سید محمد صاحب کے خیال میں عقوبت الضالین جواس کتاب سے پہلے لکھی گئی ہے وہ نالائق جواب ہے اسے وہ عدم جواب کے رتبہ میں رکھتے ہیں پھر دونوں کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتاہے کہ عقوبت الضالین تنزیہ الفرقان کے لکھنے کےوقت سید محمد صاحب کے پیش نظر تھی کیونکہ بعض باتیں اس میں سے لے کے نقل کی ہیں۔ اور سید صاحب کی نظر میں وہ جواب بھی ہدات المسلمین کا جومنشور محمدی میں دیا گیا ہے کچھ چیز نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ وہ ایک عمدہ جواب لکھنا چاہتے ہیں سو انہوں نے لکھا اورمیں نے دیکھا۔ اس کتاب کی عبارت نسبت عقوبت الضالین کے ذرا شستہ ہے اور انہوں نے داب شرافت کو ذرا کم ہاتھ سے دیاہے۔

سید صاحب نے اپنی عربیت پر بہت فخر کیا ہے گویا لاثانی عربی دان ہیں اور بڑے دقائق عربیت کے کھولتے ہیں اور بندہ کو بار بار جاہل متعصب احمق جھوٹا بتلا کے بڑے اگرمگر

کے ساتھ قرآنی اعتراضوں کے جواب لکھے ہیں مگر سب باطل اورنادرست ہیں چنانچہ ہر
اعتراض کے جواب میں جو جو انہوں نے غلطی کی ہے بندہ نے سب بیان وہاں لکھد ئیے ہیں
اب ناظرین آپ پڑھ کہ انصاف کرسکتے ہیں - ناظرین کومعلوم ہوجائے کہ اہل اسلام کے پاس
بس یہی جواب تھے جو سید صاحب نے لکھے ہیں پر یہ توگھاس کسی طرح کٹ گئے اب ان کے
پاس کچھ جواب نہیں ہے ہمارے سارے اعتراض بجاہیں-

سید محمد صاحب نے یہ بھی مان لیاکہ ہمارا قرآن قریب نصف کے خدا کا کلام نہیں
ہے -اور یہ کہ ہمارے قرآن کے احکام مثل قوانین سلطنت کے ہیں نہ کلام قدیم اللہ کا کیونکہ
جیسے یہ بادشاہ لوگ قوانین بناتے اور پھر منسوخ کرتے ہیں ایسے ہی محمد صاحب بھی کرتے تھے
اس کے بعد سید صاحب نے انجیل پر حملہ کیا ہے اور چنداقوال بعض معتبر انگریزوں کے
اورملحدوں کے کلام خدا کی نسبت اس کی تحقیر میں پیش کئے ہیں اس کا جواب میں نے کچھ
نہیں دیا اس لئے کہ بحث اس کتاب میں صرف ہدایت المسلمین کے مضامین سے ہے اس
کے سوا یہ بات بھی ہے کہ سید صاحب نے ابھی مباحثہ کی بہت سی کتابیں جانبین کی نہیں
دیکھی ہیں اس لئے ابتدائی باتیں بولتے ہیں پر اب مباحثہ انچا ہو گیا ہے اس لئے ابتدائی باتوں
پر قلم اٹھانا وقت کا ضائع کرنا ہے انہیں چاہیے کہ پہلے جانبین کی کتابیں پڑھیں اور جیسے قرآن
کی آیتوں کا مطلب تفسیروں سے نکالتے ہیں ویسی بائبل کی آیتوں کا مطلب بھی اس کی معتبر
تفسیروں سے نکال کے اعتراض کریں-

اور یہ بات بھی ناظرین کو یادرکھنے چاہیے کہ دنیاکے لوگوں نے حق بات پر بھی کچھ نہ
کچھ اعتراض کئے ہیں اور ناحق پر بھی ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ بائبل پر کسی نے کبھی کچھ اعتراض
نہیں کیا لوگوں نے توخدا پر بھی اعتراض کئے ہیں پرنا معقول اعتراضوں سے حق بات کا کچھ
نقصان نہیں ہوتا ہے پر معقول اعتراضوں سے جو بات رد کی جاتی ہے وہ بات ضرور باطل ہے
بائبل پر صدہا اعتراض ہوئے ہیں پر ان کے جواب معقول ہیں اور اس کی ذاتی خوبی ان
اعتراضوں سے باطل نہیں ہوتی ہے اس لئے وہ اعتراض مضر نہیں ہیں قرآن پر اور اسلام پر اور
محمد صاحب پر جو اعتراض ہیں وہ سب معقول ہیں اوران کے جواب مسلمانوں سے ہو نہیں
سکتے ہیں کیونکہ اسلام میں کچھ ذاتی خوبی نہیں ہے اور نظیر اس کا یہی ہے کہ جو اعتراض میں
نے قرآن کی نسبت لکھے دیکھو کیسے بے بنیاد جواب سید محمد صاحب نے دئے ہیں جو اڑ گئے
اور وہ اعتراض زیادہ مضبوطی کے ساتھ قائم ہوگئے اب اگر ہوسکتا ہے تو پھر سید صاحب کو کچھ
لکھیں اوران اعتراضوں کو درست طور پر دفع کریں یا کوئی اور عالم محمدی قلم اٹھائیں ورنہ توبہ
کریں اور مسیح کے پاس چلے آئیں کہ ان کی جان بھی بچ جائے-

میں نے یہ سب باتیں نیک نیتی سے محبت کے ساتھ غرض کی ہیں میری کچھ دشمنی
اہل اسلام سے نہیں ہے میں خدا کی سچی باتیں گوش گذار کرنا چاہتا ہوں تاکہ ان کا اور میرا بھی
بھلا ہو آئندہ اختیار ہے فقط والسلام-

بندہ عماد الدین لاہز از مقام لاہور-